جس کو رسول اللہ نے قبول نہ کیا اور فرمایا انہما فاضلان فی الدنیا و فاضلان فی الآخرۃ و ابوھما خیر منھما کہ وہ دونوں دنیا و آخرت میں صاحب فخر و فضیلت ہیں اور ان کے باپ فضیلت میں ان سے زیادہ ہیں۔ پھر ارشاد کیا میں آج ان کی وہ شرافت و فضیلت بیان کرتا ہوں جس سے حق تعالےٰ نے انہیں مخصوص کیا ہے۔ ایہا الناس میں تم کو خبر دیتا ہوں ان کی جو بروئے مادر و پدر بہترین آدمیاں ہیں وہ حسن حسین ہیں۔ اُن کا باپ علیؑ مرتضیٰ اور ماں فاطمہؑ زہرا ہیں اور پھر ان کی جو از روئے جد و جدہ خا[illegible] ترین آدمیاں ہیں وہ بھی حسنؑ و حسینؑ ہیں کہ انکا جد امجد محمد مصطفےٰ رسولؐ خدا و جدہ خدیجۃ الکبرےٰ بنت خویلد ہیں پھر انکی جو از روے عم و عمۃ اشرف تر ہیں آدمیوں سے وہ حسنین علیہما السلام ہیں ان کا عمو جعفر بن ابیطالب عمہ ام ہانی بنت ابیطالب ہے۔ پھر فرمایا لوگوں یہ دونو خال و خالہ کے اعتبار سے بھی اوروں سے بڑھے ہوے ہیں۔ انکے خال (ماموں) قاسم بن رسول اللہ و خالہ زینب دختر رسول ہیں آگاہ رہو کہ ان کے جدّ و جدہ جنّتی ہیں اور مادر پدر جنّتی و عم و عمہ جنّتی ہیں اور خال و خالہ جنّتی ہیں اور وہ خود جنّتی اور ان کے تمام دوست جنت میں جائیں گے اور دوستوں کے دوست بھی۔

مدحات کا کھیل

مناقب میں امالی حاکم سے نقل ہوا ہے کہ ابو رافع نے کہا کہ میں حسنینؑ کے بچپن میں ان کے ساتھ مداحی سے کھیلا کرتا تھا۔ میرے مدحات نشانے پر پہنچ جاتے اور کہتا کہ مجھے سوار کرو تو کہتے کہ تو اُس پشت پر سوار ہونا چاہتا ہے جس کو رسولؐ اللہ نے اپنی پشت مبارک پر بار کیا ہے اور جو ان کی جیت ہوتی اور میں کہتا جیسا تم نے مجھے سواری نہیں دی میں بھی تم کو سوار نکرونگا تو فرماتے تو اس جسم کے حمل کرنے پر رضامند نہیں ہوتا جسکو رسول اللہ نے بارہا اپنے اوپر حمل کیا ہے پس میں سوار کر لیتا

مجلسی علیہ الرحمہ اسکے بیان میں کہتے ہیں کہ مدح کے معنی ہیں رمے یعنی پھینکنا یا الٹے ڈالنا [illegible] ہے حدیث ابو رافع کی کہ اس نے کہا میں حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ مدحات سے کھیلا کرتا تھا۔ وہ سنگپارہ ہوتے ہیں مثل قرصہائے صغیر کے کھیل میں ایک چھوٹا گڑھا کھودتے ہیں اور وہ پتھر کی گولیاں اس کیطرف پھینکتے ہیں جس کی گولی گڑھے میں چلی جاتی ہے جیت جاتا ہے ورنہ ہارتا ہے۔



جس کی گولی گڑھے میں چلی جاتی ہے جیت جاتا ہے ورنہ ہار جاتا ہے۔

استعاذہ رسول اللہ بخداء عزوجل از شر شیطان وغیرہ برائے حسنین علیہما السلام

مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے حسنؑ وحسینؑ کو ان کلمات طیبات سے تعویذ کیا۔ اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ وَاَسْمَائِہِ الْحُسْنٰی کُلِّہَا عَامَّۃً مِنْ شَرِّ السَّامَّۃِ وَالْہَامَّۃِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ بعد ازاں فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دو بیٹوں اسمٰعیلؑ واسحاقؑ کو ان کلمات سے تعویذ فرماتے تھے۔

اور کشف الغمہ میں کتاب حنابذی سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول خدا نے عبد الرحمٰن بن عوف سے کہا میں تجھ کو وہ تعویذ بتلاؤں جس سے جناب ابراہیمؑ اپنے فرزندان اسمٰعیلؑ واسحاقؑ کے لئے استعاذہ فرماتے یعنی شر شیطان وغیرہ سے خدا کی پناہ ڈھونڈتے تھے اور میں اپنے بیٹوں حسنؑ حسینؑ کے لئے ان سے استعاذہ کرتا ہوں وہ کلمات یہ ہیں قل کفٰے بسمع اللہ واعیا لمن دعٰے ولا مرمیٰ وراء امر اللہ لرامٍ رمیٰ اور اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ پیغمبر خداؐ سورہ قل اعوذ برب الناس و سورہ قل اعوذ برب الفلق کو حسنینؑ کے لئے بطور تعویذ استعمال کرتے تھے اور ابوسعید خدری نے اس پر اسقدر اور زیادہ کیا ہے کہ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹوں اسمٰعیل واسحاق کو ان سے استعاذہ کرتے اور ان پر دم کرکے پھونکتے تھے۔ عبد اللہ بن مسعود وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ دونوں قرآنی صورتیں نہیں حسنؑ وحسینؑ کے تعویذ ہیں یہی وجہ ہے کہ ان دو سورتوں کو معوذتین کہتے ہیں۔

دیگر بحار میں نقل ہوا ہے کہ حسنین علیہما السلام کے دو تعویذ ایسے تھے جن میں زغب یعنی ریزہ ہائے باریک جبرئیلؑ کے پروں کے بھرے ہوئے تھے۔

نیز کشف الغمہ میں کتاب معالم العترۃ الطاہرہ حنابذی سے نقل ہوا ہے کہ آل رسولؐ میں ایک بسترہ تھا جب جبرئیلؑ رسول خداؐ کے پاس آتے اس پر بیٹھتے تھے۔ چلے جاتے تو اس کو لپیٹ کر رکھدیتے تھے آپ کے سوا کوئی دوسرا اس پر نہ بیٹھنے پاتا۔ جبرئیلؑ پرواز کرنے لگتے تو کچھ باریک ریزے آپ کے پروں سے

گرجاتے۔ رسول خدا ان کو چن لیتے اور اُنسے حسنین کے تعویذ درست فرماتے۔

خبر سیب بہی و انار بہشتی

حسن بصری نے جناب ام سلمہ سے نقل کیا ہے کہ حسنؑ و حسینؑ رسول خدا کے پاس آئے تو جبرئیل امین اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ان کو دحیہ کلبی خیال کر کے ان کے گرد پھرنے لگے جیسے کسی شے کی طلب و تلاش ہے (دحیہ کلبی کا معمول تھا کہ سفر تجارت سے واپس آتے تو کوئی شے حسنین کیلئے ہمراہ لاتے اسوقت جبرئیلؑ کو دحیہ کلبی جان کر تحفہ کی تلاش کرتے تھے) جبرئیلؑ نے ایک طرف ہاتھ بڑھائے جیسا کوئی کسی سے طلب کرتا ہے۔ ناگاہ ان کے ہاتھ میں ایک دانہ سیب ایک انار ایک بہی آگیا جسکو بجنسہ اُنھوں نے حسنینؑ کو دیدیا۔ دونوں کے چہرے خوشی کے مارے دمکنے لگے اور دوڑ کر ان کو رسول اللہ کے آگے پیش کیا حضرتؐ نے ان کو لیا اور قدرے ان کی خوشبو استشمام کرتے رہے پھر ان کو واپس دیکر فرمایا کہ ان کو اپنے والدین کے پاس لیجاؤ۔ وہاں لیگئے تو علیؑ و فاطمہؑ ان تحائف کو دیکھکر اور انکی خوشبو سونگھکر متعجب ہو رہے تھے کہ رسول اللہ بھی وہاں آئے اور سب نے ملکر وہ جنتی میوے تناول کئے جس پھل کو جتنا کھاتے پھر بحال خود ہو جاتا تھا۔ حتےٰ کہ رسول خدا نے وفات پائی۔ تو حسینؑ بن علیؑ راوی ہیں کہ اس وقت تک ان میں کچھ تغیر و نقصان نہوا تا اینکہ جناب فاطمہ زہراؑ راہی جنت ہوئیں تو انار غائب ہوگیا الا سیب و سفرجل بدستور باقی تھے زمانہ حیات اپنے پدر عالیقدر میں ہم برابر ان سے متمتع ہوتے تھے تا اینکہ امیر المومنینؑ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تو بہی غائب ہوگئی مگر سیب امام حسنؑ کے پاس موجود تھا۔ اور بعد شہادت آنحضرتؑ میرے پاس رہا اس وقت تک کہ ہم دشت نینوا میں نرغہ اعدا میں گھر گئے اور پانی ہمارے اوپر بند ہوگیا تو میں پیاس کی شدت میں اس کو سونگھتا۔ شدت عطش میں اس سے سکون ہوتا جب پیاس کی حالت ناقابل برداشت ہوئی اور امید زلیست منقطع ہوگئی تو اس کو تراشا۔ امام زین العابدینؑ کہتے ہیں کہ یہ حکایت میں نے آنحضرتؑ سے قبل از قتل بیک ساعت سنی۔ روح اقدس نے بدن اطہر سے مفارقت کی تو قتلگاہ سے اس سیب کی بو آتی تھی۔ مگر سیب کا کہیں نشان نہ تھا۔ اس کے بعد جب مرقد منور کی زیارت کرتا تو بو اس سیب کی وہاں سے استشمام کرتا۔ پس ہمارے شیعوں سے جو کوئی زیارت قبر اقدس کرے تو اگر مومن خالص ہے

اور اوقات صبح میں غور کریگا اس کو ضرور بوئے سیب وہاں سے آئیگی۔ انشاء اللہ۔

حسنینؑ کیلئے لباسِ فاخرہ بہشت سے آنا

ابو عبداللہ نیشاپوری نے اپنی امالی میں وارد کیا ہے کہ امام رضاؑ نے کہا عید نزدیک آگئی اور حسنینؑ کے پاس کوئی پارچہ جدید لایق عید نہ تھا اپنی مادر گرامی سے شکایت کی کہ مدینہ کے بچے عید کے روز لباس جدید سے آراستہ ہونگے۔ ہمارے پاس کوئی کپڑا ایسا نہیں اماں ہمکو نئے کپڑے عید کے لئے بنوا دو مخدومہ کونین حیران تھیں کہ کیا کہیں اور کیونکر ان کو تسلی دیں آخر بے ساختہ زبان مبارک سے نکلا میرے پیارے بچو تمہارے کپڑے درزی کے گھر گئے ہیں وہ سی کر لائیگا تو میں تم کو پہناؤں گی۔ شب عید آئی تو انھوں نے پھر اس کا تقاضہ کیا اور اصرار کرتے تھے کہ اماں وہ کپڑے خیاط کے گھر سے نہیں آئے جناب فاطمہ زہراؑ رو پڑیں اور پھر اسی کلمہ کا تکرار کیا جو پہلے فرما چکی تھیں کہ درزی لائیگا الحسنینؑ نہ مانتے تھے۔ اور کہتے تھے کپڑے دلوایئے۔ رات زیادہ تاریک ہوئی تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا فرمایا کون ہے۔ عرض کی یا بنتِ رسول اللہؐ اے سیدہ بتولؑ میں خیاط ہوں حسنینؑ کے کپڑے سی کر لایا ہوں۔ دروازہ کھولا تو درحقیقت بیرون در ایک مرد بقچہ کپڑوں کا لئے کھڑا تھا جناب سیدہ کہتی ہیں کہ مینے ایسی شباہت و ہیبت والا آدمی نہیں دیکھا وہ بقچہ سربستہ دیکر چلا گیا۔ اس کو کھولا تو دو قمیص دو پاجامے دو چادریں دو عمامے دو سیاہ موزے جن کی ایڑیاں سرخ رنگ کی تھیں ان کو اُٹھا کر کپڑے پہنائے۔ رسول اللہ تشریف لائے تو دونوں بھائی پارچوں سے مزین ہو چکے تھے۔ آپ نے دونوں کو گود میں اُٹھا لیا اور پیار کرتے تھے۔ پھر فرمایا اے فاطمہؑ تم نے خیاط کو دیکھا۔ عرض کی ہاں یا رسول اللہؐ اسی نے تو یہ کپڑے مجھے دیئے فرمایا اے دختر وہ خیاط نہیں رضوان خزانہ دار بہشت تھا عرض کی آپ کو کس نے اس کی خبر دی۔ فرمایا وہ خود واپس جانے سے پہلے مجھ کو یہ کہکر گیا ہے۔

خوش نویسی میں مقابلہ

مروی ہے کہ حسنؑ و حسینؑ دونوں لکھنے کی مشق کیا کرتے تھے۔ ایک بار حسنؑ نے کہا کہ میرا خط تمہارے خط سے بہتر ہے حسینؑ بولے نہیں میرا خط بہتر ہے اور جناب فاطمہؑ سے کہا اے مادر تم ہمارے درمیان محاکمہ کرو کہ

دونوں میں کس کا خط اچھا ہے۔ فاطمہؑ نے کراہت کی کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دیں اسکی رنجیدگی کا باعث ہوگا فرمایا یہ سوال اپنے باپ سے کرو وہ فیصلہ بحق تمہارے درمیان صادر کریں گے۔ حضرت علی مرتضےٰ کی خدمت میں عرض کیا اُنھوں نے بھی بوجہ مذکور کراہت کی اور کہا اپنے جدامجد رسول خداؐ کو حکم کرو آنحضرتؐ نے بھی یہی خیال کر کے کہ ایک کو اچھا کہونگا دوسرے کے رنج کا ایذا کا باعث ہوگا فرمایا میں جبرئیل امین کا منتظر ہوں جبرئیلؑ آئے اور ان سے کہا گیا تو انھوں نے اسرافیلؑ پر اور اسرافیلؑ نے رب جلیل پر حوالے کیا جب یہ مقدمہ بارگاہ الٰہی میں پیش ہوا تو ارشاد ہوا اس کا تصفیہ مادر حسنینؑ و دختر رسول الثقلین ہی فرمائیں گی۔ خاتون جنت لا جواب ہوئیں تو آپ کے پاس ایک گلوبند موتیوں کا تھا اس کو گلے سے کھولکر گوہر بکھیر دیئے اور فرمایا جو زیادہ دانے اُٹھائے اسکا خط اچھا ہے۔ حامل وحی اس وقت اس وقت قوائم عرش سے ایک قائمہ پر قایم تھے ان کو حکم ہوا کہ اس وقت زمین پر جاؤ اور ان جواہرات کو حسنینؑ کے درمیان نصفانصف کردو کہ کسی کی دلشکنی نہ ہونے پائے۔ انھوں نے موقع پر پہنچکر ان دانوں کی تنصیف کردی اور اس اکرام وعظمت سے یہ قصہ طے ہوا:۔

باہم کشتی کرنا امامین کا طفلی میں

کشتی کرنا بھی سپہگری کا ایک فن ہے اور بحسب شرع راجح تو حضرت رسول خداؐ نے ایک بار شاہزادوں کو امر کیا کہ باہم کشتی کریں وہ کھڑے ہو گئے جناب سیدہ باہر تشریف لے گئیں تھیں واپس آئیں تو سُنا کہ وہ حضرت امام حسنؑ کو تحریص کر رہے ہیں یاحسن شدّ علی الحسین ذ صرعہ اے حسنؑ حملہ آور ہو حسینؑ پر اور ان کو پچھاڑلو۔ یہ کلمات زبان مبارک رسولؐ سے سُنکر جناب فاطمہؑ نے تعجب سے کہا یا ابت اے بابا آپ بڑے کو تحریص کرتے ہیں کہ چھوٹے کو پچھاڑے آپ نے فرمایا اے فاطمہؑ تم راضی نہیں ہو کہ جبرئیلؑ حسینؑ کو ترغیب کر رہے ہیں کہ حسنؑ کو پچھاڑو۔

بچپن میں آنحضرتؐ کے کھلانے اور بہلانیکے کلمات

ہندوستان میں عورتیں بچوں کو کھلانے اور روتوں کو بہلانے اور جاگتوں کو سُلانے کے لئے چند کلمات استعمال کرتیں اور کسی تک سے تک ملا کر ان کو مقفےٰ یا منظوم بنالیتی ہیں۔ اسی طرح ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ

نے مناقب میں چند کلمات ذکر کئے ہیں جسکو جناب سیدہ و دیگر مستورات نے اور خود رسولخدا نے حسنین علیہما السلام کو کہلاتے وقت استعمال کیا ہے مثل اسکے کہ جناب فاطمہ اپنے لخت جگر سبط اکبر جناب ابو محمد شبر کو کہلانے کے وقت ان کلمات کا تکرار کیا کرتی تھیں ۔ اشبہ اباك یاحسن + واخلع عن الحق الرسن + واعبد الٰھاذ المنن + ولا توال ذا الحسن + اے حسن تم اپنے پدر والا قدر علی مرتضیٰ کے مشابہ بنو کشف استار و اظہار علوم و اسرار کرو اور حقانی امور سے رسن کو دور کرو یعنی پردہ اٹھا ان کو کھولدو۔ یا شتران سہ سال کو قید سے رہا کرو یعنی راہ خدا میں ان کو خیرات کر ڈالو اور خدائے ذو المنن و الاحسان کی عبادت و بندگی بجالاتے رہو۔ اور کینہ و دشمنی رکھنے والوں کی دوستی و موالات سے پرہیز کرو۔ اور ابو عبداللہ الحسین کو کھلاتیں تو فرماتیں ۔ اَنْتَ شَبِیْہٌ بِاَبِیْ + لَسْتَ شَبِیْہًا بِعَلِیٍّ + تم میرے پدر عالیقدر رسول خدا سے زیادہ مشابہ ہو اپنے باپ علی مرتضیٰ سے اسقدر مشابہت نہیں رکھتے ۔ اور جناب ام سلمہ ام المومنین زوجہ رسولخدا امام حسن کے کھلانے کے وقت یہ کلمات زبان پر جاری فرماتیں۔ بابی ابن علی + انت بالخیر ملی + کن کاسنان حلی + کن کبکش الحولی + مجھ کو اپنے باپ کی قسم کہ تم پسر علی ہو اور تم خیر و خوبی سے معمور و پر ہو مثل دندان ہائے زیورات کے خوشنما یا مانند گوسفند یک سالہ کے خوبصورت ہو۔

ام الفضل زوجہ عباس بن عبد المطلب حسن کی تربیت ان الفاظ سے کرتیں ۔ یا ابن رسول اللہ یا ابن کثیر الجاہ + فرد بلا اشباہ + اعاذہ یا الٰھی + من امم الدّواھی + اے پسر رسولخدا اے پسر صاحب رفعت جاہ تم فرد و یکتا ہو تمہاری مثل و نظیر کوئی نہیں اے معبود میرے ان کو ہر قسم کی مصیبتوں سے اپنی پناہ میں رکھ۔

روایت ہے کہ حضرت رسولخدا نے امام حسن کے حق میں یہ کلمات ارشاد کئے خرقہ خرقہ ترق عین بقہ خرقہ کوتاہ قد صغیر القدم ۔مبنی بر ضم بحذف حرف ندا یعنی ترقی کر اور اوپر چڑھ عین بقہ چھوٹی آنکھوں والا۔ سب پیار و محبت کے کلمات ہیں۔ ابو ہریرہ راوی ہیں کہ دیکھا میں نے حضرت رسول خدا حسنین علیہما السلام کے شانوں کو اپنے دست مبارک سے پکڑے ہوئے ہیں اور ان کے قدم قدمہائے رسول اللہ پر رکھے ہوئے کلمات مذکورہ کو سنکر امام حسن نے قدم اوپر رکھنے شروع کئے حتی اسینہٴ مبارک رسول

۱؎ حق بالفتح جامہ ہے تو اظہار اسرار کا اشارہ ہوگا بالضم ہے تو اس کے معنی شتر سہ سالہ کے ہیں ۱۲ منہ

اللہ پر رکھے آپ نے فرمایا منہ کھولو حضرتؐ دہن مبارک حسنؑ کے بوسے لیتے اور فرماتے تھے اللّٰھمّ احبہ فانی احبہ بارِالٰہا تو اسکو دوست رکھ تحقیق کہ میں اسکو دوست رکھتا ہوں۔

تکبیرات نماز عید

مناقب میں امالی ابوالفضل شیبانی اور کتاب ابن الولید سے نقل ہوا ہے کہ حسنؑ بن علیؑ کی زبان میں گرانی تھی ان کے بولنے اور کلام کرنے میں معمول سے زیادہ وقفہ ہوا رسول خداؐ نماز عید کو جانے لگے تو حسنؑ بھی حضرتؐ کے ساتھ ہولئے آپ نے تکبیر اول میں کہا اللہ اکبر حسنؑ نے بھی اللہ اکبر کہا اور صاف کہا پیغمبر خدا اس کو سنکر مسرور ہوئے دوبارہ تکبیر کہی حسنؑ نے بھی دوبارہ تکبیر کہی پس رسولؐ اللہ تکبیر کہتے تھے امام حسنؑ آپ کے ساتھ تکبیر کہتے ساتویں تکبیر پر جاکر حسنؑ نے توقف کیا رسولؐ اللہ بھی ٹھہر کر رکوع میں گئے دوسری رکعت میں بھی یہی سلسلہ رہا رسولؐ اللہ تکبیر کہتے حسنؑ آپکے ساتھ تکبیر کہتے پانچویں تکبیر پر پہنچکر امام حسنؑ متوقف ہوئے۔ حضرت نے بھی توقف کرکے رکعت ختم کی۔ پس نماز عیدین میں یہ تکبیرات سُنّت ہوئیں۔

ہدیۂ بچۂ آہو برائے حسینؑ

بحار میں روایت ہے کہ ایک اعرابی خدمت بابرکت حضرت رسالتؐ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسولؐ اللہ میں نے ایک ہرنی کا بچہ شکار کیا ہے حضرتؐ کی خدمت میں حسنؑ وحسینؑ کی خاطر ہدیۃً لایا ہوں رسولؐ اللہ نے ہدیہ اس کا قبول کیا اور دعائے خیر دی حسنؑ نے کہ اُس وقت خدمت میں اپنے جد امجد کے حاضر تھے رغبت کا اظہار کیا رسولؐ اللہ نے وہ بچہ ان کو عنایت کیا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ حسینؑ وہاں آنکلے حسنؑ کے پاس بچۂ آہو دیکھکر بولے اے برادر یہ ہرن کا بچہ تمکو کہاں سے ملا۔ فرمایا ہمارے جد امجد رسولؐ اللہ نے مرحمت کیا۔ حسینؑ جلدی سے حاضر خدمت حضرت رسالت ہو کر عرض رساں ہوئے نانا جان حسنؑ کو بچۂ آہو کھیلنے کے لئے عطا ہوا مجکو نہ ملا بار بار اس کلام کو دُہراتے تھے۔ حضرتؐ خاموش تھے کبھی کبھی تسلی خاطر حسینؑ کیخاطر کچھ فرمادیتے حتےٰ کہ نوبت بانیجا رسید کہ قریب تھا کہ حسینؑ رونے لگیں اسی درمیان میں دروازہ مسجد کیطرف سے ایک شور وغوغا بلند ہوا دیکھا تو ایک ہرنی اپنا بچہ ہمراہ لئے دوڑے آتی ہے اس کے پیچھے ایک بھیڑیا اس کو دبائے چلا آتا ہے حتےٰ کہ ہرنی خدمت اقدس میں پہنچکر

بزبانِ فصیح گویا ہوئی یا رسول اللہؐ میرے دو بچے تھے۔ ایک تو شکاری پکڑ کر حضور کے پاس لے آیا یہ دوسرا میرے پاس باقی تھا اس وقت اس کو دودھ پلا رہی تھی کہ ایک منادی کی آواز میرے کان میں آئی کہ اے ہرنی جلدی کر اور اپنے بچے کو رسول اللہؐ کے پاس پہنچا حسینؑ ان کا قرۃ العین اپنے نانا کے پاس کھڑا قریب ہے کہ اس کے لئے رو پڑے۔ تمام ملائکہ اپنی عبادت چھوڑ کر عبادت خانوں سے سر نکالے ان کو دیکھ رہے ہیں حسینؑ روئینگے تو جملہ ملائکہ مقربین ان کے ساتھ گریہ و بکا کرینگے۔ پھر دوسری صدا میرے کان میں یہ آئی کہ عجلت کر اے غزال قبل اسکے کہ ایک اشک دیدۂ مبارک حسینؑ سے نکلکر ان کے رخساروں پر رواں ہوں۔ نہیں تو ہم اس گرگ کو تیرے اوپر مسلط کرتے ہیں یہ تجھ کو بچہ سمیت کھا جائیگا۔ پس یہ مسافت بعید میں اس قلیل عرصہ میں قطع نہیں کی بلکہ زمین میرے پاؤں تلے پیچیدہ ہو گئی کہ اتنی جلدی یہاں پہنچ گئی۔ شکر خدا کرتی ہوں کہ آنسو صاحبزادے کی چشم مبارک سے نہیں نکلنے پائے۔ پس صدائے تکبیر زمرہ اصحاب سے بلند ہوئی۔ حضرت رسالتؐ پناہ نے ہرنی کو دعائے خیر دیکر رخصت کیا اور حسینؑ بچۂ ہرنی کو لیکر مسرور و شاداں والدہ گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ معصومۂ پاک دخترِ صاحبِ لولاک بھی اس سے مسرور ہوئیں اس حکایت کو پڑھکر اور واقعہ کربلا روز عاشورا کو خیال میں لاکر مومنین بے اختیار رو پڑیں گے اللہ اکبر۔ مگر یاد رہے کہ یہ خدا و رسول کی ناز برداری کا محل تھا تو وہ حسینؑ تشنہ لب کی ہمت و کارگزاری اور دنیا میں امت محمدیہ کو کفر و ضلالت سے نکالنے اور عاقبت میں ان کو بخشوانے کا۔ ع:

ہر سخن موقعہ و ہر نکتہ مکانے دارد۔

ایک وُرنادر تاریخی واقعہ

یہ ایک مشہور قضیہ حضرتِ رسالت پناہ کی وفات کے بعد کا شیخین کو اپنے اپنے عہد خلافت میں آنحضرتؐ کے ممبر پر دیکھکر حسنینؑ کے خفا ہونے اور ان کو جھڑکنے کا ہے جس کو علمائے معتبر خاص و عامہ نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ از انجملہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے مناقب میں فضائل سمعانی و ابو السعادات سے اور تاریخ بغداد خطیب سے نقل کیا ہے اور انھوں نے اسامہ بن زید سے روایت کیا ہے۔ نیز جلال الدین سیوطی حلیۃ الاولیا میں ابو نعیم سے اور وہ عبد الرحمن اصفہانی سے نقل کرتے ہیں اور الفاظ سب کے قریباً یکساں ہیں کہ حسنؑ بن علیؑ ابو بکر کے پاس آئے جبکہ وہ منبر رسولؐ پر بیٹھے تھے

اور کہا انزل من مجلس ابی میرے باپ کے مقام نشست سے نیچے اترو۔ ابو بکر نے کہا صدقت صدقت
راست کہا تم نے یہ تمہارے باپ کی جگہ ہے۔ یہ کہکر ان کو گود میں بٹھالیا اور رونے لگے۔ علیؑ موجود تھے
اُٹھے اور کہا قسم خدا کی انھوں نے کسی کے امر واشارہ سے نہیں کہا۔ ابو بکر نے کہا صدقت صدقت راست کہا
تم نے میں تمہارے ذمے تہمت نہیں لگاتا۔ دیگر خطیب نے روایت کی ہے کہ عمر بن خطاب کو اپنے عہد
خلافت میں بعینہ حسینؑ ابن علیؑ سے ایسا ہی معاملہ پیش آیا کہ وہ خلیفہ کو منبر رسولؐ پر بیٹھا دیکھکر بیتاب
ہو گئے اور بولے انزل عن منبر ابی واذھب الی منبر ابیک میرے باپ کے منبر سے اُترو اور
اپنے باپ کے منبر پر جا کر بیٹھو۔ اُنھوں نے کہا کہاں جاؤں میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں ہے یہ کہکر ان کو
اپنی برابر منبر پر بٹھالیا اور کہا کس نے تم کو یہ کہنے کو کہا۔ حسینؑ نے کہا قسم خدا کی مجھ کو کسی نے نہیں کہا یہاں تک
خطیب کی روایت ہے مگر تاریخ الخلفاء میں اسقدر حمایت خلیفہ میں اور زیادہ کیا ہے کہ علیؑ نے غصہ
سے حسینؑ کو کہا میں تم کو سزا دونگا۔ عمر بولے نہیں ان کو سزا نہ دینا راست کہتے ہیں کہ منبر انہی کے باپ کا
ہے۔ دونوں روایتوں کے ملاحظہ سے ناظرین شیخین کے مدارج فطانت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ خلیفہ
ثانی نے جو امام حسینؑ سے کہا من امرک بھذا حضرت ابو بکر کا ذہن وہاں تک نہیں پہنچا وہ گود
میں بٹھا کر بھی حسنؑ سے یہ سوال نہیں کر سکے۔ نیز پسر خطاب کی سنگدلی دیکھئے کہ دو آنسو بہانے کے مقام پر
کیا چھیڑ خانی نکالتے ہیں کہ من امرک بھذا آگے راوی کا بیان کہ امیر المومنین نے امام حسینؑ کے
خطاب میں باغُدر کہا یعنی وہ کلمہ کہ سب وشتم کے موقع پر استعمال کرتے ہیں فرمایا یہ ان کی من گھڑت ہے۔

بعضے از مناقب و فضائل جناب حسنینؑ علیہما السلام

مناقب و مفاخر ان دونوں فرزند جگر بند رسولؐ کے کتب شیعہ و سُنی میں انبار و انبار بے شمار بھرے
پڑے ہیں مگر ہم بموجب داب کتب سلسلۂ ہذا بہت قلیل ان سے اس مقام پر نقل کرتے ہیں۔

رسول اللہؐ حسنینؑ سے بوئے بہشت سونگھتے تھے

بحار میں عروہ بارقی سے نقل ہے کہ اس نے کہا میں ایک سال حج کو گیا تھا مسجد رسول اللہؐ میں داخل
ہوا تو دیکھا کہ آنحضرتؐ تشریف رکھتے ہیں اور دو لڑکے پانچ سات برس کی عمر کے آپؐ کے پاس ہیں کبھی انکو

پیار کرتے تھے کبھی اس کو لوگ یہ دیکھکر خاموش ہو جاتے ہیں کہ اس شغل سے فارغ ہولیں تو بات کریں میں
نزدیک گیا تب بھی آپ اسی کام میں مشغول تھے۔ میں نے عرض کی یہ آپکے پسر ہیں۔ فرمایا یہ میری بیٹی کے
بیٹے ہیں اور میرے برادر و ابن عم کے پسر اور سب سے زیادہ میرے نزدیک محبوب ہیں بمنزلہ میرے
آنکھ کان کے اور مثل میرے دل وجان کے میں ان کے غم سے غمگین خوشی سے مسرت آگین ہوتا ہوں
عرض کی یا رسول اللہ حضور کو ان کے ساتھ بہت ہی محبت ہے فرمایا ہاں اے عروہ میں تجھسے ابتدا
سے ان کا حال بیان کرتا ہوں۔ شب معراج جب آسمان پر گیا اور بہشت میں داخل ہوا تو اس کے
باغ میں ایک درخت دیکھا جس کی خوشبو مجھے بہت پسند آئی۔ جبرئیل ہمراہ تھے بولے اس کا پھل اسکی
بو سے لطیف ولذیذ تر ہے پس وہ اس کے پھل مجھ کو دیتے اور میں ان کو کھاتا تھا حتیٰ کہ سیر ہو گیا پھر
ہم ایک اور درخت کے پاس گئے جبرئیل نے اس کا پھل بھی مجھے دیا۔ اور کہا اے محمد اس میوہ کو کھاؤ
یہ بھی اسی قسم کا شجر ہے جسکا پھل تم پہلے کھا چکے ہو بلکہ اس سے لطیف تر ہے۔ پس میں اس کی خوشبو سونگھتا
اور پھل کھاتا رہا اور کہا یا اخی جبرئیل میں نے ان دو درختوں سے بڑھکر خوشبو ولذت میں دوسرا شجر
نہیں پایا۔ کہا یا محمد جانتے ہو کہ ان دو درختوں کے نام کیا ہیں۔ میں نے کہا نہیں انھوں نے کہا ایک کا نام
حسن ہے دوسرے کا حسین آپ زمین پر جائیں تو فوراً اپنی زوجہ خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ ہم بستر ہوں اس سے
ایک دختر آپ کے فاطمہ زہرا نام وجود میں آئے گی۔ سن بلوغ پر اس کی شادی اپنے بھائی وابن عم علی
ابن ابیطالب کے ساتھ کر دینا ان سے دو پسر پیدا ہوں گے جن میں سے ایک کا نام حسن اور دوسرے
کا حسین ہوگا حضرت نے فرمایا میں نے جبرئیل کے کہنے کے موافق عمل کیا۔ جیسا انھوں نے خبر دی تھی پہلے
خدیجہ کے بطن سے فاطمہ زہرا پھر ان کے شکم سے حسن وحسین پیدا ہوئے۔ پھر حضرت نے فرمایا بہت
کہا جبرئیل نے جب میں ان بہشتی درختوں کا مشتاق ہوتا ہوں تو اپنے ان دونوں نور چشموں کو استشمام کرتا
ہوں ان سے ویسی ہی خوشبو آتی ہے۔ یہ دونوں میرے باغ زندگانی کے پھول ہیں وہ شخص یہ
سرگزشت سنکر تعجب میں رہا۔ آہ افسوس کیا حال ہوا ہوگا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کا جب دیکھا
ہوگا کہ ان کی امت کے اشقیا نے ان کے باغ زندگی کے پھولوں کو تیر آفات کا نشانہ بنایا۔ ایک کو
زہر جفا سے شہید کیا دوسرے کو تین دن کا بھوکا پیاسا رکھکر مع اعزہ واحباب جلتی ریت پر قتل کیا
اور اموال واسباب کو لوٹ لیا اور عورات واطفال کو قید کر کے شتران بے کجاوہ پر بازاروں میں مشتہر کیا

الا لعنت اللہ علی الظالمین:۔

حسنین دو گوشوارۂ عرش الٰہی کی زینت ہیں

مناقب میں طبرانی، قاضی نطنزی، شیرویہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے باسناد خود۔ عامر جہنی ابو دجانہ۔ زید بن علی سے روایت کی کہ حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا حسنؑ وحسینؑ دو گوشوارۂ عرش الٰہی اور اس کی زینت کے باعث ہیں بغیر اس کے کہ اس میں آویزاں ہوں۔ جنت نے جناب الٰہی میں عرض کی تھی کہ خداوندا تو نے مجھ میں ضعفا ومساکین ساکن کئے اس کے جواب میں ارشاد باری ہوا اے بہشت تو راضی نہیں کہ مینے تیرے ارکان کو حسنؑ وحسین سے زینت دی پس وہ خوشی سے جھومنے لگی جیساکہ عروس بروز شادی جھومتی ہے۔ بروز قیامت عرش کو ہر طرح سے زینت کرینگے بعد ازاں دو منبر نور کے یمین ویسار عرش کے لاکر رکھیں گے جن کا طول سو سو میل کا ہوگا۔ پس حسنینؑ کو بلاکر ان منبروں پر بٹھائیں گے عرش الٰہی ان کی وجہ سے اس طرح زینت پائیگا جیساکہ عورت دو گوشوارے کانوں میں پہنکر زینت پاتی ہے۔ بروایتے جنت نے پروردگار عالم سے درخواست کی کہ اس کی ارکان کی کسی شے سے زینت کرے اس کو حق تعالےٰ کی طرف سے وحی ہوئی کہ مینے حسنؑ وحسینؑ سے تجھ کو زینت بخشی اس سے وہ بہت مسرور ہوئی۔

حسنؑ وحسینؑ سید وسردار جوانانِ بہشت ہیں

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ مناقب میں کہتے ہیں کہ اہل قبلہ نے یعنی تمام مسلمانوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ حسنینؑ علیہما السّلام سید وسردار جوانانِ بہشت ہیں اور نیز اس پر کہ رسول اللہ نے فرمایا آپ کا ارشاد ہے کہ حسنؑ وحسینؑ دونوں امام ہیں خواہ وہ جنگ وجہاد پر کھڑے ہوں یا اس سے بیٹھ رہیں۔ پھر اس کی سند میں کہتے ہیں کہ روایت کیا ہے اس حدیث کو احمد بن حنبل نے کتاب فضائل اور مسند دونوں میں اور ترمذی نے جامع میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور ابن بطہ نے ابانہ میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں اور موصلی نے مسند میں اور واعظ نے شرف المصطفےٰ میں اور سمعانی نے فضائل میں اور حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیا میں تین طریق سے اور ابن خشیش تمیمی نے اعمش سے

اور دار قطنی نے باسناد خود ابن عمر سے کہ رسول نے کہا ابنائی ھذان سید اشباب اھل الجنۃ
وابوھما خیر منھما کہ یہ میرے دونوں فرزند سید و سردار ہیں جوانان بہشت کے اور ان کے باپ
ان سے بہتر ہیں۔ نیز روایت کیا اس کو ابو سعید خدری نے اور عبداللہ بن مسعود و جابر بن عبداللہ
انصاری نے و ابو جحیفہ و ابو ہریرہ و عمر خطاب و حذیفہ و عبداللہ بن عمر و ام سلمہ و مسلم بن یسار و یرقان
بن اطلم حمیری نے۔ اور روایت کیا اعمش نے ابراہیم بن علقمہ سے اور اس نے عبداللہ سے اور حلیۃ الاولیا
و اعتقاد اہل سنت و مسند احمد میں احمد سے باسناد خود حذیفہ سے کہ رسول اللہ نے ان سے فرمایا کہ ایک
فرشتہ کہ اب سے پہلے کبھی زمین پر نہ آیا تھا اس نے حق تعالے سے اجازت چاہی کہ آکر مجھ پر سلام کرے
اور بشارت دے مجھے اس کی کہ حسنؑ و حسینؑ سید و سردار جوانانِ بہشت ہیں اور فاطمہؑ سیدہ زنانِ اہل
الجنۃ ہیں۔ اور ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے اس حدیث کی بابت سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا واللہ
ھما سیدا شباب اھل الجنۃ من الاولین والاخرین کہ خدا کی قسم وہ دونوں سردار جوانان
بہشت ہیں اگلے پچھلوں تمام کے۔ اور رسول اللہ کا یہ قول مشہور ہے کہ اہل جنت تمام جوان ہوں گے
پس تمام اہل جنت کے سید و سردار ہوئے۔

اور امام موسی کاظمؑ نے فرمایا قول خدا وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ میں مراد تین و زیتون سے حسنؑ و حسینؑ
ہیں اور طور سینین سے مقصود علیؑ ابن ابی طالب اور ہٰذا البلد الامین سے مدعا رسول اللہؐ ہیں حقتعالے
نے ان چار بزرگواروں کی قسم کھا کر کہا ہے جو کچھ کہ اس کے آگے کہا ہے۔

حسنؑ و حسینؑ پسران رسولؐ خدا ہیں

مناقب میں معجم طبرانی سے اور اربعین ابن المؤذن اور تاریخ خطیب سے نقل کیا ہے اُنہوں
نے باسناد خود عبداللہ بن عباس و جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
نے فرمایا کہ حق تعالے نے ہر نبی کی ذریت خاص اس کی پشت سے پیدا کی ہے۔ الا میری ذریت کہ پشت
علی ابن ابیطالب سے ظاہر ہوئی۔ ہر نبی کے بیٹی کے بیٹے اپنے باپ کی طرف منسوب ہوئے۔ مگر فاطمہؑ
کی اولاد کہ میں ان کا باپ ہوں اور کہا گیا ہے کہ آیہ شریفہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ کہ محمدؐ
تمہارے مردوں سے کسی کے باپ نہیں اس سے مراد زید بن حارثہ کی ابنیت کی نفی ہے کیونکہ رجال سے

وہ لوگ مراد ہیں جو بوقت نزول آیہ مرد یعنی بالغ تھے اور حسنؑ وحسینؑ اس زمانہ میں بالاجماع بالغ نہ تھے پس وہ ابنیت سے منفی ہوں گے۔ ترمذی نے اپنی صحیح میں انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ سے سوال کیا گیا کہ آپ کی اہل بیت سے آپ کے نزدیک کون محبوب تر ہے۔ فرمایا حسنؑ وحسینؑ بسا اوقات جناب فاطمہؑ سے فرماتے۔ میرے دو بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ۔ آتے تو ان کو اپنے بدن سے لگاتے اور انکی خوشبو سونگھتے۔ بردایتے فرماتے۔ اولادُنا اکبادنا یمشون فی الارض ہماری اولاد ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ الحاصل اسمیں شک نہیں کہ حضرت رسالت پناہؐ حسنینؑ کو اپنے پسر کہتے اور اسی نام سے پکارتے تھے لاجرم مسلمانوں میں اسی نام سے مشہور رہے۔ مگر دشمنان دین کو یہ خصوصیت بہی ناگوار گزری اور دیگر مدارج ومراتب کے مٹانے کی طرح اس کے محو کرنے کی درپے ہوئے امیر معاویہ نے اپنے عہد خلافت میں عام طور سے زبان بندی کردی تھی کہ کوئی آنحضرت کو پسران رسولؐ خدا نہ کہنے پائے۔

معاویہ کا اپنے غلام سے ملزم ہونا

کشف الغمہ میں کتاب معالم العترۃ الطاہرہ حنابذی سے نقل کیا ہے کہ زکوان آزاد کردہ معاویہ نے کہا کہ معاویہ نے مجھ سے کہا کہ میں آئندہ نہ سنوں کہ کوئی انکو (حسنین علیہما السلام کو) پسران رسولؐ خدا کہے۔ سیدہی طرح پسران علی ابن ابی طالب کہو۔ زکوان کہتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد معاویہ نے مجھ سے امر کیا کہ اسکی اولاد کو باعتبار بزرگی وشرافت ترتیب وار لکھوں۔ مینے اس کے بیٹے اور بیٹوں کے بیٹے لکھے دختری اولاد کو عمداً قلم انداز کیا۔ یہ فہرست اسکے سامنے پیش ہوئی تو اسے دیکھکر بولا دیجات تو تو میری بہت سی اولاد کو چھوڑ گیا۔ مینے کہا کونسی اولاد کو چھوڑ گیا کہا میری فلاں بیٹی کی اولاد فلاں کی زکوان نے کہا اللہ اللہ تمہاری دختری اولاد تو تمہاری اولاد میں داخل ہوا ور دختر رسولؐ خدا فاطمہؑ زہرا کی اولاد کو آنحضرتؐ کی اولاد کہنے سے روکا جائے یہ کونسا انصاف ہے کہا قاتلکَ اللہ لایسمعنّ ھٰذا اَحدٌ منکَ خدا تجھے غارت کرے یہ کیا کہتا ہے خبردار کوئی تیری زبان سے یہ باتیں نہ سُنے انتہے۔

حضرت امیر معاویہ کو یہ معلوم نہ تھا کہ حق تعالےٰ ان کو قرآن مجید میں پسران رسولؐ خدا کا لقب دے چکا ہے تو پھر ان کی ممانعت سے کیا حاصل آیہ مباہلہ قیامت تک زبان خلایق پر تلاوت ہوتی رہے گی جس میں ارشاد ہے قل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم الخ کہہ دو اے محمد نصاریٰ نجران سے کہ آؤ بلائیں

ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے پسران کو۔ مفسرین اسلام کا اتفاق ہے کہ یہاں ابناءنا (ہمارے بیٹے) سے مراد جناب حسنینؑ علیہما السلام ہیں۔

وراثتِ حسنینؑ بمیراثِ رسولؐ

بطرق سُنّی و شیعہ وارد ہوا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میں نے حسنؑ کو اپنا ہیبت و حلم دیا حسینؑ کو اپنے جود و مرحمت کا وارث کیا۔ مروی ہے کہ فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا زمانہ مرضِ رسولؐ اللہ میں حسنین علیہما السلام کو خدمت مبارک میں لائیں اور عرض کی یا رسولؐ اللہ یہ آپ کے فرزند ہیں ان کو کچھ میراث عطا کیجئے۔ فرمایا حسنؑ کو اپنی ہیبت اور سیادت بخشی۔ حسینؑ کو جرأت و جلاوت وجود و بخشش عطا کی۔ بروایتے دیگر حسینؑ کو سخاوت و شجاعت و مرحمت فرمائی صدق رسول اللہ و صفاتِ مذکورہ کے آثار ہر دو بزرگوار سے بوجہ اتم ظاہر ہوئے۔

اُنھوں نے لعاب دہن رسول اللہ چوس کر تشنگی دور کی

بحار میں ہے کہ ایک سفر میں پانی نہ ملا اور تشنگی نے مسلمانوں پر غلبہ کیا جناب فاطمہؑ امام حسنؑ و امام حسینؑ کو رسالت مآبؐ کی خدمت میں لائیں اور عرض کی یا رسولؐ اللہ یہ خورد سال بچے پیاس کی زحمت برداشت نہیں کر سکتے حضرتؐ نے امام حسنؑ کو لیا اور زبانِ مبارک معجز نشان اپنی ان کے منہ میں دی وہ اس کو چوستے تھے تا آنکہ سیراب ہو گئے بعد ازاں حسینؑ کو لیا اور زبانِ معجز نشان اپنی انکے منہ میں رکھی انھوں نے بھی اس کو چوس کر تشنگی دور کی۔

نیز دیگر بطرق عامہ ابو ہریرہ سے روایت ہوا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک روز رسالت پناہؐ لعاب دہن حسنینؑ کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کوئی میوہ کو چوستا ہے۔

دیگر کتب سنیہ میں باسانید بسیار روایت ہے کہ حضرت رسولخداؐ صلے اللہ علیہ وآلہ نے امام حسنؑ کو فرمایا کہ اے حسنؑ تو میرا شبیہ ہے صورت و سیرت میں۔

روایت ابن عباس

شیخ طبرسیؒ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت رسالت پناہؐ دروازہ

فاطمہؑ پر گئے۔ تین مرتبہ آواز دی جواب نہ ملا تو ایک دیوار کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ میں بھی حضرتؐ سے ایک جانب بیٹھ گیا۔ ناگاہ امام حسنؑ گھر سے نکلے روئے مبارک کو تازہ دھویا تھا اور قلادہ گردن میں پڑا تھا حضرتؐ نے دستہائے مبارک اپنے پھیلا دیئے اور آگے بڑھکر ان کو پکڑا اور سینۂ اقدس سے لگلیا اور پیار کیا۔ پھر فرمایا یہ پسر میرا سید و سردار اس اُمت کا ہے۔ شاید حق تعالےٰ اس کی برکت سے اس اُمت کے دو گروہوں کے درمیان اصلاح کرے۔

دیگر۔ نیز ابن عباس راوی ہیں کہ حضرت رسالت پناہؐ نے فرمایا کہ شب معراج میں نے دروازۂ بہشت پر لکھا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی حبیب خدا ہیں اور حسنؑ حسینؑ دو برگزیدہ خدا فاطمہؑ زہرا کنیز خدا و پسندیدہ خدا۔ ان کے دشمنوں پر لعنت خدا ہو۔

براءت از آتش جہنم برائے دوستان حسنؑ و حسینؑ

کتب معتبرہ میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک روز میں خدمت میں حضرت رسول خداؐ کی حاضر تھا اور امیر المومنینؑ و سیدۂ نساء العالمین و دو سردار جوانان بہشت آنحضرتؐ کے پاس تھے کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور ایک سیب آپ کے لیے لائے حضرتؐ نے اند کے اسکی بو کو استشمام کیا پھر حضرت امیر المومنینؑ کو دیا۔ اُنھوں نے قدرے سونگھ کر جناب فاطمہؑ کو اور اُنھوں نے حسنؑ کو اُنھوں نے حسینؑ کو دیا جب دست بدست پھر کر حضرتؐ کو واپس دینے لگے۔ تو وہ دست مبارک حسینؑ سے چھوٹ کر زمین پر گر گیا اور دو ٹکڑے ہو گئے۔ پس ایک نور اس سے ساطع ہوا کہ آسمان اول تک پہنچا اور یہ عبارت اس میں لکھی دکھائی دی تھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ ایک ہدیہ و تحیہ ہے حقتعالےٰ کیطرف سے بجانب محمد مصطفےٰؐ و علی مرتضےٰؑ و فاطمہ زہراؑ و حسنؑ و حسینؑ نواسہ ہائے رسولخداؐ کے و حرز و امان ہے دوستان حسنؑ و حسینؑ کے لئے آتش جہنم سے بروز قیامت۔

انکی رکابداری کی سعادت

ابن شہر آشوبؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حسنین علیہما السلام سوار ہوتے تھے عبد اللہ بن عباس نے ان کی رکاب پکڑ کر سوار کیا۔ ایک شخص یہ کیفیت دیکھکر بولا اے ابن عباس تم سن و سال میں ان سے

بڑے ہوان کی رکاب تھامتے ہو۔ اُنھوں نے کہا اے احمق تو نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں یہ دو پسر و فرزند رسول خدا ہیں زہے خوش نصیبی میری کہ ان کی رکابداری کی سعادت پائی۔

امامِ حسنؑ شبیہ رسولِ خدا تھے

کشف الغمہ میں معالم العترۃ الطاہرہ حنابذی سے نقل ہوا ہے کہ حضرت رسولخدا راہ میں جا رہے تھے ابوبکر آپ کے ساتھ تھے دیکھا کہ امام حسنؑ ایک جگہ کھیل رہے ہیں ان کو اُٹھا کر اپنے کندھوں پر بٹھا لیا اور فرمایا فدا ہوں میرے ماں باپ یہ رسول اللہؐ کے مشابہ ہیں اور علی علیہ السلام تبسم کرتے تھے۔ صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ قول ابوبکر کا رسولؐ اللہ کے بعد کا ہے۔ ان کی زندگی کے وقت کا نہیں حنابذی نے دوسرے مقام پر اس کا ذکر کیا ہے اور اوروں نے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے کہ حسنؑ بن علیؑ سب سے زیادہ رسولؐ اللہ کے مشابہ تھے۔

دیگر اسمٰعیل بن ابی خالد نے کہا کہ میں نے ابی جحیفہ سے پوچھا آیا تو نے رسول خداؐ کو دیکھا ہے۔ کہا ہاں دیکھا ہے۔ حسنؑ بن علیؑ آنحضرتؐ سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک حسنین علیہما السلام رسول اللہؐ کے نورِ نظر و لختِ جگر ہیں اور اوصافِ باطنی اور شکل و شمائل ظاہری میں دونوں حضرتؐ کے مثیل و نظیر تھے۔ مگر اہل سُنت نے یہ تکلف کیا کہ امام حسنؑ کو سر سے سینہ تک شبیہ رسولؐ اور امام حسینؑ کو سینہ سے قدموں تک آپ کا شبیہ بتلاتے ہیں ہمکو اس میں بھی محل سخن نہیں یونہی سہی مولانا مفتی میر عباس بنیاد اعتقاد میں فرماتے ہیں۔

یہ دونوں تھے شبیہ نبیؐ سر سے تا قدم
لیکن کیا ہے اہلِ تسنن نے یوں رقم
تھے سر سے تا بہ سینہ حسنؑ مثلِ مصطفےٰ
شبیر ہم شبیہ تھے از سینہ تا بپا

محبّتِ رسولخدا با حسنین علیہما السلام

اِس بارے میں احادیث بطرق خاصہ و عامہ بکثرت وارد ہیں۔ مگر ہم مشتے نمونہ از خروارے اندکے از بسیار یہاں نقل کرتے ہیں۔ بحار میں ہے کہ ترمذی نے اپنی جامع میں اور سمعانی نے فضائل میں اور دیگر علماء نے اپنی مولفات میں براء بن عازب۔ اسامہ بن زید ابو ہریرہ و اُم سلمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت

رسولخدا نے حسنؑ وحسینؑ کی نسبت فرمایا اِنّی اُحِبُّہُمَا وَاُحِبُّ مَنْ اُحِبُّہُمَا میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں اور جو ان کو دوست رکھے اس کو دوست رکھتا ہوں۔ اور ارشاد شیخ مفیدؒ میں ہے کہ آپنے فرمایا پروردگارا میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور دوست رکھ اسے جو ان کو دوست رکھے۔ اور کتب معتبرہ مشہورہ سُنیاں میں مثل مسند احمد بن حنبل و مسند ابو یعلی موصلی۔ و سنن ابن ماجہ و ابانہ ابن بطہ و شرف النبی ابوسعید۔ فضائل الصحابہ سمعانی وغیرہ میں ابو حازم و ابو ہریرہ وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا مَنْ اَحَبَّ الحسنَ وَ الحسینَ فقد اَحبّنی و من ابغضہما فقد ابغضنی جس نے حسنؑ وحسینؑ سے دوستی کی مجھ سے دوستی کی جس نے دونوں سے دشمنی کی میرے ساتھ دشمنی کی اور جامع ترمذی میں باسناد خود انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول خدا سے سوال کیا گیا کہ آپ کی اہل بیت سے آپ کے نزدیک کون محبوب تر ہے۔ فرمایا حسنؑ وحسینؑ جو ان کا دوست ہے میں اس کو دوست رکھتا ہوں اور جس کو میں دوست رکھتا ہوں خدا اس کو دوست رکھتا ہے اور دوست خدا کا کبھی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔

دیگر جامع ترمذی۔ فضائل احمد۔ شرف المصطفےٰ۔ فضائل سمعانی۔ امالی ابن سریح ابانہ بن بطہ میں روایت کی ہے کہ حضرت رسالت پناہ نے حسنؑ وحسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا جو کوئی ان کو اور ان کے ماں باپ کو دوست رکھے وہ روز قیامت میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ اور ابوالحسن نے کتاب نظم الاخبار میں اس حدیث کو رشتہ نظم میں اس طرح کھینچا ہے۔ ؎

اَخَذَ النبیُّ یدَ الحسینِ و صِنوِہٖ — یوماً و قال و صحبۃ فی مجمعٍ
مَنْ وَدَّنی یا قوم اَو ھٰذین او — اَبَویھما فالخلد مسکنہ معی

حضرت رسول خدا نے ایک روز حسینؑ اور ان کے عدیل و مثیل (حسنؑ) کا ہاتھ پکڑا اور درحالیکہ مجمع اصحاب طیاب اس وقت آنحضرتؐ کے گرد و پیش جمع تھا۔ کہا کہ اے قوم جو مجھ کو اور ان دونوں بھائیوں اور ان کے ماں باپ کو دوست رکھے تو وہ فردا، قیامت بہشت بریں میں ہمیشہ کو میرے ساتھ ساکن ہوگا۔

دیگر جامع ترمذی ابانہ عسکری و کتاب سمعانی میں بسند ہائے خود اسامہ بن زید سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا مجھ کو ایک رات بضرورت حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہونیکا اتفاق

ہوا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ آنحضرتؐ باہر تشریف لائے حالانکہ زیر پارچہ کوئی چیز پوشید آپ کے پاس تھی۔ اپنی حاجت براری کے بعد مینے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے پاس یہ کیا شے ہے فرمایا یہ میرے دو پسر اور میری دختر کے نور نظر ہیں پروردگارا میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی انھیں دوست رکھ اور دوست رکھ اسے جو انھیں دوست رکھے۔

دیگر علی بن صالح نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ حسنؑ و حسینؑ راہنمائے رسول خدا پر بیٹھے تھے اس وقت آپ نے فرمایا مَن اَحبّنی فلیحِبّ ھٰذین جو کوئی مجھے دوست رکھے اُسے چاہئے کہ ان دونوں کو دوست رکھے۔ اور ارشاد میں اس قدر اس میں اور زیادہ کیا ہے وہ دونوں حجۃ خدا تھے اس کے نبی کے لئے روز مباہلہ اور حجت خدا ہیں اپنے باپ امیر المومنینؑ کی وفات کے بعد اُمت رسولؐ اللہ کے لئے اس دین حق پر فالحمدللہ۔

دیگر ابو صالح و ابو حازم نے ابن مسعود و ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ اللہ بیت الشرف سے برآمد ہوئے تو حسنؑ و حسینؑ ان کے ساتھ تھے۔ ایک ان کے اس شانے پر دوسرا دوسرے پر کبھی آپ اس کو بوسہ دیتے تھے کبھی اس کو ہمارے قریب پہنچے تو ایک شخص نے کہا یا رسولؐ اللہ آپ ان کو بہت دوست رکھتے ہیں فرمایا مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ جو ان کو دوست رکھے اُس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے ان سے دشمنی کی اُس نے میرے ساتھ دشمنی کی۔

روایت ابوہریرہ

آپ نے کہا میں حسنؑ کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑتے ہیں کیونکہ ایک روز حضرت رسولؐ خدا دولتخانہ سے باہر تشریف لائے تو مجھے مسجد میں پاکر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے سہارا دیتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوئے تا اینکہ چلتے چلتے بازار بنی قینقاع میں پہنچے مجھ سے کوئی بات نکی ادہر ادہر دیکھتے اور نظر کرتے پھرتے تھے۔ واپس تشریف لائے تب بھی میں ہمراہ تھا۔ مسجد میں گھٹنوں پر ہاتھ باندھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا حسنؑ کو بلاؤ وہ دوڑے ہوئے آئے اور آکر حضرتؐ کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنے ننھے سے ہاتھ ریش مبارک رسولؐ اللہ میں پھیرنے لگے۔ اس وقت دیکھا میں نے کہ آپ دہن مبارک امام حسنؑ کو کھولتے ہیں اور منہ اپنا منہ میں دیکر پیار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

اللّٰھُمَّ انی احبہما واحب من یحبہ پروردگار میں اسکو دوست رکھتا ہوں اور اس کے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں تین مرتبہ اس کلمہ کا تکرار کیا۔

محبت حسنینؑ مومن منافق دونوں کے دلوں میں القا کی گئی

معاویہ بن عمار نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رسولخداؐ نے فرمایا کہ محبت علیؑ بن ابی طالب کی مومنین کے دلوں میں ڈالی گئی ہے جو مومن ہوگا ان کو دوست رکھے گا جو منافق ہوگا ان سے عداوت کریگا اور محبت حسنینؑ مومنوں منافقوں اور کافروں کے دلوں میں ڈالی گئی۔ کوئی ان کی مذمت کرنے والا نہیں حقیر مؤلف کہتا ہے کہ ارشاد آنحضرت کا کہ حسنینؑ کی محبت مومن و منافق کافر تمام کے دلوں میں ڈالی گئی ظاہر امراد اس سے اسی وقت کا بیان حال مقصود ہوگا کہ امیر المومنینؑ کو بوجہ جنگ وجہاد وقتل قمع اہل عناد غیر مومن دشمن رکھتے تھے حسنینؑ کو معصوم بچے جاکر ان کے ساتھ کسی کو عداوت نہ تھی ورنہ ثانی الحال اس امت غدار نے حسنینؑ کے ساتھ اظہار عداوت میں کونسی کمی کی۔ سبط اکبر حسنؑ مجتبےٰ کو بضربت شمشیر زخمی کیا ان کے گھر کا اسباب لوٹ لیا۔ آخر ان کو بزہر جفا شہید کرکے دل ٹھنڈا کیا حسینؑ سے یزید وابن زیاد و عمر سعد وغیرہ اشقیائے کوفہ وشام جسطرح پیش آئے اظہر من الشمس انکے ساتھ دشمنی کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی عراق جانے سے منع کرتا تو فرماتے لو دخلت فی جحر ضب لاستخرجونی اگر میں ان سے بچنے کو سوراخ سوسمار میں بھی پناہ گزیں ہونگا تو مجھ کو وہاں سے نکال کر قتل کریں گے۔ اس صورت میں کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کی محبت ڈالی گئی تھی۔ حافظ شیراز کہتے ہیں

ہیچ امت با پیمبر زادہ ہرگز نکرد | آنچہ بدکیشان با شبیرؑ و شبر کردہ اند
کو رہی این کلمہ گویان بین کہ از بغض و حسد | خونِ اولادِ نبی را شیرِ مادر کردہ اند

مفتی میر عباس طاب ثراہ کا ارشاد ہے ؎

ان دونوں شاہزادوں پہ جو جو ستم ہوئے | ایسے کسی پہ ظلم زمانے میں کم ہوئے
جسمِ حسنؑ میں زہر کا ایسا اثر ہوا | چہرہ تو سبز ہوگیا ٹکڑے جگر ہوا
پہلے کلیجہ سم سے تراشا امام کا | تیروں کا تودہ پھر کیا لاشہ امام کا
حالِ حسینؑ تشنہ دہن گر رقم کروں | لازم ہے لاکھ جلد کا دفتر رقم کروں

گل کر دیا نبی کا چراغ مزار حیف — لوٹا چمن علیؑ ولی کا ہزار حیف

گردن جو بوسہ گاہ رسالت پناہ تھی — نیچے عدو کی تیغ کے وہ بوسہ گاہ تھی

بے اذن جاتے تھے نہ ملک جس مقام میں — آئے شریر آگ لگی اس مقام میں

وہ سر کہ جس سے تاج خلافت کو تھا شرف — نیزے پہ کربلا سے گیا شام کی طرف

نیچے شقی نے تخت کے رکھوا دیا اُسے — دروازۂ خراب پہ لٹکا دیا اُسے

غرض یہ امر کہ اُمت بعد رحلت رسالت پناہؐ بموجب ان کی وصیت کے ان کے اہلبیت کی محبت پر قایم نہیں رہی بہت ظاہر ہے اس میں طول فضول ہے خود آنحضرتؐ کی حدیث جو نیچے نقل ہوتی ہے باوضح وجوہ اس پر دلالت رکھتی ہے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے مجالس میں جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا حسنؑ و حسینؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا یہ میرے دو پسر ہیں جن کو میں نے بچپن میں پالا۔ بڑے ہوکر ان کے حق میں دعائے خیر کرتا ہوں۔ میں نے تین امر حق تعالےٰ سے ان کے لئے مسئلت کئے دو ان سے قبول ہوئے ایک نا منظور رہا۔ اول سوال کیا کہ یہ طاہر و مطہر رجس و گناہ سے پاک ہوں اللہ جل شانہ نے یہ درخواست میری قبول کی دوم چاہا کہ وہ اور ان کی ذریت اور ان کے دوست و شیعہ آتش جہنم سے محفوظ رہیں یہ بھی منظور ہوئی تیسرے درخواست کی کہ یہ اُمت ان کی محبت پر اتفاق کرے یعنی سب ان کو دوست رکھیں۔ ارشاد جناب باری عز اسمہ ہوا کہ اے محمدؐ علم الٰہی میں گزر چکا ہے تقدیر جاری ہو چکی کہ ایک گروہ اس اُمت کا یہود و نصاریٰ و مجوس کے معاہدوں کو وفا کریگا۔ مگر اس ذمہ داری کا جو تم نے اپنی اولاد کے حق کی انکے اوپر عائد کی ذرا لحاظ نہ رکھیگا۔ لاجرم میں نے بھی واجب کیا ہے کہ ہرگز ان کو اپنے محل کرامت میں جگہ نہ دونگا یعنی عنایت انکی جانب نظر نکروں گا اور وہ بروز قیامت میری جنت کی بو سونگھنے نہ پائینگے۔

محبت اہلبیتؑ مسلمانوں پر فرض ہے اور انکی عداوت حرام ہے

نور الابصار شبلنجی میں کشاف زمخشری سے نقل کیا ہے کہ رسولخدا نے فرمایا مَن مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحمّدٍ مَاتَ شَہِیدًا الا و من مات علی حب آل محمد مات مغفورًا الا و من مات علی حب آل محمدٍ مات تائبًا الا من مات علی حب محمد مات مومنًا مستکمل الایمان الا و من …

علی حب آل محمد بشرہ ملک الموت بالجنۃ ثم منکر و نکیر الا و من مات علی حب آل محمد
یزف الی الجنۃ کما تزف العروس الی بیت زوجھا الا و من مات علی حب آل محمد فتح لہ فی قبرہ
بابان الی الجنۃ الا و من مات علی حب آل محمد جعل اللہ قبرہ مزار ملائکۃ الرحمۃ الا و من مات
علی حب محمد و آل محمد مات علی السنۃ و الجماعۃ الا و من مات علی بغض آل محمد جاء یوم القیامۃ مکتوبا بین عینیہ
آیس من رحمۃ اللہ الا و من مات علی بغض آل محمد مات کافرا الا و من مات علی بغض آل محمد
لم یشم رائحۃ الجنۃ یعنی جو شخص محبت آل محمدؐ پر فوت ہو شہید مریگا۔ نیز جو شخص انکی محبت پر
مرے نجات یافتہ گناہ بخشیدہ مریگا نیز جو کوئی ان کی محبت پر مرے تائب مریگا نیز جو کوئی محبت
آل محمدؐ پر مرے مومن کامل الایمان مریگا آگاہ رہو کہ جو کوئی ان کی محبت پر مرے اس کو پہلے ملک الموت
جنت کی بشارت دیگا پھر منکر نکیر اسکو بشارت دینگے۔ نیز جو انکی محبت کے ساتھ مرے وہ جنت کی
طرف ایسا خوش خوش جائیگا جیسے کہ عروس اپنے شوہر کے گھر کو خوش خوش جاتی ہے۔ نیز جو ان کی محبت
پر مریگا اس کی قبر میں دو دروازہ جنت کی طرف کھولے جائیں گے۔ نیز جو ان کی محبت پر مرے اسکی قبر
زیارتگاہ ملائکہ رحمت بنے گی۔ نیز جو کوئی انکی محبت پر مریگا سنت و جماعت پر مریگا۔ آگاہ رہو کہ جو کوئی
بغض آل محمدؐ پر مریگا روز قیامت میدان حشر میں آئیگا تو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا
کہ یہ رحمت خدا سے مایوس ہے۔ نیز جو ان کی بغض و عداوت پر مریگا وہ کافر مریگا۔ نیز جو ان کی عداوت
پر مرے بوئے جنت نہ سونگھ سکے گا۔ صاحب نور الابصار اسکے بعد کہتے ہیں کہ ان احادیث سے معلوم
ہوا کہ محبت اہلبیتؑ کی واجب ہے اور بغض ان کا بتحریم غلیظ حرام ہے۔ تصریح کی ہے اسکی بیہقی و
بغوی نے بلکہ نص کی ہے اس کے اوپر امام شافعی نے اپنے اس قول میں ؎

یا آل بیت رسول اللہ حبکم ۔۔۔ فرض من القرآن انزلہ
یکفیکم من عظیم الفخر انکم ۔۔۔ من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ

(ترجمہ) اے اہل بیت رسولؐ تمہاری محبت اللہ کی طرف سے قرآن میں واجب کیگئی ہے۔
جس کو خدا نے (ہدایت خلائق کے واسطے) نازل کیا ہے۔ تم کو عظیم فخر ہے اسیقدر کافی ہے کہ
جو شخص تم پر درود نہ بھیجے اُس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور احمد بن حنبل و ترمذی نے نقل کیا ہے کہ
علیؑ نے کہا کہ جو کوئی محبت کرے مجھ سے اور ان دونوں یعنی حسنؑ و حسینؑ سے اور انکی پدر و مادر گرامی سے

... نہیں ہوتا ہے۔

ثوابِ محبّتِ حسنینؑ بروایتِ دیگر

بحار میں ابوذر غفاریؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسول خداؐ کو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ کو پیار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو شخص ان کی اور ان کی ذریت کے ساتھ خلوص و محبّت رکھے گا آتشِ دوزخ اُس کے چہرہ کو مَس نہ کرے گی ہر چند اُس کے گناہ بقدر ریگِ بیاباں عالجؑ ہوں۔ الا ایسا گناہ کرے کہ اُس کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دے۔

بچّوں سے محبّت کرنا علامتِ ایمان ہے

مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت رسولِ خداؐ کی حسنینؑ سے گرویدگی اور انکے پیار کرنے کو مشاہدہ کیا تو کہنے لگا ہم تو اپنے بچّوں کے ساتھ اسقدر محبّت نہیں رکھتے جسقدر آپ رکھتے ہیں فرمایا اگر تم خدا اور رسولؐ پر ایمان لائے ہوتے تو اپنے بچّوں سے ویسی ہی الفت رکھتے جسقدر ہم رکھتے ہیں۔ یہودی نے آنحضرتؐ کا باوجود اس رتبہ عالی کے یہ لطف و کرم دیکھا تو ایمان لے آیا اور کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کیا۔ نیز مروی ہے کہ اقرع بن عابس طائی نے حضرت رسالت پناہؐ کے حسنینؑ کے ساتھ شدّتِ محبّت اور بار بار پیار کرنے کو دیکھا تو بولا میرے دس لڑکے ہیں ان میں سے ایک کو بھی نہیں چومتا اور پیار کرتا۔ ارشاد کیا مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمُ جو کسی پر نہیں پسیجتا اور رحم نہیں کرتا سزاوار ہے کہ اس پر بھی کوئی رحم نکرے۔ بروایتے آپ کو غصّہ آیا بحدیکہ رنگ مبارک یہ سنکر سُرخ ہو گیا اور فرمایا اگر حق تعالےٰ نے خصلتِ رحمت تجھ سے سلب کر لی ہو تو اس کا کیا علاج ہمارے نزدیک تو جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ بڑوں کی عزت نہ کرے مسلمان نہیں۔

معافی جرمِ کبیر بوجہ حسنؑ و حسینؑ علیہما السّلام

مناقب میں مروی ہے کہ ایک شخص نے حیاتِ سرورِ کائناتؐ میں گناہِ عظیم کا ارتکاب کیا بی وجہ

لہ عالج صحرائے عرب میں ایک قریہ کا نام ہے ۱۲ منہ

بخوفِ سزا روپوش ہوگیا۔ ایک دن خالی راستہ میں جارہا تھا حسینؑ کو وہاں تنہا پاکر اٹھالیا اور شانوں پر بٹھاکر رسولخداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہؐ میں حقتعالیٰ اور حسینؑ کی پناہ میں پناہ گیر ہوا ہوں۔ حضرتؐ اسکو اپنے دو لختِ جگر کو شانوں پر لئے اور یہ فقرہ زبان سے کہتے ہوئے متبسم خنداں ہوئے بعدہٗ یکہ دستِ مبارک اپنا منہ پر رکھ لیا اور کہا جا تو آزاد کردہ ہے اور حسینؑ سے فرمایا میرے فرزند میں نے تمہاری شفاعت اس کے حق میں قبول کی۔ پس یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ اگر ظلم کریں وہ اپنے نفسوں پر اور آئیں اس وقت وہ تیرے پاس اے نبی ہمارے استغفار کرتے ہوئے خدا سے اور رسول اُن کے لئے استغفار کرے تو البتہ پائیں گے وہ اللہ کو قبول کرنے والا توبہ کا اور رحم کرنے والا۔

وہ افضل قریش تھے

لیث بن سعد کی روایت ہے کہ ایک مرد نے نذر کی تھی۔ ایک شیشہ روغن (خوشبودار) اُس شخص کی ٹانگوں کو ملے جو افضل قریش ہو۔ مراد پوری ہوئی تو دریافت کیا کہ فاضل ترین قریش کون ہے کسی نے کہا مخرمہ انساب قریش کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہے اس سے کہو اگر راضی ہو جائے اس کے پاس آیا تو معلوم ہوا کہ بوجہ پیری اس کے حواس برجا نہیں اس کا بیٹا مسور اسکے پاس حاضر تھا شیخ نے اپنی ٹانگیں دراز کیں کہ ان پر مل دو بیٹے نے کہا اے مرد شیخ پیر فرتوت ہو گیا ہے تو حسینؑ پسران رسول اللہؐ کے پاس جا کہ اس وقت افضل واکرم قریش میں وہ ہیں۔ وہاں حاضر ہو کر ایفائے نذر بجا لا۔

وہ دونوں ریحانہ رسولؐ خدا تھے

صحاح ستہ سنیہ مثل بخاری و ترمذی کے اور فردوس دیلمی وغیرہ میں امام رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ اُنھوں نے اپنے آباء طاہرین سے روایت کی کہ حضرت رسولخداؐ نے فرمایا الولد ریحانة والحسنؑ والحسینؑ ریحانتای من الدنیا کہ پسر آدمی کے لئے بمنزلہ ریحانہ (پھول سونگھنے کی شے) ہے اور میرے ریحانے دنیا میں حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے

روایت کیا ہے اس کو شعبہ مہدی ابن میمون نے محمد بن یعقوب سے بر ولیتے حضرت نے فرمایا تم دونوں ریحانہ خدا ہو۔ اور زاذان نے کہا کہ میں نے امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کو رحبہ کوفہ میں سنا فرماتے تھے الحسن و الحسین ریحانتی رسول اللہ حسنؑ و حسینؑ دو ریحانہ رسول اللہ ہیں اور عتبہ بن عروان کی روایت ہے کہ آپ نے دونوں کو اپنی آغوش میں لیا اور پیار کرنے لگے کبھی اسکو چومتے تھے کبھی اسکو کچھ لوگوں نے کہا اتحبھما یارسول اللہ اے رسول خدا کیا ان دونوں کو آپ دوست رکھتے ہیں فرمایا مالی لا احب انھما ریحانتای من الدنیا۔ کیونکر ان سے محبت نہ کروں حالانکہ یہ دونوں میرے ریحانہ ہیں دنیا میں شریف رضی اللہ عنہ اسکے شرح میں فرماتے ہیں کہ ان کو ریحان سے تشبیہ دی کیونکہ پسر کو بھی اسی طرح سونگھتے اور اپنے سے ملاتے ہیں جیسے کہ پھولوں کو سونگھتے اور بدن سے لگاتے ہیں اور اصل ریحان ماخوذ ہے اس شے سے جس سے تروح حاصل کیا جائے اور کرب و بےچینی کی حالت میں اس سے دم راست کریں۔

حسنینؑ پشت و دوش رسول اللہ پر سوار ہوتے تھے

مناقب ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ میں ہے کہ ابن لطہ نے اپنی کتاب ابانہ میں چار طریق پر سفیان ثوری ابوالزبیر۔ جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ میں حاضر خدمت حضرت رسالت پناہ ہوا تو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ پشت مبارک پر سوار ہیں اور وہ حضرت اپنے دو گھٹنے ٹیک کر جھک رہے ہیں اور فرماتے ہیں کیا ہی اچھا ہے شتر تمہاری سواری کا اور کیسے اچھے تم دونوں سوار ہو۔ اور ابن نجیح سے روایت کی ہے کہ حسنینؑ پشت مبارک رسولخدا پر سوار ہوتے اور کہتے حل حل (یہ ایک کلمہ ہے کہ اہل عرب شتر کے ہکانے کے وقت اس کا استعمال کرتے ہیں) اور وہ حضرت فرماتے نعم الجمل جملکما۔ اچھا شتر ہے تمہارا شتر۔ اور سمعانی نے کتاب فضائل میں اسلم مولائی عمر خطاب سے اور اس نے عمر مذکور سے روایت کی اُنھوں نے کہا کہ مینے دیکھا کہ حسنینؑ شانہائے رسولخدا پر سوار ہیں مینے کہا کیا اچھا تمہارا اسپ ہے فرمایا بلکہ یہ سوار اچھے ہیں۔ اور ابن حماد نے کہا کہ آنحضرتؐ شتر کی طرح چار زانو بیٹھ گئے اور وہ دونوں آمنے سامنے مُنہ کرکے ان پر سوار ہوئے اس وقت فرمایا نعم الجمل جملکما۔ اور نورالابصار شبلنجی میں ہے کہ آپ کہیں جا رہے تھے راہ میں دونوں صاحبزادوں کو

کھیلتے ہوئے دیکھا کھڑے ہوگئے اور گردن مبارک ان کے لئے جھکا دی اور ان کو سوار کر لیا۔ فرمایا کیا اچھی سواری تمہاری سواری ہے اور کس قدر اچھے تم سوار ہو اور خرگوشی نے باسناد خود عبدالعزیز سے روایت کی ہے کہ حضرتؐ تشریف رکھتے تھے۔ حسنؑ و حسینؑ وہاں آئے آپ ان کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو پاس بلایا اور اٹھا کر شانہائے مبارک پر سوار کیا اور فرمایا اچھی سواری ہے تمہاری اور اچھے سوار ہو تم دونوں اور تمہارے باپ تم سے بہتر ہیں۔

دیگر تفسیر ابو یوسف میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے حسنؑ حسینؑ کو پشت مبارک پر اس طرح سوار کیا کہ حسنؑ اضلاع یمین پر حسینؑ یسار پر تھے پھر فرمایا نعم المطی مطیکما و نعم الراکبان انتما و ابوکما خیر منکما۔ (ترجمہ اوپر گزرا)

دیگر فنوانی کی روایت ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ آپ گھٹنوں اور کف دست کے بل چلتے ہیں اور حسنینؑ کو پشت مبارک پر سوار کیا ہے اور فرماتے ہیں اچھا شتر ہے تمہارا اور اچھے سوار ہو تم دونوں۔ بنیاد اعتقاد ؎

یہ دونوں بھائی خاصہ پروردگار ہیں — یہ دونوں گلشن نبوی کی بہار ہیں
یہ دونوں لاڈلے ہیں رسول کریم کے — یہ دونوں گوشوارے ہیں عرش عظیم کے
بوسے لیا کئے ہیں نبی ان کے صبح شام — اشتر بنے ہیں ان کے لئے سید الانام
ریحان ہیں یہ دونوں گلستان خلد کے — سردار ہیں یہ دونوں جوانان خلد کے

فرشتے نے بعض صحابہ کے مس ہونے سے انکار کیا

مناقب میں کتاب معالم سے نقل ہوا ہے کہ ایک فرشتہ بشکل طائر آسمان سے نازل ہوا اور رسول اللہ کے ہاتھ پر بیٹھ کر بلقب نبوت آنحضرتؐ پر سلام کیا پھر امیر المومنینؑ کے ہاتھ پر بیٹھا اور وصائت کے نام سے ان پر سلام کیا۔ بعد ازاں حسنینؑ کے ہاتھوں پر آیا اور خلافت کے پتے سے ان دونوں پر سلام کیا اس وقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ تو فلاں کے ہاتھ پر کیوں نہ بیٹھا۔ عرض کی میں اس زمین پر نہیں بیٹھا جس پر معصیت الٰہی ہوئی ہو تو اس ہاتھ پر کیونکر بیٹھوں جس سے چالیس سال عصیان خدا ہوتا رہا ہو۔

فضیلتِ مخصوص جناب حسنؑ مجتبیٰ علیہ السلام

مسند احمد بن حنبل وغیرہ میں ابوہریرہ سے نقل ہوا ہے کہ انھوں نے کہا ہم لوگ خدمت اقدس حضرت رسالت پناہ میں حاضر تھے کہ امام حسنؑ وہاں آئے حالانکہ سخابؑ کی ہیکل آپ کے گلوئے مبارک میں پڑی تھی۔ اور آنحضرتؐ کی گود میں لیٹ گئے آپ نے دامن پیرہن اُٹھالیا اور ان کے جسم مبارک کو چومتے تھے اور عمر بن اسحاق سے روایت ہے کہ میں نے ابوہریرہ کو راہ میں دیکھا کہ امام حسنؑ سے کہتے تھے کہ مجکو وہ مقام دکھاؤ جہاں کے رسول خدا بو سے لیتے تھے۔ اُنھوں نے اپنا شکم مبارک برہنہ کیا ابوہریرہ نے ناف مبارک آنجنابؑ کو تقبیل کیا۔

اعمش نے کہا کہ حسنؑ وحسینؑ دو گرانقدر اشیا یعنی جن وانس یا دنیا وآخرت سے دو آفتاب نیم روز ہیں اور دو ماہ کامل شب دیجور اور دو کھف تقوے اور دو قرۃ العین دنیا اور دو شیر جنگ آور دو تلوار شدت اور دو دائی نیزوں کے۔ واعظ نے کہا درود ورحمت کاملہ ہو خدا کی اوپر سیدین سندین شہیدین رشیدین محمودین المعصومین مظلومین مقتولین غریبین امامین عالمین عابدین شمسین قمرین درتین فرقدین الاکرمین امام حسنؑ وحسینؑ صلواۃ اللہ علیہما کے

بعضے از مکارم اخلاق ومحاسن عادات امامین علیہما السلام

جناب محمد باقرؑ کا ارشاد ہے کہ امام حسینؑ از روئے تعظیم امام حسنؑ کے سامنے بات نہ کرتے تھے اور جناب محمد بن حنفیہؓ امام حسینؑ کا ادب کرتے اور ان کے آگے لب کشا نہ ہوتے۔

تعلیم وضو لطرز نیکو

مشہور ہے اور کتب معتبرہ میں مذکور کہ دونوں شاہزادے ایک پیر مرد کے پاس سے گزرے جو بیٹھا وضو کر رہا تھا انھوں نے اس کا وضو کرنا دیکھا از بسکہ درست وضو نہ کر سکا تو فکر ہوئی کہ کس طرح اس کو

لہ سخاب بروزن کتاب گردن بند سے جو کہ پوتوں وغیرہ سے گوندھ کر بناتے ہیں یا ایک تاگے میں خرزات یعنی مہرے پرو کر لڑکوں اور لڑکیوں کے گلے میں ڈالتے ہیں ۱۲ منتہی الارب

تعلیم وضوء صحیح فرمائیں پس ایک جزوی مسئلہ پر اختلاف کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا اے شیخ ہم وضو کرتے ہیں تم ہمارے حکم رہے اس کو دیکھکر حکم کرو کہ ہم سے کس کی وضو صحیح ہے۔ اس نے قبول کیا حسنینؑ وضو کرنے لگے بوڑھا دیکھ رہا تھا فارغ ہو کر پوچھا کس کا وضو صحیح ہے پیر مرد سمجھ گیا۔ بولا صاجزادو تم دونوں کا صحیح ہے الا تمہارے اس بوڑھے غلام جاہل ناتمام ہی کا وضو صحیح نہ تھا جس نے آج تمہاری بدولت اس کی تصحیح کی توفیق پائی اب توبہ کرتا ہوں آئندہ اسی طریق حق پر کاربند ہونگا اور تمہارا شکر گذار ہونگا کہ بایں طرز لطیف مجھ سے جاہل کو ہدایت کیا۔ جزاکما اللہ خیراً۔ امامین ہمامین اس نفیس طرز عمل سے کہ انکے اب وجد کی کسر نفسی وخالص و مؤثر تعلیم کا نتیجہ ہے اس زمانے کے تند و تنک مزاج اہل علم اپنے طریق ہدایت کا مقابلہ کریں اور جہانتک اس میں اصلاح کی ضرورت پائیں درست فرمالیں۔

ایوبؑ نبی اور حسنینؑ

حضرت ایوبؑ پیغمبر کی مدح میں کہا گیا ہے نعم العبد ایوب کیا ہی اچھا ہے بندۂ خدا ایوبؑ اور حسنؑ وحسینؑ کے لئے کہا نعم المطیۃ مطیتکما ونعم الراکبان انتما کیا ہی اچھی سواری ہے تمہاری اور کیسے اچھے سوار ہو تم دونوں۔ اور آنحضرتؐ نے امت سے کہا تھا وان لم تؤمنوا بی فاعتزلون اگر مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھے اپنے سے جدا کردو۔ علی ہذا حسینؑ نے اشقیائے کوفہ کو کہا میرے قول کی تصدیق کرو نہیں کرتے تو مجھے ایک طرف پڑا رہنے دو میرے قتل سے باز آؤ۔

پاجامہ کا بھیگ کر خراب ہونا دین کے خراب ہونیسے بہتر ہے

کافی میں ابوسعید تیمی سے روایت ہے اس نے کہا میں نے حسنؑ وحسینؑ کو فرات میں پاجاموں سمیت نہاتے دیکھا عرض کی اے فرزندان رسولؐ آپ نے پاجاموں کو خراب کرلیا۔ فرمایا اے ابوسعید پاجاموں کا خراب ہونا دین کے خراب ہونے سے بہتر ہے پانی میں بھی ویسے ہی سکان و باشندے ہیں جیسے زمین کے اوپر یعنی سکنائے آب سے ویسا ہی پردہ لازم ہے جیسا زمین والوں سے۔ پھر فرمایا تو نے کہاں کا ارادہ کیا عرض کی اس دریا کو (بحر شور کو) جاتا ہوں تاکہ اس کا شور و تلخ پانی نوش کروں برائے علاج

اس مرض کے کہ مجھ کو عارض ہے امیدوار ہوں کہ میرا شکم اس پانی سے اصلاح پذیر ہو۔ فرمایا ہمکو تو اُس پانی سے جسے اللہ تعالےٰ نے ملعون کیا کسی کے لئے امید شفا نہیں تحقیق کہ طوفانِ نوح میں حقتعالیٰ نے آسمان کا پانی زمین پر برسایا تو بعض چشمہائے زمین نے اس میں تعصب کیا اور نہ لیا حق تعالےٰ نے اسے تلخ وشور کردیا اور لعنت کی اسپر۔ بروایتے فرمایا اے ابو سعید تو اس پانی کی طرف جاتا ہے جسنے ہماری ولایت سے انکار کیا۔ بتحقیق حق تعالےٰ نے ہماری ولایت کو تمام اقسام آب پر عرض کیا جسنے اس کو قبول کیا شیریں وطیب ہوا جس نے انکار کیا شور و تلخ ہوگیا۔

خیرات لینا تین حالت میں روا ہے

نیز کافی میں ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک بار حسنینؑ مکہ میں کوہ صفا پر بیٹھے تھے کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا۔ فرمایا خیرات لینا تین صورتوں کے بغیر حلال نہیں۔ دَیْنٌ مُوجِعٌ اَوْ غرامٌ مقطع اوفقرٌ مد فع قرضہ جو باعثِ درد و ایذا ہو یا نقصان عظیم جو بیچین کرے یا افلاس وفقیری کہ ذلیل ورسوا کرے تجھے ان تین صورتوں سے کوئی صورت عارض ہے۔ عرض کی ہاں ہے۔ دونوں بزرگواروں نے کچھ کچھ دیا۔ سائل اس سے پہلے عبد اللہ بن عمرو عبد الرحمن بن ابی بکر سے سوال کرچکا تھا اُنھوں نے بھی اسے کچھ دیا تھا۔ مگر یہ سوال مذکور اس سے نہیں کیا تھا اب اس نے ان کے پاس واپس جاکر کہا کیا بات ہے کہ تم نے بوقت عطا یہ باتیں مجھے تعلیم نہ کیں جو حسنینؑ علیہما السلام نے بتایئں اُنھوں نے کہا انھما غذیا بالعلم غذا اگٓ وہ علم کامل سے بہرہ یاب ہوئے ہیں۔

حسنؑ وحسینؑ بجا لاسکے کہ مال چھوڑتے قرضدار فوت ہوئے

پھر کافی میں آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ امام حسنؑ نے دنیا سے رحلت کی تو قرضدار تھے۔ امام حسینؑ شہید ہوئے تو قرضدار تھے۔ اور ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے ابو جعفر محمد باقرؑ سے روایت کی کہ امام حسینؑ نے شہادت پائی تو ان کے اوپر اس قدر قرض تھا کہ امام زین العابدینؑ نے ایک جائداد تین لاکھ میں فروخت کرکے قرضہ ادا کیا اور وعدے وفا نہ ہوئے وانا اقول رسول اللہؐ نے بھی اپنے بعد کوئی مال جائداد

نہیں چھوڑی اور امیر المومنینؑ سے بوقت شہادت کل سات سَو درہم باقی رہے تھے جو آپ نے خادم کی خرید کے لیے رکھے تھے۔

محاسنِ اوصافِ مخصوصۂ حسنؑ مجتبیٰ

فصیح لکھنوی مثنوی نان و نمک میں فرماتے ہیں ؎

اے قلم تحریر کر مدحِ حسنؑ — شہرۂ آفاق ہے خلقِ حسنؑ
ہے وہ سردارِ جوانانِ بہشت — سرو سرسبز گلستانِ بہشت
جد پیمبرؐ باپ سلطانِ عرب — اللہ اللہ کیا حسب ہے کیا نسب
فاطمہؑ زہرا کے دامن میں پلا — منہ سے منہ نانا پیمبرؐ نے ملا
مسندِ عزّ و شرف کا صدر ہے — آسمانِ سروری کا بدر ہے
نائبِ حیدرؑ امامِ مجتبیٰؑ + — زبدۃ الاخیار سبطِ مصطفےٰ
خُلق اس کا خلق میں مشہور ہے — اور یونہی اخبار میں مذکور ہے

بعضے از سیرِ پسندیدۂ آنحضرتؑ از زبانِ امام زین العابدینؑ

کتاب امالی میں مفضل بن عمر سے اور اُنھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا میرے باپ نے اپنے پدر عالیقدر امام زین العابدینؑ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا حسنؑ اپنے زمانہ میں عابدترین مرد تھے اور سب سے زیادہ زاہد اور تمام سے علم و فضل میں بڑھے ہوئے تھے۔ حج کو جاتے تو پیادہ پا تشریف لے جاتے اور بیشتر اوقات برہنہ پا ہوتے۔ موت کو یاد کرتے تو روتے۔ قبر کو یاد کر کے گریاں ہوتے۔ بعث و نشور و مرور بر پل صراط کا خیال کر کے بیقرار ہو جاتے غرض اعمال پیش حق جل و علا کا ذکر کر کے ایسی چیخ مارتے کہ بیہوش ہو جاتے۔ نماز کو کھڑے ہوتے تو بند بند بدن اقدس کا خوف خدائے عزّ و جل سے لرز جاتا تھا۔ بہشت و دوزخ کو یاد کر کے بیتاب ہو جاتے۔ جنّت کا حق تعالےٰ سے سوال کرتے اور آتش جہنم سے پناہ مانگتے۔ تلاوت قرآن میں جب پڑھتے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تو فرماتے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ہاں حاضر ہوں اے پروردگار میرے حاضر ہوں

کسی حالت میں یادِ خدا سے غافل نہ رہتے۔ کلام کرنے میں تمام آدمیوں سے بڑھکر صادق اللہجہ تھے اور سب سے زیادہ فصیح و گویا۔ ایک مرتبہ معاویہ سے کہا گیا اگر حسنؑ سے مجمع عام میں خطبہ پڑھواؤ تو ان کا کندزبانی کا عیب سامعین پر آشکارا ہو جائے۔ اس نے حضرت سے عرض کیا کہ منبر پر جا کر ہمکو وعظ و پند کرد۔ آپ نے اس فصاحت و بلاغت سے خطبہ کہا کہ معاویہ کو خوف ہوا کہ مبادا لوگ مفتون ہو کر فتنہ و فساد نہ پیدا ہو جائے بولا اے ابو محمدؐ اُترآؤ جسقدر کہہ چکے یہی کافی ہے۔ یہ خطبہ و دیگر کلمات و کلام آنحضرت آئیندہ ابواب میں ذکر ہونگے۔ مجملاً آپ کے فضائل بے انتہا ہیں در محاسن اوصاف لاتعد ولاتحصےٰ۔ قلم کی طاقت نہیں کہ حیز تحریر میں لائے اور زبان گویا ان کے بیان سے عاجز ہے۔ آپ بے شبہ اپنے زمانے میں بے عدیل و نظیر تھے اگر آپ کا نظیر و مثیل تھا تو فقط سبطِ اصغر ابو عبداللہ الحسینؑ تھے۔ صاحب روضۃ الصفا نے ترجمہ مستقصی سے یہ اشعار یجا نقل کئے ہیں

اگر عمرے بیارائم سخن را ✦ نشاید گفتن نعتِ حسنؑ را
سخن گیرم کہ جُز دُرِّعدن نیست ✦ سزائے وصفِ اخلاق حسنؑ نیست
سخن گر بگزرد از چرخِ اخضر ✦ ہنوز از قدر او باشد فرو تر
سخن را اگر بعلیین رسانم ✦ رسانیدن بقدرش کے تو انم
کمالش گرچہ نزد ماست ظاہر ✦ زبان ما ز وصفِ اوست قاصر
دو گیتی را وجودش زیب و زین است ✦ نظیر او اگر گوئی حسینؑ است

یہاں سے علیحدہ علیحدہ کرائم اخلاق و شرائف عادات کا ذکر ہوتا ہے۔

سخاوت

فیاضی و سیر چشمی آنحضرتؑ کی معروف و مشہور ہے کسی کو اس میں جائے کلام و شبہ کا مقام نہیں آپ بیشک سخی ابنِ سخی تھے۔ کوئی سو دو سو ہزار یا لنو دیتا ہوگا آپ نے تمام اساس البیت نقد جنس ایک مرتبہ نہیں بارہا سائلوں کو بخشدیا۔ گھر سے گھر والوں سمیت نکل آتے اور اجازت عام ہو جاتی کہ جسکا جس شے کو جی چاہے لیجائے۔ افواہ عام میں آج تک مذکور ہوتا ہے۔ خرج من مالہ مرتین وقاسم اللہ ثلث مرات دو مرتبہ سارے مال و اسباب کو چھوڑ کر علیحدہ

ہو گئے۔ اور حق تعالےٰ کے ساتھ تین مرتبہ اپنے مال و اسباب کا مقاسمہ یعنی نصفا نصف کیا بحدیکہ نعلین مبارک سے ایک پوائی رکھ لیتے دوسری راہ خدا میں ڈالتے و بعطی خفّاً یمسلہ خفا دو موزوں میں سے ایک موزہ دیتے ایک رکھ لیتے۔

پچاس ہزار درہم پانچسو دینار کا عطیہ

آپ کی بے نظیر سخاوت سے ہے کہ کسی نے سوال کیا۔ حضرت نے اس کو پچاس ہزار درہم اور پانچسو دینار عطا فرمائے اور فرمایا حمّال لاکر مال لوالیجا و حمّال آیا تو طیلسان یعنی چادر خاصہ اس عطیہ پر مزید کی کہ یہ اس کی حمّالی میں دینا۔ اور کشف الغمہ میں یہ روایت اس سے مبسوط تر یوں وارد ہوئی ہے کہ سائل نے سوال کیا تو ارشاد فرمایا اے شخص تیرے سوال کا حق میرے نزدیک عظیم ہے۔ پس جسقدر دینا تجھ کو ضرور جانتا ہوں اور تجھے اس کا اہل سمجھتا ہوں اسکو میرے پاس کا موجودہ مال کفایت نہیں کرتا پس اگر تو یہ تھوڑا ہی قبول کرے اور زیادہ کے لئے زحمت نکرے تو بہتر ہے۔ اس نے عرض کی یا ابن رسول اللہ میں تھوڑا ہی قبول کر لونگا۔ اور حضرت کی عطاو بخشش کا شکر گزار ہونگا۔ اور بہر حال حضرت کو معذور رکھونگا۔ تب آپ نے اپنے وکیل کو بلاکر اس سے اخراجات کا حساب لیا حتیٰ کہ کوڑی کوڑی خرچ کی جوڑ لی اس وقت فرمایا بتلاؤ تین لاکھ درہم میں کیا باقی رہا عرض کی پچاس ہزار فرمایا اور وہ پانچسو دینار کہاں گئے عرض کی وہ علیحدہ میرے پاس مخزون ہیں فرمایا سب کو لے آؤ اس نے تمام زر سرخ و سفید حاضر کیا سائل کو فرمایا کہ تمام کو اُٹھا لیجاؤ اور حمالوں کی اُجرت کے لئے چادر اپنے اوڑھنے کی ادر عطا کی گھر کے لوگوں اور آزاد کردوں نے کہا ہمارے پاس خرچ کو ایک درہم بھی باقی نہیں فرمایا لیکن میں اللہ تعالےٰ سے اسپر اجر عظیم کا امیدوار ہوں۔

علی ہذا ایک اعرابی نے سوال کیا فرمایا جو کچھ خزانے میں ہے اسے دیدو۔ بیس ہزار دینار وہاں پائے گئے تمام اعرابی کو بخشدئے۔ اعرابی بولا اے مولا میرے اب ضرورت نہیں رہی کہ میں کسی کی مدح وثنا میں اطراد و مبالغہ کرکے اس کے آگے دست سوال دراز کروں۔ اس پر آپنے یہ اشعار بلیغ پڑھے۔ ؎

نحن اناس نوالنا خضل | یرتع فیہا الرجاء والامل
بجود قبل السوال انفسنا | خوفاً علیٰ ماء وجہ من یسل
لو علم البحر فضل نائلنا | لغاص من بعد فیضہ خجل

یعنی ہم وہ لوگ ہیں کہ ہماری عطاوبخشش ایک مرغزار ہے۔ جہاں امید ورجا چرکر بھی شکم پڑی کرتے ہیں ہمارے طبائع سوال کرنے سے پہلے جود وبخشش کرتے ہیں تاکہ سائل کو اپنی آبروریزی کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر بحر اعظم کو ہمارے بذل وسخاوت کی زیادتی کا حال معلوم ہو تو باوجود اپنے فیض عام کے خجالت وشرم سے خشک ہو جائے۔

انصاف مظلوم از خصم ظلوم وغشوم

بحار میں ہے کہ ایک شخص نے خدمت اقدس سرو چمن جناب امام حسنؑ میں عرض کی کہ اے پسر امیرالمومنین میں تم کو اپنی خدائے وحدہ لاشریک کی قسم دیتا ہوں جسنے محض از روئے انعام نہ کسی شفیع و سفارشی کے کہنے سے یہ نعمت عطا کی ہے۔ یعنی ایسا جاہ وجلال وعزت واقبال بخشا ہے کہ آپ میرے دشمن سے میرا انصاف کریں کہ وہ ایسا ظالم وغاشم ہے کہ نہ شیخ کبیر کا ادب کرتا ہے نہ طفل صغیر پر رحم کھاتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت حضرت تکیہ لگائے تھے درست ہو بیٹھے اور فرمایا من خصمک حتیٰ انتصف لک منہ اے شخص وہ تیرا ایسا کون دشمن ہے جس سے تیرا انصاف کروں عرض کی وہ فقیری و درویشی ہے۔ یہ سنکر تھوڑی دیر سر جھکائے سوچتے رہے۔ پھر سر اُٹھاکر خادم کو آواز دی حاضر ہوا تو فرمایا جو روپیہ پیسہ تیرے پاس موجود ہے سب لے آ اُس نے پانچہزار درہم حاضر کئے فرمایا اس شخص کو دیدو۔ پھر فرمایا تجھے دہی وسیع وعریض قسم جو تو نے مجھے دی دیکر کہتا ہوں کہ جب تیرا وہ ظالم غاشم دشمن تجھے آکر ستائے تو تو ہمارے پاس اس کی دادخواہی کو چلے آیو پھر ہم تیرا انصاف کرینگے

ایکدستہ ریحان نذر کرنے پر آزادی کنیز

انس بن مالک نے کہا ایک کنیز مملوکہ حضرتؑ نے ایک بار دستہ پھولوں کا آپ کی نذر کیا حضرتؑ نے اسے یہ انعام دیا کہ قید غلامی سے ہمیشہ کے لئے آزاد فرما دیا۔ انس نے کہا میںنے اس مقدمے میں کلام کیا تو فرمایا حق تعالےٰ نے ہمکو یہی تعلیم کیا ہے وہ سبحانہ فرماتا ہے اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا الخ

جب تمکو کوئی تحفہ دے یا درود و سلام پہنچائے تو اس سے بہتر تحفہ اسے دو اور اسکے تحفہ یعنی گلدستہ سے بہتر اسکے لئے آزادی سے بہتر کوئی تحفہ نہ تھا۔ آپکا ارشاد ہے ؎

ان السخاء علی العباد فریضۃ — للہ یقراء فی کتاب محکم
وعد العباد الاسخاء جنانہ — واعد للبخلاء نار جہنم
من کان لا تبدی یداہ بنائل — للراغبین فلیس ذالک بمسلم

(ترجمہ) بے شک سخاوت کرنا فرائض بندگان سے ہے خدا کی طرف سے محکم قرآن میں پڑھا جاتا ہے اللہ نے بندگان سخاوت پیشہ کے لئے باغہائے بہشت کا وعدہ کیا ہے اور بخیلوں کے واسطے آتش جہنم مہیا کی ہے۔ جسکے ہاتھ خواستگاران جود و بخشش پر بخشائش نہیں کرتے وہ مسلمان نہیں۔ نیز آنحضرت کا ارشاد ہے ؎

خلقت الخلایق من قدرتہ — فمنھم سخیؐ ومنھم بخیل
واما السخی ففی راحۃ — واما البخیل فحزن طویل

تمام خلقت قدرت خالق بیچون سے مخلوق ہوئی ہے بعض انسے سخی ہیں بعض بخیل۔ اور لیکن اسخیا راحت و آرام میں ہیں۔ اور لیکن بخلاء کے لئے غم و حزن طولانی مہیا ہے

سخاوت مین معاویہ سے مقابلہ

آپ کی ہمت عالی سے تھا کہ معاویہ ایک بار مدینہ آیا اور اپنی سیر چشمی و فیاضی کا اہل حجاز پر سکہ بٹھانا چاہا۔ درہم و دینار کی تھیلیاں آگے رکھکر بیٹھ گیا شرفا، و بزرگان شہر سے جو کوئی آتا پانچہزار درہم سے لیکر ایک لاکھ تک دیتا آخر میں امام حسنؑ بھی اس سے ملنے گئے بولا اے ابو محمدؐ تم اس لئے دیر کر کے آئے کہ کچھ باقی نہ رہے اور مجھ کو قریش کے آگے بخیل و کنجوس بناؤ پس مال کے خرچ ہو جانے کا انتظار کرتے رہے۔ اے غلام حسنؑ کو اسقدر دو جتنا کہ آج تمام اہل مدینہ پر ہمنے قسمت کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ میں پسر ہند ہوں۔ حضرت نے فرمایا لا واللہ مجکو اس کی احتیاج نہیں اور تمام عطیہ تجھ کو ہبہ کرتا ہوں دانا ابن فاطمہؑ بنت رسول اللہ۔ معاویہ سے ایسی داد و دہش ظاہر ہو تو بعید نہیں ایک بڑے حصہ روئے زمین کا مالک تھا کروڑوں اربوں کے روزانہ وارے نیارے ہوتے تھے۔ مگر یہاں نہ ملک تھا

نہ مال آپ کا خزانہ فقط توکل بخدا رذوالجلال تھا۔ سچ ہے تونگری بدل ست نہ بمال۔ نیز آپ کی دریا دلی سے تھا کہ ایک مرتبہ شام میں وارد تھے پسر ہندنے ایک فرد اشیار و امتعہ والبسہ و امتعہ کی نکال کر سامنے رکھدی کہ یہ اشیار تمہاری نذر ہیں۔ وہاں سے اُٹھنے لگے تو ایک خادم نے کفش مبارک جھاڑ سنوار کر آگے رکھی آپ نے وہ فہرست اس خادم کے حوالے کی کہ یہ جملہ اشیار وصول کرلے تیرا مال ہے۔

اشتر سواری کی بخشش

مبرد نے کامل میں نقل کیا ہے کہ مروان حکم نے کہا میں امام حسنؑ کی سواری کے ایک خچر پر فریفتہ تھا چاہتا تھا کہ کسی طرح اس کو حاصل کروں بن عتیق نے یہ معلوم کرکے کہا اگر میں تجھے یہ استر دلوا دوں تو میری فلاں فلاں حاجتیں تم سے متعلق ہیں ان کو روا کردینا۔ کہا میں ضرور تیری حاجت روائی کردونگا (غالباً مروان اس وقت معاویہ کی طرف سے حاکم مدینہ تھا) کہا تو جب سب لوگ جمع ہوں تو میں محامد و مفاخر قریش بیان کروں گا اور امام حسنؑ کے ذکر سے عمواً سکوت کرونگا تو تو میرے تئیں ملامت کرنا لوگ اکھٹے ہوئے اور اس نے مناقب قریش ذکر کرنے شروع کئے مروان نے جیسا مقرر ہوچکا تھا ٹوکا کہ تم قریش کے فضائل کہتے ہو۔ اور ابو محمدؑ کا ذکر زبان پر نہیں لاتے آجکل جو رتبہ قوم میں انکو حاصل ہے دوسرے کو نہیں ابن عتیق نے کہا یہاں ذکر شرفا کا ہے۔ انبیار کا مذکور ہوتا تو پہلے ان کا ذکر کرتا اسکے بعد حسنؑ اُٹھے اور باہر آکر سوار ہوئے تو ابن عتیق پیچھے پیچھے ساتھ آیا آپ نے اسے دیکھا تو تبسم کناں فرمایا الکَ حَاجة کیا تم کو کوئی حاجت ہے عرض کی ہاں اس خچر پر سوار ہونیکی تمنار رکھتا ہوں حضرتؑ نے سُنا تو اس سے اُترے اور خچر اسکے حوالے کیا۔ درست کہا ہے کہنے والے نے الکریم اذا خادعتہ انخدع کریم کو جب دہوکا دینا چاہو تو وہ دہوکہ میں آجاتا ہے انتہیٰ یعنی تمام ہوئی روایت مبرد کی حقیر مؤلف عرض کرتا ہے۔ ابن عتیق کا یہ خیال کہ دہوکہ دیکر میں نے خچر حاصل کیا اور راوی کا یہ بگمان کہ آپنے بمقتضائے مثل مذکور دہوکہ کھا کر استر ابن عتیق کو عنایت کیا دونوں باتیں باطل ہیں اور آیہ شریفہ ان بعض الظن اثم کی مصداق بات اتنی ہے کہ ایک شخص نے آپ کے آگے اسکی خواہش ظاہر کی آپ نے بموجب اپنی سخاوت جبلی اور فیاضی کے اس سے اُتر کر باگ اسکے ہاتھ میں دیدی بھرے گھر دن کو راہ خدا میں آئے دن لٹانے والے لاکھوں کے خیرات کرنے والے کے نزدیک ایک خچر چیز ہی کیا تھی اس

قریشی کی غلطی ہے جو یہ سمجھا کہ مینے حضرتؑ کو نبیوں والا فقرہ کہکر دھو کا دیا اور اشرحاصل کیا اَستغفر اللہ

ولنعم قال الشاعر المتنبی ؎

ویعظم فی عین الصغیر صغارہا ۔۔۔ وتصغر فی عین العظیم العظائم

چسہاے مرد مان کو جک میں اُن کی چھوٹی اور ادنے باتیں بڑی معلوم ہوتی ہیں اور بڑے آدمیوں کی نگاہ میں ان کے عظیم کار بار ادنیٰ و حقیر سمجھے جاتے ہیں۔

دیگر عطیات وہبات آں دریائے سخاو کانِ جود و عطا

صحیح بخاری سے نقل ہوا ہے کہ ایک شخص نے حسنؑ ابن علیؑ سے ایک دیت (خونبہا) کا جو اس پر واجب تھا سوال کیا آپ نے اس کو ہبہ کیا۔ ایک اور مرد نے سوال کیا آپ نے چار سو درہم کا اس کے لیے حکم دیا بجائے درہم کے چار سو دینار رقم ہو گئے اس سے کہا گیا لیکن اس نے پرواہ نہ کی اور چار سو درہم کے بجائے چار سو دینار لے لئے اور کہا ہذا من سخائہ یہ ان کی سخاوت ہے کہ چار سو درہم کہیں اور چار سو دینار لکھدیں حضرتؑ نے یہ سُنا تو چار ہزار کا اور اس کی نسبت حکم دیا۔

دیگر مسجد الحرام مکہ میں کسی کو سُنا کہ پردہ ہائے خانۂ کعبہ سے لپٹا خدائے تعالےٰ سے دس ہزار درہم مانگ رہا ہے گھر آ کر دس ہزار درہم بھجدیئے کچھ لوگ حاضر خدمت ہوئے تو آپ کھانا نوش فرما رہے تھے۔ سلام کر کے بیٹھ گئے فرمایا علٰحدہ کیوں بیٹھے۔ ہمارے پاس آؤ اور کھانا میں شریک ہو کھانا کھانے ہی کے لئے ہے۔

دیگر ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی مینے رسول اللہ کی نافرمانی کی کہا تو نے بُرا کام کیا۔ کیا نافرمانی کی۔ کہا حضرتؐ کا ارشاد ہے لا یفلح قوم ملکت علیھم امرأۃ وہ قوم فلاح نہ پائیگی جو عورت کو اپنے اوپر فرمانروا بنائے۔ مینے اپنی زوجہ کو اپنا صاحب امر و حکومت بنالیا۔ اِسنے مجھے ایک غلام کے خریدنے پر مامور کیا چنانچہ مینے اس کی خاطر خرید لیا۔ مگر وہ میرے پاس سے فرار ہو گیا۔ اب اس کا تقاضا ہے اور غلام اسکو خرید کر دوں۔ فرمایا ہماری تین باتوں سے ایک بات قبول کر چاہے تو میں غلام کی قیمت تجھے دیتا ہوں وہ لے لے اِس قدر سُنکر اس شخص کو تاب نہ رہی اتنا صبر نہ ہو سکا حضرت دو باقی باتیں کہہ لیں تو یُوں بے اختیار بول اُٹھا بس نہیں ٹھہریے

اسے نہ بڑھیے میں نے پہلی ہی صورت مال کی۔ حضرت نے غلام کی قیمت اسے عطا کی اور وہ لیکر چلیا ہوا

جواز سوال کی شرائط

بحار میں خصال بن بابویہؒ سے نقل ہوا ہے کہ ایک شخص عثمان بن عفان خلیفۂ ثالث سنیاں کے پاس آیا جبکہ وہ دروازۂ مسجد پر بیٹھے تھے اور سوال کیا آپ نے پانچ درہم اس کو دیئے عرض کی کسی اور سخی داتا کا نشان دیجئے اُنھوں نے چند جوانوں کی طرف جو گوشۂ مسجد میں بیٹھے تھے اشارہ کیا۔ راوی کہتا ہے کہ وہ تین کس امام حسنؑ و حسینؑ و عبداللہ جعفرؓ تھے۔ اس شخص نے جا کر ان کو سلام کیا۔ اور خواہان مال ہوا حسنؑ مجتبیٰ نے کہا سوال کرنا تین حال سے ایک میں روا ہے ورنہ حلال نہیں دمٌ مضجعٌ او دین مقروح او فقر مدقع کسی خوں بہا کی ذمہ داری جو کام سے بٹھا دے۔ یا قرضہ کا فکر جو دل کو مفروح و مجروح رکھے یا فقر و درویشی جو کہ ذلیل و رسوا کرے۔ تجکو ان سے کون سی صورت پیش آئی جو سوال کرتا ہے۔ عرض کی انہی تین باتوں سے ایک میرے سوال کرنے کی باعث ہوئی ہے امام حسنؑ نے پچاس دینار کا اس کے لئے حکم دیا۔ حسینؑ نے انچاس کا اور عبداللہ بن جعفر نے اڑتالیس دینار کا۔ وہ مرد یہ گرانبہا عطیات لیکر چلا تو دوبارہ عثمان کے پاس سے گذرا۔ پوچھا کیا پایا۔ کہا تم نے جو دینا تھا دیا الا تحقیق نہ کیا کہ کیا ضرورت آکے پڑی۔ صاحب وفرہؓ[1] نے مجھے ہدایت کی کہ سوال کرنا تین صورتوں سے ایک کے بدوں حلال نہیں جب ان میں سے ایک کا اظہار کیا تو ایک نے پچاس دوسرے نے انچاس تیسرے نے اڑتالیس دینار عطا کئے۔ یعنی اُنھوں نے اعطاء اموال کے ساتھ ایک مسئلہ ضروری بھی سوال کرنے کے متعلق تعلیم کیا جو تم نے نہیں کیا تھا خلیفہ صاحب نے کہا ان کی برابر کون ہو سکتا ہے انھوں نے پورے طور سے فطم علم کیا ہے اور علم و حکمت و بذل و سخا کے صاحب ہیں۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ شرح کلمہ فطموا العلم فطماً میں فرماتے ہیں ای قطعوہ من الغیر قطعاً و جمعوہ لانفسھم جمعاً یعنی علم و سخا کو اوروں سے جدا کیا ہے اور اپنے لئے دونوں کو خاص کر لیا ہے۔

---

[1] وفرہ وفور سے مشتق ہے بمعنی زیادتی کے یہاں مقصود بالوں کی زیادتی ہے جو امام حسنؑ کے نرمہ گوش تک چھٹے ہوئے تھے ۱۲ امنہ عفی عنہ

ردّ سوال سے آپکو حیا مانع تھی

شبلنجی مصری نور الابصار میں کہتے ہیں کہ امام حسنؑ سے کہا گیا کہ آپ سائل کو خالی جانے نہیں دیتے۔ گو آپ کے اوپر اس وقت فاقہ ہی کیوں نہ ہو۔ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں خود درگاہ کبریا کا گدا ہوں شرم آتی ہے کہ آپ گدا ہو کر کسی گدا کو ناکام اپنے پاس سے رد کروں۔ نیز حق تعالٰی کی عادت ہے کہ ہمیشہ مجھ پر فیضان عطاء کرتا رہتا ہے اور میں نے عادت کی ہے کہ اس سبحانہ کی عطا کردہ نعمات کو اسکے بندوں پر قسمت کرتا ہوں پس ڈرتا ہوں کہ میں اپنی عادت کو اسکے بندوں کے ساتھ ترک کروں وہ اپنی عادت میرے ساتھ ترک کردے۔ پھر کچھ اشعار پڑھے جسکا حاصل مطلب یہ تھا کہ مرد کے لئے بہترین اوقات وہ ہے جبکہ اس سے سوال کیا جائے۔ لہذا میرے پاس سائل آتا ہے تو میں خوش ہوتا ہوں اور مرحبا کہکر اسے نزدیک بلاتا ہوں۔ فی الواقع آنحضرتؑ کو ہرگز گوارا نہ تھا کہ سائل ان کے در سے محروم پھرے۔ نزول ہل اتے کے موقع پر خیال کیجئے کہ تین روز متواتر افطار کے وقت سائل آتے رہے چھوٹے بڑے برابر متفق ہو گئے کہ اپنا آذوقہ اُٹھا کر ان کو دیتے اور روزے پر روزہ رکھتے۔ حضرت امیر المومنینؑ کے بارے میں خوب کہا ہے۔ ؎

گوارا بر ورِ ردِ سائل نبود ۔۔۔ ولے ردِ خورشید مشکل نہ بود

ایک نرالے ڈھنگ سے سائل کی حاجت براری

نیز نور الابصار میں ہے کہ ایک روز جناب حسنؑ تشریف رکھتے تھے ایک سائل آکر خواستگار عطا ہوا اس وقت قلیل و کثیر سے کچھ حاضر نہ تھا اور حیا مانع تھی کہ سائل کو خالی ہاتھ جانے دیں بکمال دلسوزی فرمایا۔ اے شخص میں تجھے ایک تدبیر بتلاتا ہوں اس سے امید ہے کہ کافی نفع تجھ کو ہو جائے خلیفہ کے پاس جا اس کی چہیتی بیٹی مر گئی ہے جس کے غم میں تمام کاروبار چھوڑ بیٹھا ہے تو جاکر بدیں عبارت جو کہ تجھ کو بتلاتا ہوں تعزیت کر چونکہ پہلے کسی نے اس طرح تعزیت نہیں کی وہ ضرور تجھے جائزہ بخشے گا۔ عرض کی کیا عبارت ہے ارشاد ہو۔ فرمایا اس سے کہنا الحمد للہ الذی ستر ھا بجلوسک علٰی قبرھا ولا ھتکھا بجلوسھا علٰی قبرک خدا کا شکر ہے جس نے اس کی پردہ پوشی کی اس سے

کہ تو اس کی قبر پر بیٹھا اور اسکی پردہ دری نہ کی اس سے کہ وہ تیری قبر پر بیٹھتی۔ وہ مرد خلیفہ (غالباً معاویہ) کے پاس گیا اور بعبارت مسطورہ اس کی تعزیت کی۔ اسپر اس کا اثر ہوا اور غم والم اس کا دور ہوا اور اسکے لئے معقول انعام کا حکم دیا۔ پھر کہا تجھ کو خدا کی قسم دیتا ہوں راست کہنا کیا یہ کلام تیرا ہے۔ کہا نہیں فلاں نے تعلیم کیا ہے۔ کہا سچ کہتا ہے اس فصاحت کا وہی گھرانہ معدن ہے۔ یہ کہکر مزید جائزہ کا حکم دیا کذا فی کنز المدفون راقم الحروف کہتا ہے کہ یہاں تک پہنچکر ہم صرف ایک حکایت معروف آپ کے بذل و بخشش کی اور نقل کرتے ہیں اور مبحث سخاوت آنجناب کو ختم کرتے ہیں:۔

حکایت پیرہ زن بدویہ

کشف الغمہ میں ابو جعفر مدائنی سے حدیث طولانی میں ذکر ہوا ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ و عبداللہؓ جعفرؓ حج کو جا رہے تھے اثنائے راہ میں اپنے سامان سفر و ملازمان سے جدا ہو گئے۔ گرمی کا موسم تھا۔ بھوک پیاس نے غلبہ کیا۔ شعب جبل میں ایک خیمہ دکھائی دیا وہاں گئے تو پیرزن بدویہ اسمیں تھی اس سے پانی طلب کیا۔ ایک بکری کی طرف کہ گوشہ خیمہ میں کھڑی تھی اشارہ کرکے بولی اسکو لو اور جو کچھ دودھ ہو اس سے دوہ لو۔ انھوں نے دودھ کر جو قدر قلیل ملا نوش کیا۔ پھر کھانے کی خواہش ظاہر کی عجوز نے کہا یہی بکری میری کائنات ہے اس کو ذبح کرو میں طعام تیار کر دوں گی انھوں نے بکری کو ذبح کیا بڑھیا اس کا گوشت کباب کر دیتی تھی وہ کھاتے تھے تا انیکہ سیر ہو کر قیلولے کے لئے لیٹ گئے۔ دن ڈھلے ٹھنڈا وقت ہونے پر اُٹھے اور سوار ہو گئے چلتے ہوئے کہا ہم قبیلہ قریش سے ہیں حج کو جا رہے ہیں خیریت سے وطن میں واپس آئیں تو تم ہمارے پاس مدینہ میں آنا۔ تمہارے ساتھ مسلوک ہونگے اتنا کہکر چلے گئے شام کو عورت کا شوہر آیا اور بکری کے ذبح ہونے کی کیفیت سنکر بہت جھنجلایا۔ بروایتے بوڑھی عورت کو زدوکوب کیا کہ ایک ہی بکری میرے پاس تھی اس کو ایسے اشخاص کی خاطر ذبح کر ڈالا جن کو جانتی بھی نہیں کہ کون تھے۔ پھر کہتی ہے کہ کچھ لوگ قریش سے تھے۔ اس موقع کے بعد کچھ عرصہ گزرنے پر بدوی مفلس ہو گیا تو وہ دونوں مدینہ جانے پر مجبور ہوئے وہاں جا کر محنت و مزدوری کرتے اور اس سے پیٹ پالتے دن کو صحرا میں

جاتے اور سرگین شتران چن کر جمع کرتے اور شام کو بستی میں لاکر اُسے فروخت کرتے ایک روز حسنؑ مجتبیٰ دہلیز خانہ میں تشریف رکھتے تھے عورت آپ کے سامنے سے گزری آپ نے اسے پہچانا عورت آپ کو نہ پہچانتی تھی لہذا آگے بڑھ گئی حضرتؑ نے آدمی بھیجکر اسے بلوایا۔ حاضر ہوئی تو فرمایا اے امۃ خدا مجھ کو پہچانتی ہو کہا نہیں فرمایا میں وہی ہوں کہ راہ حج میں فلاں مقام پر مع دو دیگر سواروں کے تمہارا مہمان ہوا تھا۔ بڑھیا بولی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں اب میں سمجھی حضرتؑ نے حکم دیا کہ ایک ہزار بکری اموال صدقہ سے خرید کر اسے دیجائیں اور ایک ہزار دینار اسے نقد عطا کئے اور اپنے غلام کے ہمراہ اپنے بھائی امام حسینؑ کے پاس بھیجا حضرت ابو عبداللہ نے دریافت کیا کہ ابو محمد ہمارے بھائی نے تم سے کیا سلوک کیا عرض کی ایک ہزار بکری اور ایک ہزار دینار عنایت کئے۔ فرمایا اسی قدر ہماری طرف سے بھی اس کو دیا جائے اور اپنا آدمی ساتھ کر کے عبداللہ بن جعفر طیار کے پاس بھیجا اُنھوں نے پوچھا حسنین علیہما السلام نے کیا جائزہ و انعام بخشا عرض کی دو ہزار بھیڑ بکری دو ہزار دینار عبداللہؓ نے فرمایا تو دو ہزار بھیڑ بکری اور دو ہزار دینار ہماری طرف سے دیئے جائیں اور کہا تو پہلے میرے پاس آتی تو ان کی پیروی نکرتا یعنی زیادہ دیتا غرض زن بدویہ چار ہزار دینار اور چار ہزار بھیڑ بکری کا عظیم الشان عطیہ لیکر اپنے شوہر کے پاس گئی اور زن و شوہر ہمیشہ کے لئے غنی ہو گئے۔ صاحب کشف الغمہ اس کی نقل کے بعد کہتے ہیں کہ یہ قصہ مشہور ہے اور دفاتر مناقب آنحضرتؑ میں مسطور اور آپکے مآثر میں ماثور ہمنے پیشتر اس کو ایک اور روایت سے نقل کیا تھا۔ اسمیں یہ تفاوت ہے کہ تینوں حضرات کے ساتھ اس سفر میں اہل مدینہ سے ایک اور شخص بھی شامل تھا اور یہ کہ وہ عجوز اول عبداللہؓ جعفر کے پاس آئی اُنھوں نے کہا پہلے ہمارے دو سید و سردار امام حسنؑ و حسینؑ کے پاس جاؤ تو وہ حسنؑ زکی کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے ایک سو شتر اسے عطا کئے پھر ابو عبداللہ الحسینؑ کے نزدیک گئی اُنھوں نے ایک ہزار بکری مرحمت فرمائی۔ پھر عبداللہؓ جعفر کے پاس آئی تو اُنھوں نے عطائے حسنینؑ سے خبر پاکر کہا میرے آقاؤں نے شتر بھیڑ بکری سے تجھے فارغ البال کر دیا روپیہ کا کام باقی ہے یہ کہکر ایک لاکھ درہم نقد عطا کئے بعد ازاں وہ اس مدنی کے گھر گئی جو ان بزرگواروں کا ہمسفر تھا اس نے کہا میں ان مہربانوں سے سخاوت و شرافت کا کیا مقابلہ کر سکتا ہوں ان کے جائزے کا عشر عشیر بھی نہیں دے سکتا خیر اپنی بساط کے موافق میں بھی کچھ دونگا

پس پھر ارد کنندہ جو کہ فقیر رکیب علی رسک یعنی رمس عطا کنے بوڑھی بدوی عورت یہ اموال و نقدی
ودواب ومواشی لیکر اپنے گھر گئی۔

ایک نئی قسم کی خرید و فروخت

عمرو عاص نے کچھ اشعار جن کی تعداد آٹھ تھی اور جو کتب مناقب میں نقل کئے گئے ہیں مدح و منقبت اہل بیتؑ اطہار و حیدر کرار غیر فرار میں کہے تھے۔ نیز جنگ صفین کے دنوں میں ایک روز شام ہو کر لڑائی ملتوی ہوئی اور فریقین اپنے مقر و مقام کو آرام کرنے کو گئے تو معاویہ نے علی علیہ السلام کی شجاعت کا بیان بہت شد و مد سے کیا عمرو عاص حاضر تھا بولا ؎

ومناقب شھد العدو بفضلھا والفضل ما شھدت بہ الاعداء

یہ شعر اور انہیں مزید ہو کر نو ہو گئے اور تین شعر اور دریافت ہوا کہ اس نے اس بارے میں کہے چونکہ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مدح و منقبت اہلبیتؑ میں ایک بیت کہے گا اس کے لئے ایک بیت (گھر) جنت میں بنے گا۔ عمرو عاص کو بہشت جانا نہ تھا۔ ایک روز امام حسنؑ نے اس سے کہا اے پسر عاص یہ بارہ شعر بیچتا ہے کہا مضائقہ نہیں پس حضرتؑ نے بارہ ہزار درہم دیکر وہ بارہ شعر اس سے خرید لئے۔

برخے از عبادات حسن مجتبیٰ

نماز آنحضرتؑ:۔ مناقب ابن شہر آشوب میں کتاب روضۃ الواعظین سے نقل کیا ہے کہ حسنؑ بن علیؑ جب وضو کرتے تو ان کے جوڑ بند کانپ جاتے اور رنگ مبارک زرد ہو جاتا کسی نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا کہ یا ابن رسول اللہ یہ کیا حالت آپ کی ہو جاتی ہے۔ فرمایا جو کوئی پروردگار عالم مالک لوح و قلم کے سامنے کھڑا ہو۔ حق ہے کہ اس کا رنگ زرد ہو جائے اور اعضاء و مفاصل پر لرزہ پڑ جائے

مروی ہے کہ جب مسجد کے دروازے پر پہنچتے تو سر مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے فرماتے الٰھی ضیفک ببابک یا محسن قد اتاک المسئ فتجاوز عن قبیح ما عندی بجمیل ما عندک یا کریم۔ خداوندا تیرا مہمان تیرے دروازے پر حاضر ہے اے احسان کنندے بدکار گنہگار تیرے پاس آیا ہے پس میری قبیح باتوں سے بوجہ اپنے جمیل و نیک خصائل کے درگزر کر اے صاحب لطف و کرم۔

اور کتاب فائق سے نقل کیا ہے کہ وہ حضرتؑ نماز فجر سے فارغ ہوتے تو طلوع آفتاب تک کسی
کے ساتھ کلام نہ کرتے۔ ہرچند لوگ چاہتے کہ اپنی ضرورات کی بابت حضرتؑ سے بات کرلیں۔
دیگر کمال الدین ابن طلحہ اپنی کتاب فصول المہمہ میں لکھتے ہیں کہ عبادت تین قسموں پر منقسم ہے بدنیہ
و مالیہ اور مرکب ان دونوں سے عبادت بدنیہ جیسے صوم و صلوٰۃ و تلاوت قرآن کریم و دیگر اوراد و
اذکار اور مالیہ مثل زکوٰۃ خیرات مبرات و دیگر صلات اور مرکب دونوں سے مانند حج و جہاد و
اعتمار کے پس اس میں شک نہیں کہ حضرت امام حسنؑ ان تینوں قسموں میں حظ وافر و بہرہ کامل رکھتے
تھے لیکن نماز و روزہ و اذکار و اوراد آنحضرتؑ کے پس معروف و مشہور ہیں اور السنہ ثقات پر
مذکور اور صدقات و صلات پس حافظ ابو نعیم نے وثوق و صحت کے ساتھ اپنے معتبر راویوں سے باسناد
معتبر خود حلیۃ الاولیا میں روایت کیا ہے کہ آنحضرتؑ نے دوبار اپنے جملہ مملوکات سے دست بردار
ہوکر راہ خدا میں خیرات کیا تین بار خدائے تعالےٰ کے ساتھ اپنے اموال و اسباب میں مقاسمہ فرمایا
یعنی آدھا ان سے رہنے دیا نصف باقی راہ خدا میں تصدق فرمایا حتی انہ کان یعطی نعلاً۔
یہانتک کہ جفت پاپوش سے ایک جوتی رکھ لیتے دوسری خیرات کرتے۔ لیکن عبادات مرکبہ از قسمین
پس حافظ مذکور نے بسند خود حلیہ میں نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے مجھ کو پروردگار عالم سے
شرم آتی ہے کہ اس کی ملاقات کو اسکے مکان پر جاؤں اور سوار ہوکر جاؤں پس بیس مرتبہ مدینہ سے مکہ
تک حج و عمرہ کو پیادہ پا جاتے۔ کونسا زہد و تقویٰ و خوف خدا اس سے زیادہ ہوگا۔ صاحب کشف الغمہ
نقل عبارت مذکورہ بالا فصول المہمہ کے بعد کہتے ہیں کہ امام حسنؑ کے فضائل و فواضل اور ان کے مکارم
و نوافل و زہد و عبادت و تقوےٰ و طہارت جن پر آپ کی عادت جاری تھی و سیرت و سریرت میں
داخل ہوچکے تھے مشہور و معروف ہیں۔ دشمنوں نے ان کے اخفا و استتار میں کیا کیا نہ کوششیں کیں
فھل یخفی النھار لذی عینین کہیں روشنی روز روشن مرد بینا دونوں آنکھوں والے سے
چھپی رہتی ہے۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ آپ کے پیادہ پائی کے حجات کی تعداد باختلاف ذکر ہوئی ہے
حلیۃ الاولیا میں جیسا اوپر گزرا بیس۲۰ حج بتلائے گئے مگر مناقب ابن شہر آشوب کی روایت میں جو
حضرت صادق علیہ السلام سے بصحت نقل کی گئی پچیس۲۵ لکھے گئے بعض روایات میں پندرہ تک بھی
ذکر ہوئے۔ درست تعداد کچھ بھی ہو اس میں شک نہیں کہ آپ ادب خداوندی اس قدر جانتے تھے

کہ اس کے بیت معظم کی زیارت کو پیادہ پا جائیں بلکہ بموجب بعض روایات بعض اوقات برہنہ پا ہوتے تھے۔ نجائب شتران ہمراہ ہوتے مگر آپ ان پر سواری نفرماتے بعض اسفار میں قافلہ حجاج کے ہمراہ اتفاق سفر ہوا اور پیادہ رواں ہوئے تو بوجہ اپنی علوشان وسمو مکان جس کے پاس سے گزرتے سواری سے اُتر کر پیادہ ہو جاتا۔ حتی کہ سعد وقاص امیر قافلہ کہ مرد معمر تھا اور پیادہ روی اسپر سخت گراں تھی پیدل چلنے پر مجبور ہوا تو حاضر خدمت ہو کر عرض پرداز ہوا کہ حجاج میں ضعفاء کمزور اشخاص کثرت سے ہیں اور کسی کو یارا نہیں کہ آپ پیادہ پا چلیں اور وہ سوار ہوں اس لئے ملتمس ہوں کہ حضور سوار ہوں۔ فرمایا ہم نے نذر کی ہے کہ پیادہ پا حج کریں اس لئے سوار نہیں ہو سکتے یہ کہکر قافلہ سے جُدا ہو کر دوسری راہ سے ہو لئے۔ مگر سوار نہ ہوئے۔

پا ہائے مبارک اس سفر میں ورم کر جاتے مگر سوار نہ ہوتے

ایک بار حج سے فراغت پا کر مدینہ کو واپس آرہے تھے کہ چلتے چلتے پا ہائے مبارک ورم کر گئے بہت غالب ہے پیادہ پائی کے علاوہ اسوقت برہنہ پا بھی ہوں۔ غلام سے کہا منزل پر پہنچو تو ایک مرد تیل بیچنے قافلہ میں آئیگا۔ اس سے روغن خرید لینا۔ اس نے تیل لیکر پاؤں پر مالش کی اس وقت چلنے کی توانائی آئی۔ یہ روایت خرائج الجرائح میں اس سے مبسوط تر نقل ہوئی ہے اور یہ آئندہ باب معجزات میں مذکور ہوگی اس سے ظاہر ہے کہ تنہا مکہ جانے ہی میں پیادہ روی کا التزام نہ تھا واپسی میں بھی سوار نہ ہوتے تھے اور ہر چند پے درپے رفتار روزمرہ کے سفر سے پا ہائے مبارک ورم کر جاتے تب بھی سوار نہ ہوتے اور بجائے سواری معالجہ کرتے اور افاقہ پاکر پیروں سے چلنا شروع کر دیتے۔ فصلواۃ اللہ علیہ وعلیٰ جدہ وابیہ وامہ واخیہ صلواۃً دائماً ابداً۔

تاسف معاویہ بر حرمان از حج پیادہ پائی

حلیۃ الاولیاء میں عبداللہ بن عمر سے اور اُنھوں نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ کا انتقال ہوا تو معاویہ نے کہا مجکو کسی امر پر اس قدر افسوس نہیں ہوا جتنا اس پر ہوا کہ کبھی پیادہ پا حج کرنے کی توفیق نہ پائی حالانکہ حسنؑ نے پچیس ۲۵ حج پیدل کیے۔ اشتران خوب سواری کے

آپ کے ہمراہ چلتے مگر وہ سوار نہ ہوتے اور پیادہ پا جاتے آتے۔ معاویہ پیادہ پا کیونکر حج کرتے جبکہ

بد دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللھم لا تشبعہ بطنہ پر وردگار اس کو سیر نکرنا اس کی جوع البقر اسقدر

بڑھ گئی تھی کہ برابر کھائے جاتے تھے اور اسکی وجہ سے شکم اتنا عظیم ہو گیا تھا کہ کھڑے نہ ہو سکتے بیٹھے

بیٹھے خطبہ کہتے کھڑے ہوتے تو بے اختیار گوز صادر ہو جاتا جس کے اوپر ایک مرتبہ صعصعہ بن صوحان

عبدی نے ان کی خبر لی تھی تو ایسا شخص پیادہ پا کیونکر حج کرسکتا ہے اور اس تمنا کا اظہار بھی محض انکی

ریا و حسد جبلی کا مقتضا تھا نہیں تو آپ صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ کی اصلاً پروا کرنے والے نہ تھے۔

برخے از حلم و بردباری آں سرورؑ

مروان لعین سے آپ کو بار بار ایذائیں پہنچتیں جنکو بحلم و سکون برداشت فرماتے۔ راویان ثقات کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اس مردود نے رُو در رُو حضرتؑ کو سب و شتم کیا۔ فارغ ہوا تو فرمایا اگر جو کچھ تو نے کہا راست و درست ہے تو خدا اس صداقت کی جزائے خیر دے۔ دروغ و کذب ہے تو اس سبحانہ کی طرف سے اس جھوٹ کا بدلہ پائیگا۔ اور قسم خدا کی کہ انتقام خدا میرے انتقام سے بدرجہا شدید تر ہے۔ دیگر تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے کہ حسنؑ و مروان کے درمیان کچھ کلام تھا اس کی دوران میں وہ مردود سخت و سست باتیں آپ کو کہنے لگا حضرتؑ خاموش سنتے رہے کہ اس کی ناک سے رطوبت آئی بائیں ہاتھ سے ناک پکڑ کر اسے صاف کرنے لگا۔ حضرتؑ نے فرمایا ویحک تجھے معلوم نہیں کہ داہنا ہاتھ منہ کے لئے ہے بایاں اعضائے اسفلہ کے لئے اُفٍ لک۔ مروان خاموش ہو گیا۔ بروایتے فرمایا واللہ لا امحو عنک شیئاً خدا کی قسم میں ذرا تجھ سے درگذر کرنے والا نہیں الا تجھ کو حوالے بخدا کرتا ہوں کہ وہ سبحانہ تجھ سے تیرا انتقام لیگا۔

دیگر مناقب میں ہے کہ ایک روز اس ملعون نے خطبہ کہا اور اس میں حضرت امیر المومنینؑ کا ذکر کرکے آنحضرتؑ کی مذمت کی حضرتؑ وہاں حاضر تھے کچھ نہ بولے۔ امام حسینؑ کو یہ حال معلوم ہوا تو اسکے مکان پر گئے اور کہا یا ابن الزرقاء تو ہی علیؑ کی مذمت کرے اور اس کو ناگوار باتیں سنائیں پھر حضرتؑ کی خدمت میں آکر کہا تمہارے سامنے باپ کی مذمت ہوتی رہی اور بیٹھے سُنا کئے۔ فرمایا وہ مردود صاحب تسلط و حکومت ہے جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے میں کیا کہہ سکتا تھا۔ باوجودیکہ زندگی میں

آنحضرت کو وہ ملعون برابر ایذائیں دیتا تھا۔ مگر تشییع جنازے میں شریک تھا۔ مدائنی نے جویریہ بن اسماء سے نقل کیا ہے کہ امام حسنؑ نے وفات پائی اور جنازہ آنحضرتؐ کا مدفن کو لیچلے تو مروان حمل جنازے میں شریک تھا (غالباً یہ اس وقت کا ذکر ہے جبکہ روضۂ رسول اللہ سے دفن کیے بغیر جنت البقیع کو لے چلے تھے۔ کیونکہ روضۂ جد امجد آنجناب پر جنازہ لیجانے کے وقت جو مروان لعین نے اس کا بتک حرمت کیا وہ معروف ہے اور آئندہ مبحث دفن آنحضرتؑ میں مذکور ہوگا) کسی نے کہا اس وقت تو ان کا جنازہ اُٹھاتا ہے اور کل زندگی میں وہ حضرت تیرے ہاتھوں غم و غصہ کے گھونٹ پیتے رہے ہیں۔ تو کہنے لگا میں وہ باتیں اس شخص کے ساتھ کرتا تھا یوازن حلمہ الجبال جسکا حلم پہاڑوں کے ہم وزن تھا۔ یعنی وہ کوہ حلم و وقار تھے۔

حکایت شامی بیباک دریدہ دہن

مبرد نے کامل میں نقل کیا ہے۔ نیز ابن عائشہ سے روایت ہوا ہے کہ امام زمن جناب حسنؑ ایک روز سوار جا رہے تھے ایک شامی آپ کو بایں شکوہ و شان دیکھکر کھڑا ہو گیا اور حسد و عداوت سے آپ کی مذمت کرنے اور (معاذ اللہ) لعن کرنے لگا۔ آپ اس کا کلام ضلالت انجام سنتے رہے۔ بیہودہ سرائی سے فارغ ہوا تو بروئے خنداں اس کی طرف متوجہ ہوئے اور سلام کیا اس کے اوپر اور فرمایا اے شیخ معلوم ہوتا ہے کہ تو اس شہر میں پردیسی نو وارد ہے اور شائد میری شناخت بھی تجھ پر مشتبہ رہی۔ مال کی حاجت رکھتا ہے تو تجھ کو مال دوں دینی ہدایت کا خواہاں ہے تو راہِ دین بتلا دوں سواری کی ضرورت ہو تو شتر اسپ استر حاضر ہے۔ کپڑا چاہیے کپڑا موجود ہے غرض جس قسم کی اعانت درکار ہو عمل میں لاؤں تاکہ تو غنی ہو جائے۔ بہتر ہے کہ اپنا سامان اٹھا لائے اور ہمارے مہمانخانے میں چلا آئے جس وقت تک یہاں ٹھہرنا چاہے ہمارا مہمان رہے کیونکہ ہمارا مکان فراخ اور جملہ اسباب آرام و آسائش وہاں موجود ہیں مال کثیر و زیبہ عظیم مہیا ہے۔ شامی یہ کلام عطوفت انضمام آنحضرتؑ کا سنکر رو دیا۔ اور کہا گواہی دیتا ہوں کہ تم خلیفہ خدا ہو زمین پر اللّٰہُ اَعلَمُ حَیثُ یجعل رسالتہ حق تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت و پیغامبری قرار دے۔ آجتک تم اور تمہارے باپ میرے نزدیک دشمن ترین خلائق تھے اس وقت سے احب خلق ہو گئے۔ یہ کہہ کر

آپ کے دولتخانے پر چلا آیا اور جب تک مدینہ میں رہا حضرت کا مہمان رہا اور آپ کا دوست شیعہ ہو گیا۔

کلامِ میمنت انجام آنحضرتؑ

آپ کا دل آویز کلام تسخیر قلوب کا کام دیتا تھا زبیر بن بکّار و ابن عون نے عمیر بن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا میں نے کسی کلام کرنیوالے کا کلام نہیں سُنا کہ حسنؑ بن علیؑ کے کلام سے محبوب تر ہو جب وہ حضرت بات کرتے تو گویا منہ سے پھول جھڑتے اور بے اختیار دل یہ چاہتا تھا کہ آپ بولتے جائیں اور میں سُنتا رہوں۔ نیز میں نے کبھی ان کی زبان مبارک سے کوئی کلمہ فحش کا نہیں سُنا الا ایک مرتبہ کہ عمر بن عثمان اور آنحضرتؑ کے درمیان ایک قطعہ زمین پر خصومت تھی امام حسینؑ نے ایک صورت مصالحہ پیش کی عمرو اس پر رضامند نہ ہوا تو اُس وقت آپ نے کہا لیس لعمرو عندنا الا مارغم بہ انفہٗ ہمارے پاس عمرو کے لئے کچھ نہیں مگر وہ امر جس سے اسکی ناک رگڑی جائے۔ یہ شدید ترین کلمہ فحش کا تھا جو آنحضرتؑ سے میرے سننے میں آیا۔ اللہ اکبر۔ آپ کے حالات و مقالات کو زندگی بھر کے جانچنے والے جنہوں نے ہر غیظ و غضب کے وقت کا لحاظ رکھا یہ کہتے ہیں کہ بڑے سے بڑا فحش کا کلمہ کہ ایک پشتینی دشمن کے مقابلے میں غصّہ کے وقت زبانِ مبارک سے نکلا تو رغم انف تھا جو فقط ایک بلفظ تہدید ہے فحش ہو نہیں سکتا۔ پس تہذیب کلام یہاں پر حد کو پہنچ گئی۔

حسنِ معاشرت

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ ایک شخص حضرتؑ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ حالانکہ باہر جانے کو تیار رکھتے فرمایا اے شخص تو اس وقت ہمارے پاس آیا جبکہ ہم اُٹھکر کہیں جانے والے تھے۔ اب تو کہے تو جائیں ورنہ نہیں سبحان اللہ اس وسعتِ اخلاق کو دیکھا جائے ایک عام آدمی کے ساتھ یہ سلوک کہ باہر جانے کی اجازت مانگی جاتی ہے۔

عفّت و پاکدامنی

منقول ہے کہ ایک مرتبہ سفر کے موقع پر قافلے کے ایک جانب کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ بادیہ

ایک عورت حسین و جمیل آکر سامنے کھڑی ہو گئی۔ نماز کو باختصار تمام کیا اور اس سے پوچھا کوئی حاجت رکھتی ہے۔ کہا آرزوئے وصال آں فرخندہ خصال میں بے چین ہوں اُٹھو اور کام دل مجھ سے حاصل کرو کیونکہ اس تمنا میں مسافت بعید طے کر کے یہاں پہنچی ہوں اور قید احصان سے آزاد ہوں۔ فرمایا دور ہو میرے سامنے سے چاہتی ہے کہ بروز قیامت تیرے ساتھ میں بھی جہنم میں جھونکدیا جاؤں مگر عورت اسی طرح اظہار شغف و فریفتگی کئے جاتی تھی۔ تا اینکہ حضرتؑ رونے لگے اور فرمایا ویحک الیک عنی وائے ہو تجھ پر میرے پاس سے دور ہو۔ بدویہ آپ کو گریاں دیکھکر خود بھی رونے لگی۔ امام حسینؑ وہاں آئے اور دونوں کو مشغول بکا دیکھکر وہ بھی گریاں ہوئے۔ پھر تو یہ تار لگا کہ جو کوئی آتا رونے میں ان کا شریک ہو جاتا۔ پس آواز گریہ و بکا اس مجمع سے بلند ہوئی۔ اور لطف یہ کہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ اس گریہ کا باعث کیا ہے پس زن عربیہ اُٹھکر ایک طرف کو چلتی ہوئی اور اور لوگ بھی متفرق ہو گئے۔ اس صحبت کو عرصہ گذر گیا حضرت امام حسینؑ ابو عبد اللہ از روئے اجلال و تعظیم برادر معظم اصلاً اس کی بابت پوچھ سکے کہ کیا معاملہ تھا۔ راوی کہتا ہے کہ بہت دنوں کے بعد ایک شب جبکہ حسنؑ مجتبیٰ سو رہے تھے یکبیک گریاں بیدار ہوئے امام حسینؑ موجود تھے پوچھا کیا بات ہے کیوں آپ روئے۔ فرمایا ایک خواب دیکھا ہے عرض کی کیا خواب ہے ارشاد فرمایئے حضرتؑ نے کہا کسی کے آگے اس کا ذکر نہ کرنا جبتک کہ میں زندہ ہوں کہا بہتر۔ فرمایا میں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور اوروں کی طرح ان پر نظر کرنیکو آگے بڑھا تو ان کا جمال بے مثال دیکھکر رونے لگا۔ میری طرف ملتفت ہوئے اور کہا اے برادر میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تم کیوں روئے۔ کہا مجکو تمہارا زن عزیز کی مصیبت میں مبتلا ہونا اور زندان میں جا کر قید کی مشقت اُٹھانا بوڑھے باپ یعقوبؑ کی تمہاری جدائی میں بیقراری و گریہ و زاری یاد آئی اس لئے گریاں ہوا۔ فرمایا تم کو زن بدویہ کے واقعہ پر کہ مقام ابوا میں پیش آیا تعجب نہ ہوا یعنی زن بدویہ سے تمہارا ابتلا میرے زن عزیز کے ابتلا سے کم نہ تھا بڑھکر تھا کیونکہ وہ بقول خود شوہر دار تھی بدویہ اس سے آزاد تھی۔

تواضع و انکسار

مناقب میں ہے کہ ایک روز کسی راہ سے جا رہے تھے ایک مقام پر کچھ فقیر بیٹھے اور زمین پر کچھ ٹکڑے روٹی کے رکھے کھا رہے تھے آپ کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا ابن رسول اللہؐ آیئے تشریف لا

کھانا کھانے میں ہمارے ساتھ شرکت فرمایئے یہ استدعا انکی سُنکر سواری سے اُترے اور فرمایا ان اللہ لایحب المستکبرین غرور کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا پس ان کے ساتھ بیٹھکر کھانے لگے سب شکم سیر ہوگئے اور کھانا بہ برکت شرکت آنحضرتؑ بحال خود باقی تھا۔ بعد ازاں آپ نے ان کو مدعو کیا حاضر ہوئے تو کھانا کھلایا اور تمام کو پارچہائے پوشیدنی اپنے پاس سے مرحمت کرکے رخصت فرمایا۔ فصیح لکھنوی نے باختلاف یسیر اس روایت کو اس طرح نظم کیا ہے۔ ~

ایک دن اسوار جاتے تھے حسنؑ — کرتے تھے جھک جھک کے مجرا مرد و زن
اک جگہ پر جمع کچھ مجذوم تھے — اکل میں مشغول وہ مغموم تھے +
دیکھکر شہ کو کیا سب نے سلام — اور کہا کچھ نوش کیجے یا امام
اتفاقاً صوم سے تھے شاہِ دیں — ہنس کے فرمایا هَنِیئاً مومنین
تم کو خالق دے زیادہ نوشِ جاں — صوم سے ہوں ورنہ ہوتا میہماں۔
ساتھ اسکے دل میں گزرا یہ خیال — دل شکستہ ہیں انھیں ہوگا ملال +
یعنی ہم سے آپکو ہے اجتناب — نوش اس باعث نہیں کرتے جناب
آہ جسدم دل میں گزرا یہ خیال — رحم آیا ان پہ حضرتؑ کو کمال
شرم کے مارے خمیدہ ہوگئے — کڑھ گئے اور آبدیدہ ہوگئے
سر اُٹھا کر پھر کہا اے دوستاں — شام کو ہو تم ہمارے میہماں
الغرض شب کو انھیں مہماں کیا — ساتھ کھانا ان کے نوشِ جاں کیا
کچھ نہ حضرتؑ نے کیا پاسِ مرض — جبر کسر قلب تھا شہ کو غرض

روایت مناقب میں فقط فقرائے کور ہے ان کے جذامی ہونیکا ذکر نہیں نیز وہاں صوم کا اظہار اور اس کی وجہ سے کھانے سے امتناع و انکار ہے۔ یہاں بے تکلف شریک طعام ہونے اور کھانا باقی رہنے کا معجزہ نیز مناقب میں ضیافت طعام کے ساتھ عطائے لباس و کسوت مزید ہے فصیح کا بیان اس سے خالی ہے۔ بہر کیف روایت مناقب پر سوال وارد ہوتا ہے کہ صدقہ آنحضرت پر حرام ہے۔ خاصکر امام حسنؑ کے دہن مبارک سے ان کے جد امجد رسول اللہ دانہ خرما صدقہ نکلواکر پھینکوا چکے تھے۔ تو پھر آپ نے وہ خیراتی ٹکڑے فقراء کے ساتھ بیٹھکر کیونکر نوش کئے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ صدقہ درحقیقت آنحضرتؑ پر

حرام ہے۔ الاصدقہ اسی وقت تک صدقہ ہے کہ کوئی کسی کو خیرات میں دے۔ مگر جب وہ شخص جس کو خیرات دیجائے وہ مال اپنی طرف سے کسی کام کی اُجرت میں دے یا بطور ہدیہ دوسرے کے آگے پیش کرے تو وہ اس کے لئے صدقہ نہیں رہتا۔ ہدیہ یا مزدوری ہو جاتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ بریرہ کنیز آزاد کردہ عائشہ نے کچھ گوشت خام ان کو ہدیہ کیا۔ مگر عائشہ نے اسے اسی خیال سے نہ پکایا کہ صدقہ ہے رسول اللہ کو اس سے اجتناب ہے لیکن حضرتؐ کو یہ حال معلوم ہوا تو فرمایا اِنَّھا لھا صدقۃ ولنا ھدیۃ بریرہ کے لئے وہ گوشت صدقہ تھا ہمارے واسطے ہدیہ ہے۔ بنابریں ریزہائے نان بھی کہ درویش کھا رہے تھے ان کے حق میں صدقہ تھے نہ کہ امام حسنؑ کے لئے۔ ان کے واسطے ہدیہ ہو گئے چنانچہ روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے کہ عام پیشہ ور کہ فقراء کے کام بناتے ہیں اُجرت میں وہی انکا خیراتی مال لیتے ہیں حالانکہ ان کو خیرات کرکے وہ مال دیا جائے تو کبھی قبول نکریں۔ اور مستطرف میں یہ روایت اس طرح پر وارد ہوئی ہے کہ جماعت فقراء نے جو آپ کو ان روٹی کے ٹکڑوں پر دعوت دی تو حضرت اُتر کر ان کے پاس بیٹھ گئے الا کھانے سے صاف انکار کیا اور فرمایا لولا انہ صدقۃ لا کلت معکم یہ صدقہ نہوتا تو میں البتہ تمہارے ساتھ کھالیتا۔ پھر فرمایا ہمارے ساتھ ہمارے مکان پر چلو وہ حضرتؑ کے ساتھ گئے فاطعمھم وکساھم وامرلھم بدراھم حضرتؑ نے ان کو کھانا کھلایا اور پارچہائے پوشیدنی عطا کئے اور درہموں کا انکے لئے حکم دیا۔ لیکن مجذوموں کے ساتھ طعام میں شریک ہونا جیسا کہ مرزا فصیح کی روایت میں ہے۔ حالانکہ ان سے اجتناب کا حکم ہے فرّ عنھم فرارک من الاسد کہ ان سے اسی طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ اس مرض کے تعدی کے اندیشہ سے ہے حضرات آئمہ علیہم السلام چونکہ ایسے امراض سے کہ باعث تنفر خلائق ہیں قدرتاً محفوظ ہیں لہذا ان کو یہ اندیشہ نتھا تو پھر ساتھ کھانے سے پرہیز کیا۔

رقتِ قلب

بحار میں بعض کتب معتبرہ مناقب سے نقل ہوا ہے کہ نجیح نے کہا میں نے دیکھا کہ امام حسنؑ کھانا تناول فرمارہے ہیں اور ایک کتا آپ کے آگے کھڑا ہے ایک لقمہ آپ کھاتے ہیں تو دوسرا ویسا ہی کتے کو ڈالتے ہیں عرض کی کہ دوں اس کتے کو اپنے سامنے سے دور نہیں کراتے۔ آپ طعام نوش فرماتے ہیں یہ سامنے کھڑا ہے فرمایا کھڑا رہنے دو بتحقیق کہ مجھے شرم آتی ہے کہ ایک ذی روح میرے سامنے کھڑا ہو میں کھائے جاؤں

اور اسے نہ دوں یا دھتکار دوں۔

عفو و بخشش

ایک غلام جرم شدید کا مرتکب ہو کر سزا کا مستوجب ہوا حکم دیا کہ تعزیر کیا جائے اسے مارنے لگے تو پکارا اے مولا میرے میری ایک گذارش سن لیجیے حق تعالے قرآن میں فرماتا ہے والعٰ فین عن الناس یعنی آدمیوں کے گناہ معاف کرنے والوں کی مدح فرماتا ہے ارشاد کیا عفوت عنک یعنے تیرا گناہ معاف کیا عرض کی اس کے بعد ارشاد ہے واللہ یحب المحسنین یعنی اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنیوالوں کو۔ فرمایا انت حرٌّ لوجہ اللہ۔ ولک ضِعفَ ما کنت اُعطیک تو آزاد شدہ راہ خدا ہے اور جو کچھ حالت رقیت میں تجھ کو ملتا تھا اب اس سے دگنا ملا کریگا۔

انقطاع بر خدا و اعراض از غیر او

شبلنجی مصری نے نور الابصار میں روایت کی ہے کہ امام حسنؑ کو معاویہ کے پاس سے ایک لاکھ درہم ہر سال آتا تھا۔ ایک بار اس میں دیر ہوئی تو تنگ دستی کا احساس کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ قلم دوات منگایا کہ اس کو رقعہ لکھکر یاد دہانی کروں مگر کچھ سوچکر خاموش رہے۔ اسی دن حضرت رسولخداؐ کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں اے حسنؑ کیا حال ہے عرض کی اچھا ہوں اے پدر یہ کہکر مال کے آنے میں توقف کی شکایت کی۔ فرمایا تم نے قلم دوات منگایا تھا کہ رقعہ لکھکر ایک مخلوق کے آگے اپنی حاجتمندی کا ذکر کرو۔ عرض کی ہاں یا رسول اللہؐ مینے ایسا قصد کیا تھا۔ فرمایا اس دعا کو پڑھا کرو اللّٰھُمّ اقذف فی قلبی رجاءک واقطع رجائی عمن سواک حتی لا ارجو احداً غیرک اللھم ما ضعفت عنہ قوتی واقصر عنہ عملی ولم تنتہ الیہ رغبتی ولم تبلغہ مسئلتی ولم یجر علی لسانی لما اعطیت احداً من الاولین والآخرین من الیقین فخصنی بہ یا ارحم الراحمین فرماتے ہیں کہ یہ دعا ایک ہفتہ مینے پڑھی تھی کہ ۱۵ لاکھ کی رقم شام سے میرے لئے آگئی شکر خدا بجالایا اور جانا کہ جو اس سبحانہ کو یاد رکھتا ہے وہ اسے نہیں بھولتا اور جو اس سے مانگتا ہے اسکو خائب و خاسر نہیں پھیرتا۔ اس کے بعد دوبارہ حضرت رسالت پناہ کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں کہ اے حسنؑ اب کیا

دعا او ترکی کے لئے

حال ہے عرض کی بخیریت ہوں اور اپنی کیفیت بیان کی فرمایا اے فرزند یہی حال ہے اس شخص کا جو خلائق کی درگاہ کا امیدوار ہو اور مخلوق سے قطع امید کرے۔ شبلنجی کہتے ہیں کہ جھوری نے یہ حدیث مشارق الانوار میں روایت کی ہے۔

جرأت و جلادت

بحار الانوار میں مروی ہے کہ بروز جمل امیر المومنین ؑ نے ایک نیزہ اپنے فرزند ارجمند محمد بن حنفیہ کو دیا اور فرمایا کہ لشکر مخالف میں جا کر اس کو شتر عائشہ پر لگاؤ۔ محمد وہاں پہنچے تو بنی ضبّہ کہ اونٹ کے گرد تھے سد راہ ہوئے ہر چند سعی کی کہ وہاں تک پہنچیں فائدہ نہ ہوا رسائی نہ ہو سکی ناچار بے نیل مرام واپس آئے۔ امام حسن ؑ نے یہ حال مشاہدہ کیا تو وہ سنان محمد کے ہاتھ سے لے لیا اور اس طرف کا ارادہ کیا صف اعدا کو چیرتے دلیرانہ شتر عائشہ کے پاس جا پہنچے اور نیزہ اس کے جسم میں لگا کر حسب خواہش اپنے پدر عالیقدر سر نیزہ اس کے خون میں ڈبو کر واپس آئے اس سے آثار انفعال و رنج و ملال ناصیہ حال محمد پر مشاہدہ ہوئے جناب امیر نے اپنے فرزند دلبند کو سینہ سے لگا لیا اور فرمایا اے فرزند دلگیر نہ ہو کہ تو پسر علی ؑ ہے اور حسن ؑ پسر رسول خدا ان کے اور تمہارے درمیان بڑا فرق ہے۔

عظمتِ پدرِ عالیقدر بنظر انور آنجناب ؑ

منقول ہے کہ ایک بار طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھے کہ کسی نے کہا هذا ابن فاطمة الزهراء یہ فاطمہ ؑ زہرا دختر رسول ؐ خدا کے بیٹے ہیں حضرت ؑ نے یہ کلام اس کا سنا تو فرمایا کس لئے تو نے پسر علی ؑ ابن ابی طالب ؑ نہ کہا یعنی بجائے باپ کے ماں سے کس لئے منسوب کیا۔ فابی خیرٌ من اُمّی میرے باپ میری ماں سے کمتر نہیں بلکہ ان سے بہتر ہیں۔

دیگر منقول ہے کہ ایام جنگ صفین میں ایک روز چھوٹا بیٹا عمر خطاب کا عبید اللہ بن عمر کہ تیغ سطوت امیر المومنین ؑ سے ڈر کر معاویہ سے جا ملا تھا۔ امام حسن ؑ سے ملا اور بولا اے حسن ؑ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں مانو تو اس امت پر بڑا احسان کرو یہ سارے جھگڑے قضیے چکب جائیں تمہارے باپ علی بن ابی طالب ؑ کے ہاتھ سے جو روز سیاہ عرب نے دیکھا ہے تم اس سے ناواقف نہیں انکی

تیغ بڑاں سے ایک عالم خستہ و ناتوان ہے۔ وہ معاملات و محاربات کسی کو بھولے نہیں۔ مزید براں اب لوگ عثمان کا قاتل بھی انہی کو جانتے ہیں۔ پس اس صورت میں ناممکن ہے کہ امر خلافت ان پر راست آوے اور یہ اُمّت تہ دل سے ان کی اطاعت قبول کرے۔ تم اس طرف چلے آؤ تو ہم سب تمہارے ساتھ بیعت کر کے تم کو خلیفہ بنالیں چونکہ تم فرزند رسول خداؐ ہو عرب سے تمہارے مقدمہ میں کوئی اختلاف نہ کرے گا۔ اور یہ آتش فتنہ فساد کہ مشتعل ہو رہی ہے بجھ جائے گی حضرتؑ نے یہ طول طویل بیان اس کا سنکر فرمایا۔ اے پسر عمر کیسی باتیں بناتا ہے۔ چاہتا ہے کہ میں دین اسلام سے نکل جاؤں اور وصی برحق و خلیفہ مطلق رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کو چھوڑ کر کفر صریح اپنے لئے اختیار کروں بتحقیق کہ ابلیس لعین نے تجھے اغوا کیا اور نفس امارہ کے فریب میں آگیا کہ معاویہ اور اس کے کنبے قبیلے کی دشمنی رسول اللہ کے ساتھ تو نے بھلا دی کہ بمقابلہ امیر المومنینؑ نفس رسولؐ رب العالمین اسکی حمایت کرتا ہے۔ دُور ہو میرے سامنے سے کہ میں دیکھتا ہوں کہ بہت روز نہیں گزریں گے کہ تو اپنے خون میں رنگین ہوگا اور یہ زمین تیرا مسکن و ماوے بنے گا۔ مکار مگر احمق عبید اللہ یہ سنکر ہنسنے لگا اور معاویہ کے پاس کر کہنے لگا کہ میں نے چند باتیں بنائیں تھیں کہ حسنؑ کو فریب دوں اور ان کے باپ سے جدا کر کے یہاں لے آؤں معاویہ نے کہا اے عبید اللہ حسنؑ تجھ جیسوں کے فریب میں آنیوالے نہیں انہ ابن علی وہ بتحقیق پسر علیؑ ہیں راوی کہتا ہے کہ اس گفتگو کو تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ عبید اللہ لشکرہائے امیر المومنینؑ کے ہاتھ سے اسی معرکہ صفین میں مارا گیا جیسا کہ یہ حقیر اس سے پہلے تہذیب المتین میں اس کا بیان مفصل لکھ چکا ہے

جو مال کہ حفظ عرض آبرو میں خرچ ہو بمنزلہ خیرات ہے

ایک شاعر نے جناب حسنؑ زکی کی مدح کی آپ نے کچھ مال اسے عطا کیا ندما سے ایک شخص نے کہا سبحان اللہ شاعر کو کہ بہتان اُٹھاتا اور نافرمانی خدا کرتا ہے۔ یہ عطیہ زیادہ ہے فرمایا اے بندۂ خدا سب سے اچھا مال وہ ہے جسے آدمی اپنے عرض آبرو کی حفاظت میں خرچ کرے بتحقیق کہ اپنے تئیں شر سے بچانا ابتغاء خیر کی ایک قسم ہے

غیبت کرنا اور سننا یہ دونوں برابر ہیں

ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا ابن رسول اللہ فلاں شخص آپ کو بہ بدی یاد کرتا تھا۔ یہ کلام اس کا ناگوار خاطر عاطر ہوا۔ فرمایا اے بندۂ خدا تو نے مجکو تعب و تکلیف میں ڈالا اب میں حق تعالیٰ سے اسکے اور اپنے دونوں کے لیئے استغفار کروں گا۔ اس کے لیے تو اس سبب سے کہ غیبت کرنیکا مرتکب ہوا اور اپنے واسطے اس سے کہ اسکی برائی کو سنا حدیث میں وارد ہے السّامع للغیبۃ احد المغتابین سننے والا غیبت کا دو غیبت کرنیوالوں سے ایک ہے۔

شان و شکوہ آنحضرتؑ

مناقب میں تاریخ محمد بن اسحاق مورخ سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا رسول اللہ کے بعد کسی کو وہ شان و شرف نصیب نہیں ہوا جو حسنؑ بن علی کو حاصل تھا دولت سرا کے دروازہ پر مسند ڈالی جاتی وہ حضرت آکر اسپر بیٹھ جاتے تو راہ گیروں کو حوصلہ نہ ہوتا کہ آگے سے گذر جائیں۔ رعب و جلال حضرتؑ سے راستہ بند ہو جاتا۔ آپ کو یہ حال معلوم ہوتا تو اُٹھکر گھر میں چلے جاتے اس وقت آمد و رفت خلائق جاری ہوتی۔ مکہ کو پیادہ جاتے کبھی قافلہ کا ساتھ ہوتا تو جو کوئی حضرتؑ کو دیکھتا سواری سے اُتر جاتا حتی کہ سعد وقاص کو بھی اکثر مرتبہ پیادہ ہونا پڑا تھا۔ واصل بن عطا کا قول ہے کہ حسنؑ بن علیؑ میں سیمائے انبیاء و بہار ملوک جھلکتے تھے۔

مروی ہے کہ کسی نے کہا ان فیک عظمۃ یا ابن رسول اللہ حضرت میں بزرگی و عظمت ہے فرمایا عظمت نہیں مجھ میں عزت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین کہ عزت صرف خدا کے لئے ہے اور اس کے رسولؐ کے اور مومنین کے لئے۔

رعب و تاثیر در دل اعدا

جنگ جمل فتح ہوئی اور اُم المومنین عائشہ مع دیگر بندیان معرکہ قتال نظر بند ہو کر بصرہ میں عبداللہ بن خلف خزاعی کے مکان میں ٹھہرائی گئیں تو امیر المومنینؑ نے عبداللہ بن عباس اپنے برادر ابن عم کو

آپ کے پاس بھیجکر پیغام دیا کہ تہیہ سفر کرکے جلد روانہ مدینہ سکینہ ہو۔ اور جس مکان میں رسول خدا چھوڑ گئے ہیں اور حق تعالے نے اپنے قول قرن فی بیوتکن میں وہاں ٹھہرنے اور اس سے باہر نہ نکلنے کی تاکید فرمائی قیام کرے مگر عائشہ جانے پر راضی نہ ہوئی تھی ناچار ابن عباس نے بے نیل و مرام واپس آکر کیفیت بیان کی امیر المومنینؑ نے بنفس نفیس اس کے پاس جاکر فہمائش کی۔ سود مند نہ ہوئی۔ آخرش حضرتؑ نے گل گلزار امامت و سرو جوئبار عظمت و طہارت جگر بند رسولخدا جناب حسن مجتبیٰؑ کو اس کے پاس بھیجا۔ سید و سردار جوانان بہشت نے جاکر پیغام پہنچایا۔ صاحب روضۃ الاحباب جمال الدین بن عطاؤ اللہ محدث نے ان الفاظ میں یہ پیغام رسانی ادا فرمائی ہے۔ "حسنؑ آمد و گفت امیر المومنینؑ بفرماید بداں خدائیکہ شگافت دانہ را و بیافرید آدم فرزانہ را کہ اگر در زمان تجہیز سفر مدینہ نہ پردازی پیغامی بتو فرستم و ترا تنبیہ کنم بر امرے کہ کیفیت آنرا تو نیک دانی انتہے۔ راوی کہتا ہے کہ عائشہ اس وقت اپنے سر میں کنگھی کر رہی تھیں نصف سر جانب یمین میں شانہ کر چکی تھیں نصف یسار باقی تھا کہ امام حسنؑ نے پیام مذکور اسکو پہنچایا۔ نصف سر کو شانہ کئے بغیر چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوگئیں۔ اور کنیزوں اور خواصوں کو حکم دیا کہ کارسازی سفر میں مشغول ہوں اور اسباب و سامان کو شتران بار برداری پر بار کرو۔ کہ کوئی صورت اب مدینہ جانے کے سوا باقی نہیں۔ اور کمال اضطراب و قلق و پیچ و تاب ان کے چہرہ سے عیاں تھا۔ رؤسائے بصرہ کی ایک عورت نے کہا اے ام المومنین عبداللہ ابن عباس تمہارے پاس پیام لائے تم نے زور زوران سے گفتگو کی جو ہم سب نے سنی اس کے بعد باپ اس جوان کا خود امیر المومنینؑ آئے اور یہی کلام کیا تم نے ان کا کہنا بھی نہ مانا۔ اب کیا پیش آیا کہ اس پسر کی بات پر اتنا اضطراب ہے۔ عائشہ نے جواب میں کہا "ایں جوان سبط رسولؐ و فرزند بتولؑ و نور دیدہ قبول است ہر کسے کہ دوست دارد کہ نظر بر دو چشم خانہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیاندازد باید کہ نظر بچشمان این فرزند او کند بتحقیق کہ من دیدم کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم او را ے بوسید و سمے بوسید و بسینہ اطہر خود ملحق میگرداند پدرش بدست او پیغامے فرستادہ و مرا بر امرے اطلاع دادہ کہ بجز طریق سلوک بمدینہ دوائے دیگر ندارم۔

حالیا مصلحت وقت در آں مے بینم ۔۔۔ کہ کشم رخت باں گوشہ خوش بنشینم

غرض عورت نے اس امر کی بابت استفسار کیا تو بی بی عائشہ نے اس کا یوں بیان فرمایا کہ ایک روز مال غنیمت رسول اللہؐ کے پاس آیا تھا حضرتؐ اس کو تقسیم فرما رہے تھے ہم گروہ ازواج ایک مقدار معین

اس مال کی طلب کرتے تھے اور اصرار مبالغہ حد سے بڑھا ہے تھے۔ علی بن ابی طالب اس پر ہمکو ملامت کرنے لگے ہمنے کلمات سخت و درشت ان کے مقابلہ میں کہے۔ انھوں نے آیہ شریفہ عسی ان طلقکن ان یبدل ازواجاً خیراً منکن یعنی اگر رسول اللہ تمکو طلاق دیوے تو شاید خدا اس کے بدلے میں تم سے بہتر ازواج ان کو مرحمت کرے تلاوت کیا اسکو سُنکر ہماری آتش غیظ اور بھڑکی۔ اور آنحضرتؐ کے ساتھ کلام تشدد الیام کیے رسولخدا اس پر غضبناک ہوئے اور علیؑ سے خطاب کرکے فرمایا یا علیؑ مینے ان کا طلاق تمہارے قبضہ قدرت کے حوالے کیا۔ میری زندگی میں یا وفات کے بعد تمکو اختیار ہے جب چاہو ان میں سے جسے چاہو طلاق دے سکتے ہو جسکو طلاق دو گے اس کا نام دفتر نساء النبی سے محو کر دیا جائیگا۔ عائشہ نے کہا تو اب مجکو اندیشہ ہے کہ مبادا علیؑ کے منہ سے کوئی کلمہ نکلجائے جسکا تدارک نہ ہو سکے۔ اور میں عالم آخرت میں آنحضرتؐ کے دولت ملاقات وسعادت خدمت سے محروم رہوں ۔ (روضۃ الاحباب)

برخاستن از جان وجہان مشکل نیست مشکل ز سر کوے تو برخاستن است

راضی برضاء خدا کی دعا مستجاب ہوتی ہے

کافی میں ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے نقل ہے کہ حسنؑ بن علیؑ نے عبداللہ جعفر رضی اللہ عنہما سے بوقت ملاقات فرمایا۔ اے عبداللہ وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا جو قسمت خدا پر اپنے حق میں راضی نہو۔ اور اسکو حقیر جانے حالانکہ حکم دینے والا اس بارے میں خدا ہے اور اگر سراسر میں تابع رضائے الٰہی رہے تو میں ضامن ہوتا ہوں کہ جو دعا اس سبحانہ سے کریگا البتہ قبول ہوگی ۔

جواب تعزیت نامۂ دختر از جانب حسنؑ مجتبیٰ

امالی شیخ طوسی علیہ الرحمہ میں نقل ہوا ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اصحاب اطیاب سے کسی نے آنحضرتؐ کو آپ کی ایک لڑکی کے فوت ہونے پر خط تعزیت لکھا تھا۔ اس کے جواب میں کلمات ذیل تحریر فرمائے۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے تمہارا خط متضمن بر تعزیت میری فلاں دختر کے پہنچا میں اس مصیبت کا اجر خدا کے نزدیک حساب کرتا ہوں درانحالیکہ قضائے ربانی کا تسلیم کنندہ اور اس کی

بلا پر صبر کرنے والا ہوں بتحقیق کہ ہم کو مصائب نے دردمند کیا اور نوائب نے اندوہگیں فرمایا جو مفارقت دوستان مالوف کے کہ ہم پر مہربان تھے اور اخوان معروف کہ انھیں دیکھکر مسرور و شادماں ہوتے اور آنکھیں ان کے دیدار سے مسرت پاتی تھیں اب ان کا یہ حال ہے کہ زمانے نے ان کو معدوم اور موت نے نیست و نابود کر دیا۔ کچھ پس ماندے اپنے پیچھے چھوڑ کر خود راہگرائے ملک عدم ہوئے اور لشکر مردگان میں جا پڑے ان لوگوں کے مجاورین جو خود لائق محاورت نہیں نہ ان کی فیمابین ملاقات ہوتی نہ دیکھ بھال قرب و جوار مفرط کے باوجود باہمد گر میل جول نہیں رکھتے۔ انکے اجسام اپنے اہل سے جدا اپنی ارواح سے خالی ہیں بھائیوں نے ان سے ابدی جدائی اختیار کر لی ہے۔ ان کے گھروں کے مانند کوئی گھر انکو نہیں ملا۔ ان کی قرار گاہوں کے مثل کوئی قرار گاہ نظر نہیں آتی۔ وحشتناک مکانوں میں بستے ہیں اور دائمی خواب میں پڑے سوتے ہیں۔ دیار موحشہ کی طرف کوچ کیا اور دیار مونسہ سے کنارہ کر گئے، جس کو نہ کسی بغض و عداوت سے ترک کیا نہ فرسودہ ہونے سے وداع فرمایا ہے۔ یہ مرحومہ میری لڑکی ایک کنیز مملوک خدا تھی اس راہ میں وہ سوار ہوئی ہے جو جاری و مسلوک ہے۔ آگے گروہ گروہ اس سے گذر گئے جو باقی ہیں عنقریب اس سے گزرنے والے ہیں والسلام۔

اصلاح محاورۂ عرب

تَہْنِیَتِ مَوْلُوْدْ۔ ابوہریرہ اسلمی ناقل ہے کہ امام حسنؑ کے بچہ پیدا ہوا بعض قریش مبارکباد کو آئے اور کہا لِیَہْنِئْکَ الفارس کہ مبارک ہو تم کو یہ طفل سوار یعنی بطور فال نیک کہا کہ مولود حملہ سواران سے ہو۔ فرمایا یہ بھی کوئی کلام ہے۔ بدوا تیے فرمایا تجھ کو کیا علم ہے کہ بچا فارس سوار ہوگا یا راجل عزض پیادہ کی فدا ہوں حضرتؑ پر پھر کسطرح مبارکباد کہوں تو آپ نے یہ عبارت اس کو تعلیم کی کہ کہہ شکرت الواھب و بورک لک فی الموھوب و بلغ اللہ ارشدہ و رزقک برہ یعنی خدا واہب کا شکر کرو وہ سبحانہ مولود میں برکت دے اور اسکو بروان چڑھائے اور تمھیں اسکی نیکوئی سے منتفع و متمتع کرے

تہنیت غسل

ابو مریم انصاری سے نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ حمام سے غسل کر کے برآمد ہوئے کسی نے کہا طاب

استحمام ملک تمہارا احمام کرنا یعنی حمام میں نہانا خوب ہوا۔ آپ نے فرمایا اے بیوقوف یہاں است[1]
کا کیا مصرف ہے مدعا یہ کہ استحمام کو اغتسال کے معنوں میں استعمال کرنا لغت غیر فصیح ہے۔ اس نے
غرض کی پھر کیا کہوں۔ فرمایا کہو طاب ماطُہرمنکَ تم بخوبی طاہر ہوگئے۔

فصاحتِ بیان و طلاقتِ لسان

بحار میں ہے کہ بعض اشرار کوفہ نے شہرت دی کہ حسنؑ بن علیؑ فن گویائی و طلاقت و زبان آوری
میں عاجز ہیں۔ رفتہ رفتہ اسکی خبر امیر المومنینؑ تک پہنچی آپ نے اپنے لختِ جگر کو طلب کیا اور فرمایا اے
فرزند کوفیوں نے تمہارے مقدمہ میں ایک کلمہ کہا ہے جس کو میں مکروہ جانتا ہوں عرض کی کیا کہتے ہیں
فرمایا کہتے ہیں کہ حسنؑ کند زبان ہیں۔ معاملات میں دلیل و حجت قائم نہیں کرسکتے پس منبر پر جاؤ اور خطبہ
کہو عرض کی یا امیر المومنینؑ میں حضرتؑ کے حضور میں کلام نہیں کرسکتا۔ فرمایا میں علیحدہ ہوجاؤں گا۔
پس منادی ہوگئی کہ الصلوٰۃ جامعۃً نماز جماعت قایم ہوتی ہے آجاؤ۔ مسلمان جمع ہوگئے بعد نماز
حسنؑ مجتبیٰ منبر پر تشریف لے گئے اور ایک مختصر سی حمد و صلوٰۃ اس فصاحت سے ادا فرمائی کہ لوگ جوق جوق
اُٹھے اور صدائے گریہ و بکا چہار سمت سے بلند ہوئی پھر فرمایا۔

ایھا الناس اعقلوا عن ربکم ان اللہ اصطفٰی اٰدم و نوحًا و اٰل ابراھیم و اٰل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعضٍ واللہ سمیع علیم فنحن الذریۃ من اٰدم والاسرۃ من نوح والصلوٰۃ من ابراھیم والسلالۃ من اسمٰعیل و اٰل محمد نحن فیکم کالسماء المرفوعۃ والارض

لوگو سنو اور سمجھو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا آدم و نوحؑ کو اور آلِ ابراہیمؑ کو اور آل عمران کو عالم والوں پر یہ ایک دوسرے کی ذریت ہیں۔ اور اللہ سمیع و دانا ہے۔ پس ہم ذریت ہیں آدمؑ کی اور قرابت دار ہیں نوحؑ اور چیدہ ہیں ابراہیمؑ کے اور برگزیدہ اسمٰعیلؑ ہیں اور آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ

[1] لفظ است جیسے باب استفعال کا شروع اور اسکی علامت ہے اسی طرح ایک علیحدہ لفظ بمعنی حلقۂ دبر بھی ہے
آپ نے اُسے آگاہ کیا کہ حمام پر است لگا کر استحمام بنانا اور اسکو غسل کے معنوں میں استعمال کرنا فصیح لغت نہیں۔ نیز ایک نوع کی
مزاح تھی اس کے ساتھ کی کہ یا لکع اے بیوقوف ما تفعل بالاست ضمنا ہ است کو لیکر کیا بنے گا ۱۲ منہ عفی عنہ

المدحوة والشمس لصاحبة وكالشجرة الزيتونة لاشرقية ولاغربية اللتي نورلت زيتها اصلها النبي وعلي فرعها ونحن والله ثمرة تلك الشجرة من تعلق بغصن من اغصانها نجي ومن تخلف عنها فالی النار هوی انتهی

ہم تمہارے درمیان مثل آسمان بلندی یافتہ اور زمین مبسوط کے اور آفتاب نصف النہار کے ہیں اور مانند شجرۂ زیتون کے کہ شرقی وغربی ہونے کے قید سے باہر ہے اور اسکا روغن برکت دیا گیا ہے اصل اسکی نبی اور شاخ علی ہیں اور ہم قسم خدا کی اس درخت کے پھل ہیں جو اس درخت کی شاخوں سے ایک شاخ سے متعلق ہوگیا اسنے نجات پائی اور جس نے تخلف کیا وہ آتش جہنم میں گر گیا۔

امیر المومنینؑ کہ منبر سے فاصلہ پر آدمیوں کے درمیان ملے جلے بیٹھے تھے یہ خطبہ فصیح سنکر اٹھے اور بحالیکہ خوشی میں دامن ردا آپ کے پیچھے گھسٹتا آتا تھا تشریف لائے اور منبر پر جاکر پھر سر وچشم اپنے نور دیدہ کو بوسہ دیا اور فرمایا اے فرزند رسولؐ ثبتت علی القوم حجتك واوجبت علیهم طاعتك فویل لمن خالفك تم نے ان لوگوں پر اپنی حجت امامت ثابت کردی اور اپنی طاعت کو ان پر واجب گردانا پس ویل عذاب ہے اسکے لئے جو تمہاری مخالفت کرے۔

دیگر منہال بن عمر سے نقل ہے کہ ایک بار معاویہ نے کہا اے ابو محمدؐ منبر پر جاؤ اور خطبہ کہو جس میں اپنا حسب ونسب ذکر کرو حضرتؑ اسکے کہنے کی موجب منبر پر گئے اور حمد وثنائے الہی اور درود بر رسالت پناہی کے بعد فرمایا جو مجھے پہچانتا ہے جانتا ہے جو نہیں جانتا میں اسکو اپنے تئیں پہچنواتا ہوں۔ میرا شہر مکہ ومدینہ ہے اور میں منسوب بصفا ومروہ ہوں اور پسر ہوں نبی المصطفیٰ اور پسر اس کا جس نے جبال راسیات پر صعود کیا اور پسر اس کا جسکے محاسن رو کو جلباب حیانے ڈھانک لیا میں ہوں پسر فاطمۂ زہرا سیدۃ النساء کا میری جدات قلیلۃ العیوب ونقیۃ الجیوب یعنی پاکدامن تھیں سلسلہ کلام یہانتک پہنچا تھا کہ موذن نے آواز دی کہ اشهد ان محمد الرسول الله حضرتؑ نے کہا اے معاویہ تو بتا کہ محمدؐ میرے باپ ہیں یا تیرے۔ اگر کہا میرے باپ نہیں تو بوجہ انکار ایک امر ضروری الاسلام کے کافر ہوگیا۔ ہاں کہا تو یہ اعتراف ہے میری فضیلت کا۔ پھر فرمایا قریش باقی عرب پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ ہم سے ہیں اور عرب عجم پر مفتخر ہیں کہ وہ حضرتؐ عرب ہیں۔ اور عجم عرب والوں کی فوقیت کے قائل ہیں کہ فی الحقیقۃ حضرتؐ انسے ہیں۔ پس یہ لوگ ہماری وجہ سے حقدار بنتے ہیں اور ہمارا حق نہیں دیتے۔ مؤلف کہتا ہے کہ یہ ذکر زمانہ خلافت معاویہ کا ہے کہ اسکے ساتھ صلح ہوکر بیعت ہوچکی تھی

دیگر خطب روایات دیگر اس عہد کے آئندہ باب خلافت میں مذکور ہونگے۔

اور ابن عبدربہ نے کتاب عقد الفرید میں روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ تم لوگ اگر شرق سے غرب تک تلاش کروگے تو میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے سوا پسر رسولخدا تیسرا دنیا میں نہ پاؤگے اس وقت معاویہ نے سلسلہ کلام قطع کرنے اور آپ کو خجل و شرمسار (معاذ اللہ) بنانے کے لئے کہا اے ابو محمد ذرا رطب یعنی خرمائے تازہ کی تعریف کرو۔ فرمایا ہاں باد شمال اس کو حامد کرتی ہے۔ اور ہوائے جنوب باہر نکالتی ہے۔ دھوپ پکاتی ہے اور ضوء قمر (چاندنی) لطافت پیدا کرتی ہے۔ اکبر روایتی مدائنی فرمایا الریح تنفخہ والحر تنضجہ واللیل یبرده وتطیبہ ہوا اسکو پھلاتی ہے گرمی پکاتی ہے اور رات ٹھنڈا کرتی ہے اور مزہ دار بناتی ہے۔ نیز مدائنی کی روایت ہے کہ عمرو عاص نے اپنی اسی نیت فاسد کے تقاضے سے فرمائش کی کہ بیت الخلا جانیکے مسائل بیان کیجئے۔ فرمایا ہاں اسکے لئے دور تر جائے اور زمین ہموار تلاش کرے اور نظر مردم سے پنہاں ہو۔ اور پشت بہ قبلہ نہ بیٹھے۔ بعد فراغت مقعد کو استخوان و سرگین سے پاک نکرے۔ نیز آب راکد میں پیشاب نکرے۔

پارۂ از دلائل علم و فضیلت آنجناب

تفسیر آیۂ یعلمون و لا یعلمون

مناقب میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قول خدا ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون میں الذین یعلمون یعنی وہ لوگ جو جانتے ہیں اس سے مراد ہم ہیں والذین لا یعلمون یعنی وہ جو علم نہیں رکھتے وہ ہمارے دشمن ہیں اور اس میں جو اولو الالباب مذکور ہے اس سے مقصود ہمارے شیعہ ہیں۔

نیز مناقب میں فضائل ابو السعادات سے نقل ہوا ہے کہ حسنؑ بن علیؑ سات سال کے سن میں مجلس رسول اللہؐ میں حاضر ہوتے وحی سنتے اس کو یاد کر لیتے بعد ازاں مادر گرامی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کو نقل فرماتے حضرت امیر المومنینؑ گھر میں تشریف لاتے تو جناب فاطمہؑ کے پاس علم وحی تنزیل پا کر اس کی بابت استفسار فرماتے وہ کہتیں کہ یہ تمہارے پسر اکبر حسنؑ شبر کی بدولت ہے اس پر تعجب فرماتے۔ ایک روز جو حسنؑ مجتبی مضامین وحی حفظ کر کے دولت سرائے فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے تو

تو حضرت گوشۂ خانہ میں مخفی ہو گئے تھے۔ آپ نے وہ مضمون بیان کرنا چاہا تو زبان مبارک صاف کلام نہ دیکی الفاظ درست ادا نہ ہو سکے۔ ماں کو تعجب ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ عرض کی اماں آپ تعجب نہ کریں میرے بزرگ میرا کلام سن رہے ہیں ان کے استماع کی وجہ سے زبان میں لکنت پڑتی ہے اس وقت علی علیہ السلام پس پردہ سے برآمد ہوئے اور اس شرم وحیا و ادب ولحاظ بزرگان سے اپنے نور دیدہ کی سر اور آنکھیں چوم لیں۔

وفی روایۃ قال یا اماہ قلّ بیانی وکلّ لسانی لعل سیدًا یرعانی اے مادر گرامی میرے بیان میں قلت ہوئی اور زبان کند ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سید و سردار اس وقت میرے حال کا نگراں ہے۔

کلام آنجناب بحبیب بن مسلمہ

مناقب میں ہے کہ حسنؑ بن علیؑ نے حبیب بن مسلمہ فہری سے کہا رب مسیر لک فی غیر طاعۃ تیری بہت سی آمد ورفت غیر طاعت خدا میں ہے۔ اس نے کہا لیکن میری آمد ورفت تمہارے باپ کے پاس نہیں رہی۔ حضرتؑ نے فرمایا مگر تو نے دنیائے قلیل کے لئے معاویہ کی اطاعت کی۔ اس نے تیری دنیا کو سنوارا تو عاقبت کو بگاڑا۔ اگر بد کام کرتا اور بھلائی سے تائب ہو جاتا تو اس آیہ کا مصداق ہوتا خلطوا عملاً صالحاً وآخر سیئاً انھوں نے نیک و بد کام کو باہم ملا جلا دیا مگر تیرا حال اس آیہ شریفہ کے مطابق ہے بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون بلکہ ان کے دل تیرہ و سیاہ ہو گئے۔ بوجہ ان کاموں کے جو انھوں نے کسب کیے۔

نوشتہ پرہائے ملخ

خرائج میں روایت ہے کہ ایک بار حسنؑ بن علیؑ و عبد اللہ بن عباس ایک دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ ایک ٹڈی کھانے پر آبیٹھی۔ عبد اللہ بن عباس کہنے لگے کہ ملخ کے پر پر کیا تحریر ہے حضرت نے فرمایا اس پر لکھا ہے انا اللہ لا الہ الا انا میں خدا ہوں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ملخ کو بھیجتا ہوں یا اس لئے کہ بھوکے اسکو کھا کر سیر ہوں یہ میری رحمت ہے۔ یا اس لئے کہ کسی قوم پر غضبناک ہوں تو وہ ان کے طعام و غذا کو چر جائے۔ یہ عذاب ہے ان کے اوپر۔ عبد اللہ بن عباس یہ سنکر اُٹھ کھڑے

ہوئے اور سر مبارک امام کو بوسہ دیکر بولے ھذا من مکنون العلم یہ علم پوشیدہ خدا ہے۔

اسلام اعرابی عنید برکت کلام آنحضرتؐ

بحار میں کتاب عدد سے نقل کیا ہے کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ایک بار حضرت رسولخداؐ ایک پہاڑ پر (غالباً کوہ حرے) پر تشریف رکھتے تھے۔ اس وقت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی علیہ السلام و دیگر مہاجرین و انصار حاضر خدمت بابرکت تھے۔ امام حسنؑ بسکون و وقار اس طرف متوجہ ہوئے رسول اللہؐ نے آپ کو آتے دیکھکر کہا جبرئیلؑ ان کے راہبر ہیں۔ میکائیلؑ ان کو سنبھالے لئے آرہے ہیں بتحقیق کہ وہ میرا پسر طیب و طاہر بمنزلہ میرے استخوان و گوشت کے ہے اور باعث خنکی چشم ہے اور میرا سبط اکبر ہے۔ فدا ہوں میرے ماں باپ اس کے اوپر پس رسول خداؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم بھی ان کے ساتھ اُٹھے اس وقت یہ کلمات زبان مبارک پر جاری تھے انت تفاحتی و بھجۃ قلبی تو میرا منہ۔ دل میرا حبیب و راحت دل و جان ہے و روح رواں ہے اور ان کا ہاتھ پکڑکر اپنی جگہ پر لائے ہم بھی آنحضرتؐ کے ساتھ آئے حتی کہ وہاں آکر بیٹھ گئے ہم دیکھ رہے تھے کہ آپ کی نظر اپنے نور نظر سے علیحدہ نہوتی تھی۔ پس فرمایا آگاہ رہو کہ حسنؑ میرے بعد ہادی و مہدی ہے اور یہ ایک تحفہ و ہدیہ ہے جو خدا کی طرف سے مجھ کو مرحمت ہوا ہے۔ میری خبریں خلقت کو پہنچائے گا میری سُنت کا احیا کریگا اور میرے کاموں کا کفیل ہوگا۔ رحم کرے خدا اس کو جو اس کا حق پہچانے اور میری خاطر سے اس کا احترام کرے۔ یہی باتیں زبان مبارک پر تھیں کہ ایک اعرابی عصا بدست دور سے اس طرف کو آتا ہوا دکھائی دیا۔ حضرت نے فرمایا تمہاری طرف وہ شخص متوجہ ہے جو ایسا سخت و درشت کلام تم سے کریگا کہ اس کو سُنکر تمہارے بال بدن کے کھڑے ہو جائیں سخت ناہنجار باتیں کرے گا۔ اعرابی نزدیک پہنچا تو بغیر اس کے کہ سلام کرے بولا تم میں محمدؐ کون ہے۔ ہم نے کہا کیا غرض تیری ہے آپ نے فرمایا آہستہ کلام کر۔ اعرابی نے کہا اے محمدؐ جب تک تم کو نہ دیکھا تھا تم سے بغض رکھتا تھا اب تمہیں دیکھکر عداوت میری زیادہ ہوگئی۔ ہمکو ان باتوں پر غصہ آیا مگر رسول اللہؐ نے تبسم کناں فرمایا۔ خاموش رہو۔ اعرابی بولا اے محمدؐ تم دعوی کرتے ہو کہ میں نبی ہوں اور نبیوں پر جھوٹ باندھتے ہو حالانکہ کوئی دلیل و برہان اسپر نہیں رکھتے۔ فرمایا اے اعرابی تجھے کیا خبر کہ ہیں لے دلیل و برہان یہ

دعوے کرتا ہوں کہا تو اپنی دلیل پیش کرو۔ فرمایا تو کہے تو تیرے اعضائے بدن سے ایک جز تجھے اسکی خبر دے تو یہ برہان بھی تیرے نزدیک موکد ہوگی کہا کیا عضو بھی کوئی کلام کرتا ہے۔ فرمایا ہاں اے حسنؑ اُٹھو۔ اعرابی نے حقارت سے کہا کہ یہ بچہ سیدھی طرح زمین پر قدم تو رکھ ہی نہیں سکتا کلام کیا کریگا۔ فرمایا تو اس کو عالم بے بدل پائیگا جس بات کا چاہے اس سے سوال کر۔ امام حسنؑ مبادرت کر کے آگے بڑھے اور فرمایا مہلاً یا اعرابی سے

ما غبیاً سئلت وابن غبی | بل فقیہاً اذاً و انت جہول
فان تک قد جہلت فان عندی | شفاء الجہل ما سئل السئول
وبحرٌ لا تقسمہ الدوالی | تراثاً اورثہ ابن الرسول

بتحقیق کہ تو نے زبان درازی کی اور اپنے طور داطوار میں حد سے گزر گیا اور تیرے نفس نے تجھ کو دہوکا دیا اب تو یہاں سے نہیں اُٹھے گا تا وقتیکہ ایمان نہ لے آئے انشاءاللہ تعالے ایہ کہکر آپ نے اس کے واردات اور راہ کے حالات کا بیان شروع کیا کہ تو اپنی قوم کی مجلس شورے میں داخل تھا جہاں جہالت وحماقت کی باتیں ہوتیں کہتے تھے کہ محمدؐ صبور و شکور ہیں عرب ایک سرے سے انکا دشمن ہو رہا ہے ان کے خون کا کوئی طلبگار نہیں ہونیکا۔ تو نے کہا البتہ میں ان کو قتل کرونگا ایک زن مومنہ بھی وہاں موجود تھی تو نیزہ لیکر اس کی طرف جھپٹا کہ پہلے اس کا کام تمام کردوں مگر راہ تجھ پر دشوار ہوا اور سوجھائی دینے سے رہ گیا۔ الا تو اپنی ضد پر قایم رہا۔ پس بخوف شہرت مخالف اس طرف کو چل کھڑا ہوا۔ لیکن یہ تیری خوش قسمتی تھی۔ اب میں تجھ کو تیرے اس سفر کے ماجریات سے خبر دیتا ہوں۔ تو گھر سے نکلا تو رات روشن تھی۔ مگر راہ کے درمیان ایک دم اندھیاؤ آگیا اور چاروں طرف تاریکی پھیل گئی۔ عالم تیرہ و تار ہوگیا۔ تو حیران تھا نہ راہ رفتن نہ پائے ماندن کالی گھٹا آفاق پر چھائی۔ ہر طرف اندہیری اندہیر سناٹے کا عالم تھا کسی متنفس کی آواز سنائی نہ دیتی تھی ستارے ابر میں

۱؎ تو کسی غبی جاہل پسر جاہل سے سوال نہیں کر رہا ہے بلکہ ایک فقیہ دانا سے حالانکہ خود تو بڑا جاہل ہے۔ تو جاہل ہے تو ہو۔ میرے پاس مرض جہالت کی شفا موجود ہے۔ جب تک کہ سوال کرنے والے سوال کریں۔ میں ایک دریائے ذخار علم ہوں جس کو چرخ لگا کر کھینچا قسمت نہیں کر سکتا۔ وہ ایک علم ہے جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ سے میراث میں ملا ہے ۱۲ منہ

غائب اور علامتیں راہ شناسی کی مفقود ہو گئیں تھیں۔ مگر تو صحرائے پرخار تیرہ و تاریک میں جا رہا تھا۔ کہیں جھاڑیوں میں الجھتا۔ کانٹے چبھنے سے رُکتا۔ کبھی پہاڑوں پتھروں میں ٹکرا کر بلبلاتا۔ ہوا کے جھونکے تھپیڑے پر تھپیڑے لگاتے۔ اور رعد و برق کی ہول تیرے دل کو لرزاتی تھی کہ ناگاہ توفیق الہٰی شامل حال ہوئی اور تائید ایزدی نے یکبیک دستگیری کی کہ دفعتہً تو نے اپنے آپ کو ہمارے پاس دیکھا۔ جان میں جان آئی آنکھوں نے ٹھنڈک پائی وہ نالہ و فریاد دردنی موقوف ہوئی۔ اعرابی یہ بیان حقیقت عنوان امام دوم وسبط اوّل کا سنکر دریائے حیرت میں غرق ہو گیا۔ پھر اس غوطے سے سر اُبھار کر بولا صاحبزادے یہ باتیں کہاں تم نے سنیں کس نے کہیں میرے دل کی مخفیات کو اس طرح ظاہر کرتے ہو گویا میرے پاس حاضر اور ان کیفیات کے شاہد تھے اور بچشم خود وہ حالات دیکھ رہے تھے۔ گویا تم کو علم غیب حاصل ہے بس اب مجکو دین اسلام تلقین کرو۔ اور دینی ضروریات سے آگاہ فرماؤ میں صدق دل سے مسلمان ہوتا ہوں۔ امام حسنؑ نے فرمایا اللہ اکبر شہادت دے کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدائے بزرگ و برتر کے وحدہٗ لاشریک لہٗ وان محمداً عبدہٗ ورسولہ راوی کہتا ہے کہ اعرابی مسلمان ہو گیا اور اچھا مسلمان ہوا رسولِ خدا نے بنفس نفیس اس کو کسیقدر قرآن تعلیم کیا پس عرض کی یا رسول اللہ حکم ہو تو اپنی قوم کی طرف مراجعت کروں اور انکو یہ مدارج سمجھاؤں اور سکھلاؤں آپ نے اجازت دی وہ واپس گیا کچھ عرصہ کے بعد پھر جو حاضر خدمت ہوا تو اس کے قبیلے والوں کا ایک گروہ اسکے ہمراہ تھا جو سب کے سب اسلام لائے اسکے بعد جو کوئی امام حسنؑ کو دیکھتا کہتا لقد اعطٰی مالم یعط احدٌ من النّاس ان کو وہ علم و فضیلت عطا ہوئے ہیں جو کسی دوسرے کو نہیں عطا ہوئے۔

مجلسِ درس و افادہ آنحضرتؑ

کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی اپنی معروف کتاب فصول مہمہ میں لکھتے ہیں کہ حق تعالٰی نے جناب امام حسنؑ کو طبع وقاد و ذہن نقاد عطا کیا تھا۔ وہ مشکلات اسلام و معضلات شرائع و احکام کو حل فرماتے اور اپنی فکر صائب سے قواعد دین کو اصلاح کرتے اور اپنے جد و پدر کی مثل ایضاح معانی واتقان مبانی میں سعی بلیغ بذل فرماتے۔ مسجد رسول اللہ میں بیٹھتے تو لوگ ان کے گرد و پیش بحجم غفیر

جمع ہو جاتے پس اس طرح کلام فرماتے کہ سائلوں کی پیاس بجھ جاتی اور حجتہائے مخالفین کو قطع فرمادیتے

تفسیر شاہد و مشہود

تفسیر وسیط واحدی سے نقل ہوا ہے کہ اس نے باسنادِ خود ایک مرد اہل عرب سے نقل کیا ہے کہ میں مسجد مدینہ میں داخل ہوا تو دیکھا ایک مرد احادیث رسولؐ بیان کر رہا ہے۔ اور لوگ سکے گرد جمع ہیں مینے اس سے کہا کہ لفظ شاہد و مشہود سے کہ سورۂ بروج میں واقع ہے خبر دو۔ کہا شاہد سے مراد روز جمعہ ہے اور مشہود سے روز عرفہ میں اس سے گذر کر ایک دوسرے حلقہ میں کہ وہاں بھی حدیث کا درس ہو رہا تھا گیا اور صاحب حلقہ سے بھی سوال کیا اس نے کہا شاہد سے روز جمعہ مشہود روز نحر یعنی دہم ذی الحجہ مقصود ہے اس سے تجاوز کر کے آگے بڑھا اور ایک جوان درخشاں سے کہ وہ بھی حدیث رسول اللہؐ کی درس گوئی میں مصروف تھا یہ مسئلہ پوچھا کہ اجیبولی عن شاھد و مشھود اسنے کہا نعم۔ لیکن شاہد پس وہ ذات مجمع الصفات محمدؐ ہے اور مشہود سے مراد قیامت ہے۔ مگر تونے نہیں سُنا قول حق سبحانہ تعالےٰ کا یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدًا ہمنے تجکو شاہد کر کے بھیجا ہے۔ نیز وہ سبحانہ فرماتا ہے وذالک یوم مجموع له الناس وذالک یوم مشھودٌ وہ ایک دن ہے کہ لوگ اس میں جمع ہوں گے۔ اور وہ روز مشہود ہے۔ مینے پہلے محدث کی نسبت دریافت کیا کون صاحب ہیں معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عباس تھے۔ دوسرے کو پوچھا کہا گیا کہ عبداللہ بن عمر خطاب تیسرے کو تحقیق کیا تو دریافت ہوا حسنؑ بن علیؑ علیہما السلام ہیں۔ پس قول تینوں قولوں میں احسن تھا کہ مدلل بدلیل قرآن تھا۔

ایک یہودی کا اعتراض اور اسکا جواب

نیز ابن طلحہ کی روایت ہے کہ ایک روز حسنؑ مجتبیٰ غسل کر کے بلباس جدید دولتخانہ سے برآمد ہوئے یعنی حلّہ طاہرہ و ثوب فاخرہ جس سے خوشبوئیں فائح تھیں زیب بدن تھے۔ چہرۂ مبارک حسن ظاہری و باطنی فضل و کمال صوری و معنوی سے آراستہ نشانات عزت و اقبال و جاہ و جلال پہلوہائے مبارک سے عیاں و امارات نضارت و نعم کے اطراف اقدس سے تاباں ایک نفیس و اصیل قاطر پر سوار خدام جمیل و

مصاحبان جلیل آگے پیچھے قطار در قطار غرض اس شکوہ شان آن بان سے کہ عبد مناف بھی دیکھتے تو فخر کرتے و دیگر اجداد گرامی اپنے تئیں قربان کر ڈالتے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک پیر مرد فرتوت محتاجان و مفلسان یہود سے پھٹے پرانے کپڑے پہنے گھڑا پانی سے بھرا کندھے پر اٹھائے سامنے آیا فقر و فاقہ نے اُسے ایسا دبایا اور ضعف و نقاہت پیری نے اسقدر ستایا تھا کہ بدن پر پوست و استخوان کے سوا گوشت کا نشان باقی نہ تھا قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا اور انتہائی لاغری و کمزوری سے جگہ جگہ پر لڑکھڑاتا تھا۔ اس نے آپ کو بایں سازو سامان در فعت مکان و علو شان دیکھا تو راستہ روک کے کھڑا ہو گیا۔ اور پکار کر کہا یا ابن رسول اللہ میری گذارش سنیئے اور انصاف دیجئے فرمایا کس معاملہ میں دادخواہ ہے عرض کی آپ کے جدامجد محمد مصطفےٰ کا قول مشہور ہے الدنیا سجن للمومن وجنۃ للکافر کہ دنیا مومن کے واسطے بمنزلہ زندان ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔ آپ مومن ہیں اور میں کافر باوصف اس کے آپ انواع و اقسام نعمات دنیا سے متلذذ و متمتع ہیں۔ اور میں بر ناتوان ہر طرح کے فقر و فاقہ و ایذا و اہانت و درد و مصیبت میں مبتلا پس ان کے قول کے برخلاف دنیا آپ کے لیے جنت ہے پر از نعمات اور میرے واسطے دوزخ مملو از آفات و بلیات حضرتؑ نے یہ کلام یہودی کا سنا تو تائید الٰہی کا نور آپ کے گرد و پیش چمکا۔ آپ نے خزانۂ علم و فہم سے اس کا جواب استخراج کیا اور اس کے زعم باطل و گمان فاسد پر اس طرح اسکو آگاہ فرمایا کہ اے شیخ اگر تو ان نعمات الٰہی کو جو اس سبحانہ جل شانہ نے میرے اور جملہ مومنین کے لئے دار آخرت میں مہیا کئے دیکھے اور وہ عیش و عشرت کہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کان نے سنے مشاہدہ کرے اور جو نعمت و عذاب و ذلت و عقاب دوزخ میں تیرے اور دیگر کفار کے لئے مہیا ہیں ان پر نظر کرے تو تجھے معلوم ہو جائیگا کہ میں باوصف اس وسعت و فسحت کے ضیق و ضنک کے زندان میں قید ہوں اور تو بمقابلہ اس شکنجہ عذاب کے یہاں نعمت واسعہ و جنت جامعہ میں ہے۔ صاحب فصول المہمہ اس کے بعد کہتے ہیں کہ نظر کرنے والے نظر کریں اور دیکھیں کہ یہ جواب ناطق بصدق و صواب ہے کس طرح چشمہائے علم آنحضرتؑ جاری اور فنون فہم آنحضرت عیاں ہیں سبحان اللہ۔ کیا متین و صائب جواب ہے اور کسقدر روشن و بین یہ خطاب ہے مشکوٰۃ نور النبوۃ سے مقتبس ہوا ہے اور معالم رسالت سے ورثہ میں ملا ہے۔

جواب سوالہائے شاہِ روم

مناقب میں ہے کہ شاہِ روم نے معاویہ سے تین سوال کرائے اور ان کے جواب منگائے اوّل وہ کون مکان ہے جو وسطِ آسمان کی مقدار میں ہے۔ اور کونسا پہلا قطرہ خون ہے جو زمین پر گرا اور کیا مکان ہے جس پر آفتاب ایک مرتبہ چمکا اس سے پہلے اور بعد کو کبھی اس پر دھوپ نہیں پڑی اس نے امام حسنؑ سے ان کے جوابات کی التجا کی۔ حضرتؑ نے سوال اوّل کے جواب میں کہا وہ مکان پشت خانہ کعبہ ہے۔ دوسرے کی نسبت فرمایا وہ قطرہ دم حوا تھا۔ تیسرے میں ارشاد کیا کہ وہ مکان جس پر آفتاب ایک بار چمک کر پھر کبھی نہ چمکا دریائے نیل مصر کا وہ مقام ہے جہاں موسٰے نے عصا لگایا۔ کہ پانی وہاں کا دور ہو کر زمین خشک ہو گئی تھی۔

نیز آنحضرتؑ نے روم کے بادشاہ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس جگہ قبلہ کسی طرف معین نہیں وہ فضائے درون کعبہ ہے۔ کہ وہاں جس طرف چاہو منہ کر کے نماز پڑھ لو۔ اور جس کی کسی سے قرابت نہیں وہ پروردگار عالم ہے۔

سوال از اکل بیضۂ نعام بحالت احرام

اور شرح قاضی نعمان بن عبادہ بن صامت سے نقل کیا ہے کہ ایک اعرابی نے ابوبکر سے سوال کیا کہ بحالت احرام حج مجھے کچھ بیضۂ شتر مرغ کے ملے بھون کر کھا گیا۔ کیا کفارہ اس کا مجھ کو دینا لازم ہے۔ اُنھوں نے کہا اے اعرابی تیرا سوال مشکل ہے اور عمر خطاب کے پاس بھیجا کہ وہ جواب دیں گے۔ وہاں گیا تو اُنھوں نے عبدالرحمن بن عوف کا نشان دیا جب کوئی اس کا جواب نہ دلیکا تو پھر خلیفہ اوّل کے پاس آیا اُنھوں نے کہا علیک بالاصلع صاحب پیشانی بے موئے سر یعنی امیرالمومنینؑ کے پاس جاؤ وہاں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا میرے ان دو لڑکوں حسنؑ و حسینؑ میں جس ایک سے چاہے یہ سوال کر اعرابی امام حسنؑ کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ نے فرمایا اے اعرابی تیرے پاس کچھ اونٹ ہیں عرض کی ہاں ہیں۔ فرمایا بتعداد ان بیضوں کے جو حالت احرام میں کھائے شتران نر کو مادہ پر ڈالو جسقدر بچے ان سے پیدا ہوں انکو مکہ میں بطور ہدی لیجاؤ امیرالمومنینؑ نے یہ فیصلہ سنکے فرمایا ان

مِنَ النوق لسلوبٌ ومنهاً یا زلق لبعض ناقے یعنی اونٹنیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ اور بعض ایسی ہوتی ہیں جن کے شکم میں نطفہ قرار نہیں پکڑتا پھسل کر باہر نکل آتا ہے عرض کی درست ہے ایساہی بعض بیضے گندے نکل آتے ہیں ان سے بچے پیدا نہیں ہوتے اس وقت ایک آواز منادیٔ غیب سے آئی ایّھا النّاس اس وقت اس پسر نے یہ مسئلہ اس طرح بیان کیا جیساکہ اس سے پہلے سلیمانؑ بن داؤدؑ نبی نے اس کا فیصلہ کیا تھا۔

جواب از سوالات ایک مرد شامی

ایک شامی نے امام حسن علیہ السلام سے سوال کیا کہ حق و باطل میں کتنا فرق ہے فرمایا بقدر چار انگشت پس جو امر آنکھ سے دیکھے وہ حق ہے اور جو کانوں سے سُنے وہ اکثر باطل ہوتی ہے۔ عرض کی ایمان اور یقین میں کتنا فصل ہے۔ فرمایا وہی چار انگشت کا۔ ایمان وہ ہے جسے کانوں سے سُنے یقین وہ جسے آنکھوں سے دیکھے۔ کہا آسمان اور زمین میں کتنی دوری ہے فرمایا مدّ البصر جہانتک نگاہ کام کرے۔ یا دعوۃ المظلوم جہانتک ستم رسیدہ کی بد دعا پہنچے۔ عرض کی مشرق و مغرب کا فاصلہ ارشاد ہو۔ فرمایا سیرۃ یوم للشمس آفتاب کی دن بھر کی مسافت۔

فیصلہ آنحضرتؑ در مقدمہ زن مساحقہ

کافی میں ہے کہ محمد بن مسلم نے امامین ہمامین ابو جعفر محمد باقرؑ و ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے نقل کیا کہ اُنھوں نے فرمایا ایک روز حسنؑ بن علیؑ بجائے اپنے پدر بزرگوار امیرالمومنینؑ بیٹھے تھے کہ کچھ لوگ آئے اور عرض کی اے ابو محمد ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے فرمایا کیا مسئلہ ہے ہمکو بھی اس سے مطلع کرو۔ کہا ایک عورت سے اسکے شوہر نے جماع کیا وہ ویسے ہی گرم گرم اُٹھی اور ایک باکرہ پر جا پڑی اور اس کے ساتھ مساحقہ کیا حتی کہ جو نطفہ شوہر سے لیا تھا اس کی فرج میں ڈالدیا جس سے وہ باکرہ حاملہ ہو گئی۔ آپ اس مقدمہ میں کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا قَضِیَّۃٌ[1] وَ ابو الحسنؑ لھا یہ ایک قضیہ ہے کہ ابو الحسنؑ اس کے لئے موجود ہے

[1] یہ اشارہ ہے طرف قول مشہورہ عمر بن خطاب کے کہ انہوں نے کسی مشکل مسئلہ میں کہا تھا قضیۃ ولا ابا الحسن لھا افسوس کہ یہ مشکل ہے جس کے حل کرنے کو حلال مشکلات (امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ) ابو الحسنؑ موجود نہیں اس وقت سے یہ

یعنی میں اس قضیہ کو بخوبی طے کرسکتا ہوں پس فرمایا میں اس میں حکم دیتا ہوں درست ہوا تو حق تعالےٰ کی طرف سے اور امیر المومنینؑ کی جانب سے ہے خطا کی تو یہ خطا میری اپنی ہے اور امید ہے کہ خطا ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ۔ عورت کو ماخوذ کرکے اس سے زن باکرہ کا مہر لیا جائے کیونکہ مولود اس سے بغیر شگاف مقام مخصوص نہ نکل سکیگا جس سے بکارت اس کی زائل ہو جائیگی۔ پھر وہ عورت سنگسار کیجائیگی بباعث اس کے کہ وہ محصنہ یعنی شوہر دار ہے۔ اور دختر کے لئے اتنا انتظار کیا جائے کہ وضع حمل ہوئے اس وقت اس پر اجراء حد کیا جائیگا اور مولود اپنے باپ صاحب نطفہ کی طرف رد کیا جائیگا۔ وہ لوگ یہ حکم محکم جناب امام حسن علیہ السلام سے سنکر واپس چلے تو امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے دریافت کیا تم نے ابو محمد سے کہا اور کیا اس کا جواب سُنا اُنھوں نے صورت حال مقدمہ و فتوے و فیصلہ حسنی کا اعادہ کیا آپ نے فرمایا یہ مسئلہ مجھ سے دریافت کیا جاتا تو میرے پاس اس سے زیادہ نتھا جو میرے فرزند ارجمند نے فیصلہ کیا۔

فتوائے دیگر دربارہ ازالہ بکارت از انگشت

من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ ایک عورت کی بابت آپ سے استفسار کیا گیا جو اپنے شوہر کے گھر بعد نکاح اول بار گئی اس کی سوکن نے اسے دبوچ لیا اور اس کی چچازاد بہنوں نے اسے پکڑ رکھا تو اس نے انگلی ڈالکر ازالۂ بکارت کر ڈالا۔ حضرتؑ نے ارشاد کیا کہ ازالہ بکارت کرنیوالی زانیہ ہے اس کے اوپر اس کا مہر لازم ہے اور سو درّے اس کے لگائے جائیں۔ اور جنہوں نے اسکو تھامے رکھا افترا پرداز ہیں یعنی ان کا حکم اس مقام پر جھوٹی تہمت لگانیوالوں کا ہے۔ ان کے اسّی اسّی تازیانے لگائے جائیں۔

بعضے از کلمات وجیزہ پند و نصائح کہ آنحضرت سے صفحہ دہر پر یادگار ہیں

فرمایا آنجنابؑ نے۔

بقیہ صفحہ ۱۸۰۔ فقرہ بطور ضرب المثل اس مقام پر استعمال ہونے لگا جہاں کوئی عقدۂ لاینحل آن پڑے اور کوئی اس مشکل کا حل کرنیوالا موجود نہو۔ حضرت امام حسنؑ نے فرمایا کہ یہ قضیہ مشکل ضرور ہے مگر شکر ہے کہ اس کے لئے ابو الحسنؑ موجود ہے یعنی خود وہ حضرت کہ وارث حقیقی باپ کے ہیں موجود ہیں ۱۲ منہ

لا أدبَ لمن لا عقل لهٗ۔
ولا مروّۃ لمن لا ھمۃ لہٗ۔
ولا حیاءَ لمن لا دین لہ۔
ورأس العقل معاشرۃ الناس بالجمیل۔
وبالعقل تدارک الدّاران جمیعًا۔
ومن حرم من العقل حرمھا جمیعا

جس کو عقل نہیں وہ ادب نہیں رکھتا۔
جس میں ہمت نہیں وہ انسانیت نہیں رکھتا۔
بےحیا آدمی دیندار نہیں ہو سکتا یا جسکو دین نہیں حیا نہیں۔
اصل عقل کی یہ ہے کہ لوگوں سے نکوئی کے ساتھ معاشرت کرے
اور عقل ہی سے دو جہان یعنی دنیا و آخرت کا تدارک ہو سکتا ہے
جو عقل سے محروم ہے دونوں جہاں کی خیر و خوبی سے محروم ہے

نیز حضرتؑ نے ارشاد کیا۔

عَلِّم النّاس علمک وتعلّم علم غیرک فتکون قد اتقنت علمک وعلمت مالم تعلم

لوگونکو اپنا علم سکھاؤ اور دوسرونکا علم آپ سیکھو اس سے تمہارا علم مستحکم ہوگا اور جو شے نہیں جانتے جان جاؤ گے۔

اور آپ سے صمت یعنی خموشی کی بابت سوال کیا گیا تو فرمایا:۔

ھو ستر العی و زین العرض و فاعلہ فی راحۃٍ وجلیسہ آمنٌ

نیز فرمایا ھلاک الناس فی ثلٰث الکبرِ والحرصِ والحسدِ فالکبر ھلاک الدین وبہ لُعن ابلیس والحرص عدوّ النفس وبہ اخرج آدم مِن الجنّۃ والحسد رائد السّوء ومنہ قتل قابیلُ ھابیلَ۔

وہ کند زبانی عاجز الکلامی کا پردہ ہے اور آبرو کی زینت اس کا عمل میں لانے والا راحت میں ہے اور اسکا ہمنشیں امن میں ہے آدمیوں کی ہلاکت تین چیزوں میں ہے غرور۔ حرص حسد۔ پس غرور سے دین کی ہلاکت ہے اور اسی سے ابلیس پر پھٹکار پڑی اور حرص نفس کی دشمن ہے۔ اور اسی کی وجہ سے حضرت آدم جنت سے نکالے گئے۔ اور حسد بدی کا پیش خیمہ ہے اسی سے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا:۔

لا تأت احدًا الّا ان ترجو نوالہٗ او تخاف یدہٗ او تستفید من عملہ او ترجو برکۃ دُعائہٖ او تصل رحمًا بینک وبینہٖ۔

کسی کے پاس نہ جاؤ الا اس کے پاس جسکے جود و بخشش کا امیدوار ہو یا اس کے دست تعدی سے ڈرے۔ یا اسکے علم سے کچھ فائدہ اٹھائے یا اسکی دعائے خیر سے امید رکھے یا کسی رحم و قرابت کو اپنے اور اسکے درمیان وصل کرے

نیز فرمایا آنحضرتؑ نے کہ میں امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ ابن ملجم ملعون نے آنحضرتؑ کے ضربت لگائی اور آمادہ سفر آخرت تھے۔ وہ حالت زار آپ کی دیکھکر بیتاب و بیقرار ہوگیا فرمایا تو جزع فزع کرتا ہے۔ عرض کی کیونکر جزع فزع نہ کروں جبکہ حضرت کا یہ حال مشاہدہ کرتا ہوں۔ فرمایا آگاہ رہ چار خصلتیں تجھے تعلیم کرتا ہوں ان کو یاد رکھے گا تو نجات پائیگا۔ ان کو ضائع کریگا تو دو جہاں تجھ سے فوت ہو جائیں گے۔

یا بنی لا غنے اکبر من العقل ولا فقر مثل الجهل ولا وحشة اشد من العجب ولا عیش لذ من حسن الخلق

ای فرزند کوئی توانگری عقل سے بزرگتر نہیں اور کوئی فقیری جہالت کی مانند نہیں اور کوئی وحشت خود پسندی سے شدید تر اور کوئی عیش حسن خلق سے لذیذ تر نہیں۔

راوی کہتا ہے کہ میںنے حضرت امام حسنؑ کو سُنا کہ یہ کلمات اپنے پدر عالیقدر سے روایت کرتے تھے تم کو اختیار ہے خواہ آنحضرتؑ کے مناقب میں یا ان کے باپ کے فضائل میں ان کا ذکر کرو۔

نیز آنحضرتؑ نے فرمایا۔

ما رایت ظالما اشبه مظلوم من حاسدٍ نیز فرمایا اجعل ما طلبت من الدنیا فلم تظفر به لمنزلة ما لم یخطر ببالك واعلم ان مروة القناعة والرضا اكثر من مروة الاعطاء وتمام الصنیعة خیر من ابتدائها

میں نے حاسد سے بڑھکر کوئی ظالم نہیں دیکھا کہ مظلوم سے مشابہ ہو جس شے کو تو دنیا سے طلب کرے اور وہ تجھے نہ ملے اسکو ایسی جان کہ گویا تیرے دل میں اس کا خیال بھی نہ آیا تھا اور تو جان لے کہ خود مروت قناعت و رضا میں ہے وہ عطاء و بخشش کی مروّت سے زیادہ ہے اور احسان کا پورا کرنا اسکی ابتداء سے بہتر ہے۔

آپ سے عقوق والدین سے سوال کیا گیا۔ فرمایا۔

العقوق ان تحرمهما و تهجرهما۔

عقوق یہ ہے کہ تو انکو اپنی خدمات سے محروم کرے اور ان سے قطع تعلق کرے اور ملنا جلنا چھوڑ دے۔

(اور کلام ہدایت الیتام میں آنحضرتؑ سے ہے)

یا ابن آدم عفّ عن محارم الله تکن عابدا وارض بما قسم الله سبحانه

ای پسر آدم اشیاء حرام کردۂ خدا سے پاکدامنی اختیار کر عابد ہو جائیگا اور قسمت خدائے سبحانہ پر

تكن غنياً واحسن جوار من جاورك
تكن مسلماً وصاحب الناس بمثل ما
تحب ان يصاحبوك به تكن عدلاً انه
كان بين ايديكم اقوام يجمعون كثيراً
ويبنون مشيداً ويأملون بعيداً اصبح
جمعهم بوراً وعملهم غروراً ومساكنهم
قبوراً يا ابن آدم انك لم تزل في هدم عمرك
منذ سقطت من بطن امك فخذ مما في
يدك لما بين يدك فان المومن يتزود
والكافر يتمتع وكان يتلو بعد هذه الموعظة
تزودوا فان خير الزاد التقوى۔

راضی ہو غنی ہو جائیگا اور جو شخص تیری پناہ میں آئے اسکا
حق جوار بخوبی ادا کر مسلمان ہو گا اور لوگوں کے میل جول
میں اس طرح عملدرآمد کر جیسا کہ چاہتا ہے کہ وہ تیرے ساتھ
عملدرآمد کریں تو تو عادل سمجھا جائیگا تحقیق کہ تمہارے سامنے
سب اشخاص ایسے گزرے ہیں کہ بہت سا جمع کرتے اور مضبوط
عمارتیں بناتے اور دور دراز امیدیں باندھتے تھے ان کا جمع کردہ
تباہ ہو گیا اور ان کا کام دھوکہ دغا نکلا انکی جائے سکونت
قبریں ہیں اے پسر آدم تیری عمر اس وقت سے گھٹ رہی ہے
جب سے کہ تو شکم مادر سے پیدا ہوا پس جو تیرے پاس ہے
اسکو اگلی زندگی کے واسطے اپنے ساتھ لے کیونکہ مومن توشہ
راہ ہمراہ لیتا ہے اور کافر یہیں اس سے متمتع ہوتا ہے

اور عادت تھی اس جناب کی کہ ان مواعظ کے بعد اس آیہ شریفہ کی تلاوت کیا کرتے تھے (ترجمہ)
زاد راہ آخرت مہیا کرو تحقیق کہ بہترین توشہ اس راہ کا تقویٰ و پرہیزگاری خدا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی حدیث بیان کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ فقراء امتی تدخل
الجنۃ قبل الاغنیاء باربعین عاماً کہ میری امت کے غریب لوگ امیروں سے چالیس برس
پہلے جنت میں جائیں گے۔ حضار مجلس سے ایک شخص نے کہا فرمائیے کہ میں اغنیا سے ہوں یا فقرا سے
فرمایا تو نے آج صبح کا کھانا کھایا عرض کی ہاں کھایا فرمایا تیرے پاس اسقدر ہے کہ جس سے شام کا کھانا مہیا کرے عرض کی
ہاں ہے فرمایا اذاً انت من الاغنیاء۔ تو تو امیروں سے ہے فقراء سے نہیں۔
مروی ہے کہ ایک مرتبہ ان کے باپ علی علیہ السلام نے کہا اے حسنؑ اٹھو اور خطبہ کہو تاکہ میں تمہارا
کلام سنوں حضرتؑ اٹھے اور فرمایا۔

الحمد لله الذي من تكلم سمع كلامه
ومن سكت علم ما في نفسه ومن
عاش فعليه رزقه ومن مات

تمام محامد ثابت ہیں اس خدائے بزرگ و برتر
کے لئے جو کوئی کلام کرتا ہے تو وہ اسکا کلام سنتا ہے
اور جو خاموش رہے تو وہ اسکے دل کی بات جانتا ہے

فالیه معادکم۔ امابعد فان القبور
محلّتنا والقیامة موعدنا والله
عارضنا ان علیاً باب من دخله
کان مومناً ومن خرج عنه کان کافراً

جو زندہ رہے اسکا رزق اسکے اوپر ہے جو مرجائے تو
اسکے بازگشت اسکی جانب ہے بعد حمد کے بتحقیق کہ قبریں ہمارے
محلے میں اور قیامت ہماری وعدگاہ اور اللہ کے سامنے ہم پیش
کئے جائیں گے بیشک علیؑ ایک دروازہ ہے جو اسمیں داخل ہوا
مومن ہے جو اس سے نکل گیا کافر۔ اس وقت علی علیہ السلام نے اٹھکر اپنے لختِ جگر کو سینہ سے لگالیا
اور کہا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں یہ ذریۃ ہے بعض کے بعض سے واللہ السمیع العلیم اور اللہ سننے والا دانا ہے
نیز آپ نے فرمایا۔

حسن السؤال نصف العلم ومن
بدأ بالکلام قبل السلام فلا
تجیبوه وقیل ان اباذر یقول الفقر
احب الیّ من الغنی والسقم احب الی
من الصحة فقال رحم الله اباذر
امّا انا فاقول من اتکل علی حسن
اختیار الله لم یتمن انه فی غیر الحالة
التی اختارها الله له۔
وکان یقول لبنیه وبنی اخیه تعلّموا
العلم فان لم تستطیعوا حفظه فاکتبوه
فاکتبوه وضعوه فی بیوتکم ورأی
عیسی بن مریم علیهما السلام فقال
ارید ان اتخذ خاتماً فما اکتب علیه
فقال اکتب علیه لا اله الا الله الملک
الحق المبین فانه آخر الانجیل۔

سوال کو عمدگی سے کرنا نصف العلم ہے اور جو کوئی سلام
سے پہلے کلام شروع کرے اسکا جواب مت دو اور
آنحضرت سے کہا گیا کہ ابوذرؓ کہتے ہیں درویشی میرے
نزدیک تونگری سے اچھی ہے اور مرض صحت سے بہتر
ہے۔ آپنے فرمایا خدا رحم کرے ابوذر پر میں تو یہ کہتا ہوں
جو شخص حسن اختیار خدا پر توکل و بھروسہ کرتا ہے
تو وہ تمنا نہیں کرتا کہ وہ اس حالت کے سوا جو خدا نے
اسکے لئے مقرر کی ہے کسی اور حالت میں ہو۔
اور اپنی اولاد کو اور اپنے بھائی کی اولاد کو کہا کرتے
تھے کہ علم حاصل کرو اور اسے حفظ کرو اور حفظ نہیں کرتے
تو اس کو لکھ لو۔ اسکو لکھکر اپنے گھروں میں رکھ چھوڑو
اور آپنے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو خواب میں
دیکھا ان سے کہا میں انگشتر بنوانا چاہتا ہوں
اس پر کیا تحریر کروں فرمایا اس پر لکھو لا الہ الا اللہ الملک
الحق المبین۔ بتحقیق یہ کلمہ آخری کلمہ انجیل
کا ہے

نیز صفت وثنا، کلام مجید و فرقان حمید میں آنحضرت نے ارشاد کیا۔

ان ھذا القران فیہ مصابیح النور وشفاء الصدور فلیجل جال بضوئہ ولیلجم الصفۃ قلبہ فان التفکیر حیوۃ القلب البصیر کما یمشی المستنیر فی الظلمات بالنور

بتحقیق کہ یہ وہ قرآن ہے کہ چراغہائے نور اسمیں روشن ہیں اور سینوں کی شفا ہے پس جلا کا خواستگار اسکی ضیا اور نور سے نور و جلال حاصل کرے بتحقیق کہ فکر کرنا قلب صاحب بصیرت کی زندگی ہے اور اسکی ایسی مثال ہے جیسا کہ جویائے نور اندھیرے میں روشنی لیکر چلے۔

کسی نے بخل کی بابت آپ سے سوال کیا۔ فرمایا:۔

ھو ان یری الرجل ما انفقہ تلفاء ما امسکہ سرفاً۔

بخیلی یہ ہے کہ آدمی اُس مال کو جو خرچ کیا بمقابلہ اسکے جسکو بچائے اور امساک کرے اسراف فضولی جانے۔

صاحب کشف الغمہ یہانتک پہنچکر لکھتے ہیں کہ آپ کا کلام اپنے اب جد کے کلام سے ماخوذ و مستنبط ہے۔ پس فصاحت و بلاغت کے اس درجہ پر پہنچا کہ کسی کا کلام اس کا مثل و مانند نہیں ہوسکتا۔ اور وہ بکثرت ہے کہ استیفا و احاطہ اس کا ممکن نہیں جیسا کہ قطعات کا شمار کرنا دشوار ہے۔ اس لئے اولیٰ یہ ہے کہ ہم قدر مذکورہ پر کفایت کریں اور زیادہ کا ارادہ نہ کریں اور ہلال کو دیکھکر بدر کے آثار و انوار سے واقفیت حاصل کرلیں۔

جواب سوالات امیرالمومنینؑ از حسنؑ مجتبیٰؑ

کشف الغمہ میں کتاب حلیۃ الاولیا حافظ ابو نعیم اصفہانی سے نقل کیا ہے اس نے بسند خود امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی کہ آپنے اپنے فرزند ارجمند حسن مجتبیٰؑ سے مروت و اخلاق کے بارہ میں چند سوالات کیے جن کے جواب آپنے بداہت بوجہ احسن دیئے ازانجملہ فرمایا۔

یا بنی ما السداد قال یا ابتی السداد دفع المنکر بالمعروف قال وما الشرف قال اصطناع العشیرۃ وحمل الجریرۃ قال فما المروۃ

اے فرزند سداد و اصلاح کیا چیز ہے عرض کی اے پدر نیکو کاری سے بدکاری کو دفع کرنا ہے۔ فرمایا شرف کاہے سے ہے عرض کی کنبہ قبیلہ سے بھلائی کرنا اور ان کے نقرات کو جھیلنا۔ فرمایا مروت و

قال العفاف واصلاح المال قال فما الرقة قال النظر فی الیسیر و ومنع الحقیر۔ قال فما اللوم قال احراز المرء نفسه وبذله عرسه قال فما السماح قال البذل فی العسر والیسر۔ قال فما الشح قال ان ترى ما فی یدیک شرفا وما انفقته تلفاً۔ قال فما الاخاء قال المواساة فی الشدة قال فما الجبن قال الجراة علی الصدیق والنکول عن العدو۔ قال فما الغنیمة قال الرغبة فی التقوی والزهادة فی الدنیا هی الغنیمة الباردة قال فما الحلم قال کظم الغیظ وملک النفس قال فما الغنی قال رضی النفس بما قسم الله تع لها وان قل وانما الغنی غنی النفس قال فما الفقر قال شره النفس فی کل شی قال فما المنعة قال شدة الباس ومنازعة اعز الناس قال فما الذل

انسانیت کے معنی تبلاؤ عرض کی دنیا میں پاکدامنی اور آخرت کی اصلاح۔ فرمایا رقت کیا ہے کہا ادنے ادنے باتوں پر نظر رکھنا اور حقیر شے سے دریغ کرنا فرمایا لیئمی کیا ہے فرمایا اپنے نفس سے روکنا اور اپنی عورت کے حوالے کرنا فرمایا سماح و بلند نظری کے کیا معنی عرض کی تنگی و فراخی میں یکساں خرچ کرنا اور دینا۔ فرمایا شح و حرص کسے کہتے ہیں عرض کی آدمی جو کچھ اسکے ہاتھ میں ہے اسے باعث عزت و شرف سمجھے اور جو خرچ کر ڈالے اُسے ضائع شدہ جانے فرمایا اخاء (بھائی چارہ) کیا ہے کہا غمخواری کرنا شدت و دشواری میں۔ فرمایا جبن (بزدلی) کیا ہے عرض کی دوست کے آگے جُراءت دکھانا اور دشمن سے دب جانا۔ فرمایا غنیمت کیا شے ہے۔ عرض کی تقویٰ و پرہیز گاری کی رغبت اور دنیا کی آرام و آسائش یہ غنیمت بارده ہے فرمایا حلم کیا شے ہے عرض کی غصہ کا پی جانا اور نفس کا قابو کرنا۔ فرمایا غنی و تونگری کیا شے ہے۔ عرض کی نفس کا راضی ہونا اس پر جو خدا نے قسمت کیا ہے گو تھوڑا ہی ہو غنی ہونا صرف دل کا غنی ہونا ہے۔ فرمایا فقیری کیا شے ہے کہا نفس کا ہر ایک شے کی حرص کرنا۔ فرمایا بلند رتبگی کیا ہے۔ عرض کی ہیبت و شان کی شدت اور معزز ترین آدمیان سے ہمسری کرنا۔ فرمایا ذلت کیا ہے

لہ اگر امام حسنؑ فن ادب کا ارادہ کرے تو اسمقام میں شرف کے مقابلے میں لفظ تلف نہ فرماتے بجائے اسکے سرف بسین مہملہ کہتے۔ گر یہ حضرات تکلف و تصنع سے بری ہیں اور فصاحت ہر حال میں ان کے الفاظ سے ٹپکتی ہے یہ مردمیدان جدال و شیران حرب و عبوث نزال ہیں ۱۲ کشف الغمہ۔

الفزع عند المصدوقه قال
فما العي قال العبث باللحية
وكثرة البزق عند المخاطبة قال
فما الجراءة قال موافقة الاقران
قال فما الكلفة قال كلامك فيما
لايعنيك قال فما المجد قال تعطي
في الغرم وتعفو عن الجرم قال
فما العقل قال حفظ القلب كلما
استودعته قال فما الخرق قال
اتيانُ الجميل وترك القبيح قال فما
الحزم قال طول الاناءة والرفق
بالولاة قال فما السفه قال اتباع
الدناة ومصاحبة الغواة قال
فما الغفلة قال تركك المسجد و
طاعتك المفسد قال فما الحرمان
قال تركك حظك وقد عرض عليك
قال فمن السيد قال الاحمق في ماله
المتهاون في عرضه في شتم فلا يجب
المتهم بامر عشيرته هو السيد۔

کہا نزول بلا کے وقت جزع و فزع کرنا فرمایا
عی یعنی عاجزی کیا ہے۔ فرمایا ڈاڑھی سے کھیلنا اور
بات کرتے وقت منہ سے تھوک کی چھینٹیں اڑنا
فرمایا جرأت کیا شے ہے عرض کی ہمسروں کے مقابلے
میں مقاومت کرنا۔ فرمایا کلفت کیا شے ہے عرض کی
بے فائدہ مغز زنی کرنا۔ فرمایا مجد و بزرگی کیا شے
ہے۔ عرض کی عزم کرکے عطا کرنا اور جرم وخطا کو معاف
کرنا۔ فرمایا عقل کیا شے ہے کہا دلکا تمام ان اشیا کو یاد
رکھنا جو اسکو ودیعت کیگئی ہیں۔ کہا حماقت کیا ہے عرض کی
وہ امام سے دشمنی کرنا اور اسکے کلام پر اپنے آواز کو بلند
کرنا۔ فرمایا سنا کیا شے ہے کہا نیک کاموں کو عمل میں لانا
اور بری باتوں کو ترک کرنا۔ فرمایا حزم کیا شے ہے
عرض کی درازی نرمی و آہستگی اور والیان امر کے
ساتھ مدارا فرمایا سفاہت کیا ہے عرض کی کمینوں
کا اتباع کرنا اور گمراہوں کی ہمنشینی اختیار کرنا۔ فرمایا
غفلت کیا شے ہے فرمایا ترک کرنا رکوع و سجود کو
اور پیروی کرنا اہل فساد کی فرمایا حرمان کون شے
ہے کہا اپنا وہ حصہ چھوڑ دینا جبکہ وہ سامنے پیش کیا
جائے۔ فرمایا سید و سردار کون ہے کہا اپنے مال میں
احمق اور اپنی آبرو کی اہانت کرنیوالا اسے گالیاں
دیں اور جواب نہ دے اپنے قبیلہ کے معاملہ میں تہمت
زدہ ہو وہی سید ہے۔

صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں یہ وہ جوابات ہیں کہ جناب امام حسنؑ سے بے سوچے سمجھے بصیرۂ باھرہ

بدیہہ حاضرہ و فضیلتِ وافرہ اور استخراج غوامض پر فکرہ قادرہ سے صادر ہوئے ہیں۔

دنیا آباد و عاقبت خراب

معانی الاخبار شیخ صدوق میں جناب صادقؑ سے نقل ہوا ہے کہ حسنؑ بن علیؑ کا ایک دوست نہایت بیباک تھا۔ ایک مرتبہ کچھ عرصہ تک حضرتؑ کے پاس نہ آیا۔ جب آیا تو حضرت نے پوچھا کَیفَ اَصبَحتَ کیا حال تمہارا ہے۔ عرض کی اصبحتُ یا ابن رسول اللہ بخلاف ما اُحب ویحب اللہ ویحب الشیطان اے فرزند رسولؐ میں نے صبح کے بخلاف اپنی خواہش کے اور خواہش خدا کے اور برخلاف خواستہ شیطان کے حضرتؑ یہ سنکر ہنسنے لگے اور فرمایا یہ کیونکر عرض کی اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ میں طاعتِ خدا بجالاؤں اور اسکے عصیان و نافرمانی کا مرتکب ہوں۔ میں ایسا نہیں کرتا علیٰ ہٰذا شیطان کی خواہش یہ ہے کہ بالکل اسکا مطیع ہوجاؤں اور بالمرہ نافرمانی خدا اختیار کروں وَلَسْتُ کَذٰلِکَ میں ایسا نہیں اور میں چاہتا ہوں کہ کبھی نہ مروں اور یہ ہو نہیں سکتا۔ اس وقت حضار مجلس سے ایک شخص اٹھا اور عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ کیا بات ہے ہم موت سے کیوں نفرت کرتے ہیں فرمایا تم نے دنیا آباد کی اور عاقبت خراب کرلی اس لئے آبادی سے ویرانے کی طرف جانا پسند نہیں کرتے۔

برخے از کلام نظیمۂ آنجناب صلوات اللہ علیہ

کچھ اشعار آنجناب کے جس سے پہلے باب سخاوت میں اور کسیقدر حکایت اسلام اعرابی عنید میں کسیقدر جری صلح معاویہ کے بارہ میں کتاب ہٰذا میں ذکر ہوئے بجز مضامین کے منظومات جو نظر قاصرہ میں آئے یہاں مذکور ہوتے ہیں۔

رازقِ مطلق خدائے برحق ہے

نور الابصار شبلنجی میں شرح درایہ عبدالقادر طبری مالکی سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ؎

اِغنَ عَنِ المَخلُوقِ بِالخَالِقِ — تَغنَ عَنِ الکَاذِبِ وَالصَّادِقِ

وَاستَرزِقِ الرَّحمٰنَ مِن فَضلِہٖ — فَلَیسَ غَیرُ اللہِ بِالرَّازِقِ

مَن ظنّ ان النّاس تغیونہ فلیس بالرحمان بالواثق
من ظنّ ان الرّزق من کسبہ زلت بہٖ النعلان من خالق

(ترجمہ) مخلوق سے اعراض کرکے خالق کے بھروسہ پر غنی ہوجا۔ تو تو کاذب ورانگو سے بے پرواہ ہوجائیگا۔ حق تعالے کے فضل سے جو رحمان ورحیم ہے رزق طلب کر خدا کے سوا کوئی رزق دینے والا نہیں جس نے گمان کیا کہ آدمی اسکو غنی کردیں گے۔ وہ خداوند رحمان پر ایمان واثق نہیں رکھتا جس نے خیال کیا کہ رزق اسکے اپنے کسب کی بدولت حاصل ہوتا ہے تو اس کے دونوں قدم راہ خدا میں ڈگمگا گئے۔

تجربہ کار زمانے کے دہوکے میں نہیں آسکتا

ذری لُدرالایّام اِنّ صفاءھا تولّے بایّام السّرور الذاھب
وکیف یغبرّ الدھرُ من کان بینہ وبَیْنَ اللیالی محکمات التجارب

زمانہ کی کدورتوں کا خیال نہ کر و بتحقیق کہ اسکی صفائی جانے والے سرور کے ساتھ پست ہوکر چلی گئی زمانہ اس شخص کو کیونکر دہوکہ دے کہ اسکے اور شب ہائے آئیندہ کے درمیان محکم تجربات موجود ہیں۔

دنیا دار اقامت نہیں اسکو وداع کرو

قل للمقیم بغیردا راقامۃٍ حانَ الرّحیل فودّع الاحبابا
اِنّ الذین لقیتھم وصُحبتہُم صاروا جمیعًا فی القبور ترابا

تو اس شخص سے جو غیر دار اقامت میں مقیم ہے کہدے کوچ کا وقت آگیا دوستوں کو وداع کرو بتحقیق کہ جن لوگوں سے تو نے ملاقات کی اور صحبت رکھی وہ سب قبروں میں پڑکر مٹی ہوگئے

دنیا فانی ہے

ناپائداری دنیا کے بارے میں اکثر فرماتے۔

یا اھل لذاتِ دنیا لابقاءَ لھا اِنّ المقام بظلٍ زائلٍ حمق

اے دنیا کی لذتوں کے جن کو بقا نہیں دلدادے ڈھلنے والے سائے کے نیچے مقام کر لینا دانائی ہے یا زوال پذیر سایے سے دھوکا کھانا حماقت ہے۔

دنیا سے کفاف پر اکتفا کرنی چاہیئے

الکسرۃ من خسیس الخبز لیشبعنی | وشربۃ من قراح الماء تکفینی
وطمرۃ من رفیق الثوب تسترنی | حیًا وان مت تکفیی لتکفینی

ادنے روٹی کا ٹکڑا مجکو سیر کر سکتا ہے اور آب خالص کا ایک گھونٹ میری سیرابی کے لئے بس ہے ایک پُرانا جھینا پارچہ زندگی میں میرے بدن کے ڈھانپنے کو بس ہے۔ اور مر جاؤں تو وہی پارچہ میرے کفن کے واسطے کفایت کرتا ہے۔

مذمت دنیا و خطرۂ مرگ

ومارسۃ ھٰذا الدھر خمسین حجۃ | وخمسًا ارجی قابلاً بعد قابلٍ
وما انا فی الدنیا بلغت جسیمھا | ولا فی الذی اھوٰے کدحت بطائلٍ
فقد اشرعتنی فی المنایا اکفھا | وانقبت انی رھن موتٍ مُعاجلٍ

میں نے دارِ دنیا کا پانچ اوپر پچاس سال تجربہ کیا اور سال بسال اُمید کامیابی کی کرتا رہا۔ نہ تو دنیا میں کوئی عظیم مراد پائی جسکی طرف میری خواہش ہے یعنی آخرت کے لئے کوئی نفع حسب مراد حاصل کیا۔ آخر کار موت نے اپنے نیزے میری طرف بلند کر دیئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ جلد آنیوالی موت کا گردی شدہ ہوں۔ سن مبارک ہر چند پچپن سال کو نہیں پہنچا۔ مگر تمثیلاً کنایہ درازی مدت تجربہ کی طرف فرماتے ہیں اور ممکن ہے کہ آپ کا اپنا کلام نہ ہو کسی اور شاعر کا کلام مثالاً قرأت فرمایا ہو۔

معجزات

بصائر الدرجات وغیرہ کتب معتبرہ میں ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے نقل ہے اُنھوں نے امام حسن علیہ السلام سے روایت کی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ حق تعالےٰ نے دو شہر مشرق و مغرب میں پیدا کئے

جن کی شہر پناہ کی دیواریں فولاد کی بنی ہیں اور ہزارہا دروازے خالص سونے کے ہیں، مختلف زبانیں وہاں بولی جاتی ہیں۔ ہم ان تمام زبانوں سے واقف ہیں ان شہروں پر سوائے میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے تیسرا کوئی حجت خدا نہیں۔ حقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ ان دو شہروں کا ذکر روایات آئمہ معصومین میں مشہور و معروف ہے۔ آنحضرتؐ نے بار بار اشارہ کیا اور بتلایا ہے کہ وہاں ہمارے سوا کوئی کسی کو نہیں جانتا۔ ہم ہر روز بوقت خاص وہاں جاتے اور احکام صادر کرتے ہیں اور فصل خصومات فرماتے ہیں ان کا نام جابلقا و جابرسا بتایا گیا ہے۔ ارشاد معصوم ہے کہ ہم نے جس طرح ان کے باشندوں کو قرآن تعلیم کیا ہے تلاوت کرتے ہیں کوئی مسئلہ قرآن میں پیش آتا ہے تو ہم سے سوال کرتے ہیں ہم اس کا بیان کرتے ہیں تو ان کے سینہ کشادہ اور نور سے معمور ہو جاتے ہیں۔ دعا کرتے ہیں کہ حق تعالےٰ ان کے لیے ہم کو قایم رکھے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہماری وجہ سے نعمات متکاثرہ ان پر مبذول ہوتی رہتی ہیں اس لئے ہماری قدر پہچانتے ہیں۔ وہ ظہور قائم آل محمدؐ پر ان کے ساتھ ساتھ ہوں گے وغیرہ وغیرہ چونکہ یہ روایات آنحضرت سے نقل ہوئی ہیں اور بذریعہ رواۃ ثقات ہم تک پہنچی ہیں لہٰذا ان کو قبول کرنا چاہیے اور حیل اور حجت لاکر ان کا انکار نہ کریں اور کہیں کتب جغرافیہ میں ان شہروں کا پتہ نہیں ملتا کیسے تصدیق کریں۔ علم جغرافیہ مروجہ تمام مخلوقات الہٰی کا کفیل نہیں ہو سکتا ہمیشہ نئی نئی معلومات کا اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ براعظم امریکہ ہزاراں ہزار سال تک پرانی دنیا سے مخفی رہا۔ جنت عدن بہشت شداد کا وجود یقینی ہے مگر نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اسیطرح جزیرۂ خضرا و جابلقا و جابرسا تک جہاز رانوں کے جہاز ہنوز نہ پہنچے ہوں یا پہنچے ہوں مگر مصلحت الٰہی ان کے اخفا ہی میں ہو تو کیا محل استبعاد ہے۔

جواب سوالات بادشاہ روم بروایت دیگر غیر از روایت گزشتہ

بحار میں خرائج سے نقل کیا ہے کہ علی علیہ السلام رحبہ کوفہ میں تشریف رکھتے تھے ایک مرد اُٹھا اور عرض کی میں حضور کی رعیت اور حضور کی قلمرو کا باشندہ ہوں۔ ارشاد کیا نہ تو میری رعایا ہے نہ اس ملک کا رہنے والا ہے ابن الاصفر (ملک روم) نے کچھ مسائل معاویہ سے دریافت کر بھیجے جنہوں نے اس کو قلق و اضطراب میں ڈالا ہے وہی سوالات تجکو دیکر بھیجا ہے کہ ہم سے تحقیق کرے۔ عرض کی آپ نے

درست فرمایا واقعی میں معاویہ ہی کا فرستادہ ہوں مجھے خفیہ طور پر بھیجا تھا۔ مگر حضرت اس سے واقف ہو گئے حالانکہ سوائے خدا جل شانہ کے کوئی اس راز سے واقف نہ تھا۔ فرمایا میرے ان دو فرزندوں (حسنؑ وحسینؑ) سے کسی ایک کے آگے وہ سوال پیش کر جواب باصواب دینگے۔ پھر خود فرمایا کہ اس ذوالوفرہ (بالوں والے یعنی امام حسنؑ) سے دریافت کر۔ وہ شخص آنحضرتؑ کی طرف متوجہ ہوا تو آپ نے فرمایا تو یہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ کیا فصل ہے درمیان حق وباطل کے اور درمیان زمین وآسمان کے اور درمیان مشرق ومغرب کے۔ اور قوس وقزح کیا شے ہے اور مونث کیا ہے اور وہ دس شے کونسی ہیں جن کا ایک دوسری سے شدید تر ہے۔ کہا ہاں سوالات یہی ہیں۔ ان کے جوابات ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا حق وباطل کے درمیان چار انگشت کا فاصلہ ہے یعنی جو کچھ آنکھ سے دیکھے حق ہے کان سے سنی باتیں اکثر باطل ہوتی ہیں اور آسمان وزمین کے درمیان کا فاصلہ دعائے مظلوم کی مسافت کا ہے یا بقدر درازئی بصر اور مشرق ومغرب کی دوری آفتاب کی صبح سے شام تک کی مسافت ہے اور قزح ایک شیطان کا نام ہے الا وہ کمان خدا کی ہے اور علامت حضب (تری د تازگی ضد الجدب خشک سالی) کی اور امان ہے اہل زمین کے لئے غرق سے اور لیکن مونث پس وہ مولود ہے جسکی نسبت معلوم نہ ہو کہ ذکر ہے یا انثے۔ پس انتظار کیا جائیگا۔ نر ہو گا تو احتلام ہوگا مادہ ہوگی تو حیض آئیگا اور پستان سینہ سے اُبھر آئیں گی۔ اس سے بھی اطمینان نہ ہو تو کہا جائیگا پیشاب کرنے کو اسکا پیشاب آگے دیوار پر پڑے تو مذکر ہے پیچھے ہٹ کر پاشنہ پا تک پہنچے جیسا کہ شتر کا پیشاب پیچھے کو ہٹتا ہے تو مونث۔ اور لیکن وہ دس اشیا جن میں ایک سے دوسری سے شدید تر ہے پس تمام چیزوں سے خلق خدا کی شدید تر پتھر ہے اور اس سے شدید تر آہن ہے جس سے وہ توڑا جاتا ہے اور قطع کیا جاتا ہے اور آہن سے شدید تر آگ ہے کہ اس کو پگھلاتی ہے اور آتش سے شدید آب ہے جس سے آگ بجھ جاتی ہے اور آب سے شدید تر ابر ہے جس سے وہ مہیا ہوتا ہے اور ابر سے شدید ہوا ہے کہ اسکو اڑائے پھرتی ہے اور ہوا سے شدید تر وہ ملک ہے جس کے زیر فرمان ہوا رواں ہوتی ہے۔ اور اس ملک سے شدید تر ملک الموت ہے جو اسکی روح کا قبض کرنیوالا ہوگا اور ملک الموت سے اشد حکم خدائے واحد واحد ہے۔ جو موت کو دفع کرسکتا ہے۔

نخلِ خشک کا تر اور بار آور ہونا

بصائرالدرجات میں ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک بار حسن مجتبیٰؑ مکہ کو جارہے تھے آپ کے ہمراہ ایک مرد اولاد زبیر سے بھی تھا جو آپ کا معتقد اور آپ کی امامت کا قائل تھا ایک منزل میں چشمۂ آب پر نزول ہوا راوی کہتا ہے کہ وہاں ایک کھجور کا پیڑ تھا۔ جو پانی نہ پانے سے خشک ہوگیا تھا۔ فرش بچھا دیا گیا آپنے اسپر قیام کیا پسر زبیر ایک اور درخت خشک کے نیچے آپ کے مقابل فروکش ہوا۔ پسر زبیر سر اپنا بلند کرکے کہنے لگا اے کاش اس درخت پر خرما تازہ لگے ہوتے تو ہم تناول کرتے۔ امام حسنؑ یہ کلام حسرت انجام اسکا سنکر فرمایا۔ چاہتا ہے کہ خرما تازہ نوش کرے عرض کی ہاں مولا میرے یہی مقصود ہے پس حضرتؑ نے دست دعا بدرگاہ کبریا بلند کیئے اور ایسے لفظوں میں دعا کی کہ زبیری انکو کچھ نہ سمجھا کہ ناگاہ درخت خشک ہرا ہوگیا اور برگ و بار اس میں نکل آئے اور گچھے خرما تازہ کے لٹک پڑے ایک شتربان کھڑا یہ ماجرا دیکھ رہا تھا بے اختیار بولا سحر، واللہ خدا کی قسم یہ جادو ہے۔ امام حسنؑ نے کہا ہرگز یہ جادو نہیں بلکہ دعائے پسر نبیؐ ہے کہ مستجاب ہوئی۔ راوی کہتا ہے کہ لوگ درخت پر چڑھ گئے اور جسقدر خرما پائے چن لیئے اور وہ اسقدر تھے کہ تمام قافلہ کے لئے کافی ہوگئے

علم مغیبات

امر پوشیدہ کی اطلاع دینا

معاویہ حسب معاہدہ صلح آنحضرتؑ کے لئے مال بھیجا کرتا تھا ایک بار اسکے آنے میں دیر ہوئی تو گونہ پریشانی و گرانی لاحق حال تھی۔ امام حسنؑ نے امام حسینؑ و عبداللہ جعفرؓ کو خبر دی کہ معاویہ جائزہ روانہ کرچکا ہے وہ تم کو فلاں روز رویت ہلال پر پہنچیگا پس عین اس وقت اور اس ساعت میں جس کی آپنے خبر دی تھی رویت ہلال پر مال پہنچا امام حسنؑ نے اپنا قرضہ ادا کیا باقی اہل خانہ و غلامان آزاد کردہ پر قسمت فرمایا۔ علی ہذا امام حسینؑ نے ادائے قرض کے بعد مابقی عیال و اہلبیت و موالی پر تقسیم فرمایا۔ عبداللہ نے قرض ادا کیا بقیہ قاصد معاویہ کو جو مال لیکر آیا تھا مرحمت فرمایا۔ اس لئے

واپس جاکر معاویہ سے کیفیت بیان کی اس نے اور مال زائد انکے لئے روانہ کیا۔

رحم کے اندر کے حال سے وقفیت

بحار میں کتاب الدلائل ابو جعفر رستم طبری سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس نے کہا کہ حسنؑ زکی نے ایک گائے کو دیکھکر کہا یہ حاملہ ہے اس کے شکم میں ایک بچھڑی ہے جس کی پیشانی پر سفید نشان ہے علی ہذا اس کی دُم کا سرا سفید ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم قصاب کے جو اس کے ذبح کرنے کو لئے جاتا تھا ساتھ گئے۔ اس نے گائے کو ذبح کیا تو اسی صورت کا بچہ اسکے پیٹ سے نکلا جیسا کہ حضرت نے کہا تھا ہمنے کہا حقتعالے فرماتا ہے وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ کہ رحم کے اندر کے بچوں کے حال سے وہی واقف ہے کہ نر ہیں یا مادہ اور کس رنگ و وضع کے ہیں۔ پھر کس طرح آپ کو بچھڑی کے حال سے اطلاع ہوئی۔ فرمایا بہت سے علم مخزون و مکنون ایسے ہیں کہ ان سے ملک مقرب اور نبی مرسل تک آگاہ نہیں سوائے محمدؐ و آل محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین کے۔

شمار دانہائے خرما پر آگاہی ہونا

حضرت ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے نقل ہوا ہے کہ امام حسنؑ کی معاویہ سے صلح ہوئی تو نخیلہ کوفہ میں مقیم تھے۔ معاویہ نے کہا اے ابو محمد میںنے سُنا ہے کہ رسولؐ اللہ درخت خرما کو دیکھکر اس کے پھل کا اندازہ کر لیتے اور اندازہ حضرتؐ کا ٹھیک اُترتا تھا۔ تم کو بھی ایسا علم ہے کیونکہ تمہارے شیعہ کہتے ہیں کہ تمسے زمین و آسمان کی کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ فرمایا رسولؐ اللہ کیل (پیمانہ) سے اندازہ کرتے تھے میں پھلوں کی تعداد بتا سکتا ہوں۔ معاویہ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کرکے کہا اس میں کتنے خرمے ہوں گے حضرتؑ نے فرمایا چار ہزار چار دانے۔ مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس حدیث کے کچھ جملے باقی رہ گئے جو جوہری نے بروایت ابن عباس پورے کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ معاویہ نے امر کیا اور گچھے خرموں کے جو ہنوز خام تھے توڑکر انکے دانے شمار کئے جائیں گنا تو چار ہزار تین دانے تھے یعنی ایک دانہ کی کمی نکلی فرمایا مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِّبْتُ وَاللہِ خدا کی قسم نہ میں جھوٹ کہتا ہوں نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا۔ پس دیکھا تو عبداللہ بن عامر بن

کرینز کے ہاتھ میں ایک دانہ تھا۔ شمار پوری ہوگئی تو فرمایا اے معاویہ تو اس کا انکار نہ کرے تو تجھکو
اُن آیندہ اعمال سے خبر دوں جو تیرے ہاتھ پر جاری ہونگے۔ مگر تو کہے گا کہ اس صغر سنی میں اتنی باتیں
کیونکر رسولخداؐ سے سُنی قسم خدا کی کہ تو زیاد بد نہاد کو نسب میں اپنے سے ملحق کریگا۔ اور حجر بن عدی
کو قتل کرائیگا۔ اور سرہائے مومنین ان کے بدنوں سے جُدا ہوکر شہر بشہر پھرائے اور پھر تیرے پاس
لائے جائیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ جیسا حضرت نے ارشاد کیا تھا معاویہ نے فی الحقیقۃ زیاد کا الحاق
کیا حجر بن عدی کو قتل کرایا اور عمرو بن الحمق خزاعی کا سر تن سے جُدا ہوکر اسکے پاس لایا گیا۔

یہ حضرات آئندہ واقعات قیامت تک سے واقف تھے

خرائج میں ہے کہ دو مرد آپ کے پاس بیٹھے تھے ایک کی نسبت فرمایا کہ شب گذشتہ۔ تو نے فلاں
شخص سے یہ اور یہ باتیں کیں اُس شخص نے کہا یہ امور غائبہ کی خبر دیتے ہیں اور متعجب ہوا حضرت
نے فرمایا تجھے اس سے تعجب ہوا بتحقیق کہ ہم ان جملہ امور سے واقف ہیں جو شب و روز عالم میں ہوتے
رہتے ہیں پھر فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو جملہ حرام و حلال کی تعلیم دی اور تنزیل و تاویل قرآن
کا علم سکھایا اور جو کچھ قیامت تک ہونیوالا ہے بتلایا۔ رسولخداؐ نے وہ تمام علوم علی ابن ابی طالبؑ
کو تعلیم کئے اور اُن سے ہمکو پہنچے۔

اپنی زہر خورانی کی خبر دینا

یہ مشہور ہے اور اخبارات و احادیث میں ماثور کہ آنحضرتؑ نے اپنی شہادت سے بہت پہلے
اطلاع دی کہ مجھ کو زہر دیا جائیگا اور وہی باعث میری وفات کا ہوگا۔ عرض کی کون حضرت کے
ساتھ یہ ظلم وستم روا رکھے گا۔ فرمایا کوئی کنیز میری یا زوجہ ایسا کرے گی۔ پھر کہا کیوں نہیں اس کو گھر
سے نکالدیتے فرمایا کیونکر ایسا ہوسکتا ہے جبکہ میری موت اسکے ہاتھ پر مقدر ہو چکی ہے۔ نیز فرمایا کہ جرم
سے پہلے سزا نہیں ہوسکتی۔ پس جیسا حضرتؑ نے خبر دی تھی جعدہ بنت اشعث بن قیس نے معاویہ
سے سازکر کے حضرتؑ کو زہر فرستادہ معاویہ دیا جو باعث وفات ہوا چنانچہ یہ حکایت اس سے
واضح تر آئیندہ باب وفات آنحضرتؑ میں ذکر ہوگی۔

خبر بیعت بخلافت

اپنے پدر عالیقدر حیدر کرّار امام ابرار سے قبل اسکے کہ امر خلافت آنحضرتؑ کی طرف رجوع ہو نقل فرمایا۔ انّ للعرب جولۃ کہ اہل عرب کی ایک حرکت و جولانی ہے۔ پیروی باطل کی حالت میں ولقد رجعت الیہا عوازب احلامہا حالانکہ ان کی عقلیں کہ ان سے پوشیدہ و دور ہو گئی تھیں ان کی طرف مراجعت کرینگے اور وہ اسپ شتر دوڑائے تمہارے پاس آئینگے۔ اور ہرچند کہ تم سوراخ کفتار میں پنہاں ہو نکال لینگے اور بیعت کرینگے۔ سوراخ کفتار سے اس لئے تشبیہ دی کہ وہ گہرا سوراخ زمین میں کھودتی ہے یہ کنایہ ہے کہ خواہ تم اتنے کیسے ہی پوشیدہ ہو گے وہ تم کو نکال لینگے۔ اور بیعت کرینگے۔

قصّہ غلام اسود بائع روغن

خرائج میں ہے کہ جناب صادق علیہ السلام نے اپنے آباء طاہرین صلوٰۃ اللہ اجمعین سے نقل کیا کہ امام حسنؑ پیادہ پا مکہ کو جارہے تھے پا ہائے مبارک ورم کر گئے لوگوں نے عرض کی کہ اگر حضور قدرے سوار ہو جائیں تو یہ ورم رفع ہو جائے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ منزل پر پہنچکر ہمکو ایک غلام سیاہ روغن فروش ملیگا اس کا روغن اس ورم کو نفع دینے والا ہے۔ وہاں پہنچکر اس سے تیل خرید لو اور قیمت میں حجّت و تکرار نہ کرو ایک نے کہا ہمنے تو اس منزل میں کسی کو تیل بیچتے نہیں دیکھا۔ فرمایا البتہ روغن فروش ملے گا۔ چند میل آگے گئے تھے کہ غلام سیاہ دکھائی دیا آپنے غلام سے کہا۔ یہ لو اسود موجود ہے جو کچھ قیمت دیکر روغن لے لو اسود نے آپ کے آدمی سے کہا کس کے لئے روغن درکار ہے۔ کہا حسنؑ بن علیؑ ابن ابیطالبؑ کے لئے کہا مجکو خدمت آنحضرتؑ میں لیچلو۔ وہاں حاضر ہوا تو عرض کی یا ابن رسول اللہ میں حضورؐ کا آزاد کردہ بندہ ہوں اسکی قیمت ہرگز نہ لونگا۔ بلکہ حضرت دعا کریں خدا سے کہ مجھے ایک لڑکا مستوی الخلقت ایسا عطا کرے جو تم اہلبیتؑ کو دوست رکھے۔ میں اپنی زوجہ کو درد زہ میں مبتلا چھوڑکر آیا ہوں۔ فرمایا اپنے مکان کو جا اللہ تعالےٰ نے تجھے ایک پسر سوی الخلقت عطا کر دیا ہے جاکر دیکھا تو واقعی اس کی اہلیہ کے بطن سے لڑکا اسی صفت و صورت کا پیدا ہو چکا تھا۔ اسود دوبارہ خدمت میں حاضر ہو کر دعائے خیر بجا لایا حضرتؑ نے اس روغن

کا استعمال کیا اپنی جگہ سے اُٹھنے نہ پائے تھے کہ ورم پائے اقدس کا دور ہو گیا۔

امیر المومنینؑ کو بعد وفات زندہ وسلامت دکھانا

بحار میں کتاب مولد النبی و مولد الاصفیا الشیخ مفید علیہ الرحمہ سے نقل ہوا ہے کہ باسناد خود ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ کچھ لوگ حسن مجتبیٰؑ کے پاس آئے اور کہا ہمکو کوئی عجیب بات دکھاؤ جیسے کہ تمہارے باپ امیر المومنین عجائبات دکھاتے رہے۔ فرمایا اس پر ایمان لاؤگے عرض کی ہاں لائیں گے فرمایا میرے والد کو پہچانتے ہو کہا خوب پہچانتے ہیں پس پردہ جو حجرہ متصلہ کے دروازہ پر پڑا تھا اس کا سرا اُٹھا کر کہا دیکھو اس مکان میں امیر المومنینؑ تشریف رکھتے ہیں تم نے پہچانا۔ عرض کی ہاں پہچانا لاریب یہ امیر المومنین علیہ السلام ہیں شہادت دیتے ہیں کہ تم ولی خدا اور امام دوسرا ہو آنحضرت کے بعد تمنے آنحضرت کی ہم کو اسی طرح زیارت کرائی جیسے کہ اُنھوں نے ابو بکر کو مسجد قبا میں رسول اللہؐ کی وفات کے بعد انکی زیارت کرائی تھی حضرتؑ نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں پڑھا نہیں لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہِ اَموَاتٌ بَل اَحیَاء ولکن لا تشعرون جو لوگ راہ خدا میں قتل کئے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمکو شعور نہیں پس جبکہ ہر ایک مقتول راہ خدا کے لئے یہ بات ہے تو ہمارے بارے میں شک کا کیا موقع ہے۔ اُنھوں نے کہا ہم شک نہیں کرتے آمنا و صدقنا یا ابن رسول اللہ اے فرزند رسولؐ ہم ایمان لائے اور تصدیق کرتے ہیں انتہٰی۔ اور قصہ امیر المومنینؑ کے ابو بکر کو رسول اللہ کی زیارت کرانیکا اسطرح پر مشہور ہے کہ ایک روز آنحضرتؑ نے ابو بکر کو کہا تم کو یاد ہے یا بھول گئے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد کیا تھا کہ مجھ پر بلفظ امیر المومنین سلام کرو اور اس کا اعتقاد کرو اور میری متابعت کرو ابو بکر نے کہا اگر کسی دوسرے سے کہلواؤ اور شہادت دلواؤ تو میں قبول کر سکتا ہوں حضرت نے فرمایا خود رسول اللہؐ تجھسے مکرر کہیں تو مانے گا۔ ابو بکر نے کہا رسول اللہؐ کیونکر کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ وفات پا گئے فرمایا میرے ساتھ مسجد قبا تک آؤ۔ مسجد قبا میں پہنچے تو ابو بکر نے بچشم خود دیکھا کہ سرور کائناتؐ محراب مسجد میں تشریف رکھتے ہیں اسکو دیکھکر بولے اے ابو بکر مینے تجھ سے نہیں کہا کہ علیؑ کی مخالفت نہ کرنا اس کا مطیع رہنا کہا ہاں یا رسول اللہؐ البتہ آپ نے ایسا فرمایا تھا۔ مینے بُرا کیا جو اس کے خلاف کیا اب عہد کرتا ہوں کہ آج کے بعد ان کی مخالفت نکروں گا۔ وہاں سے واپس ہوئے تو عمر خطاب راہ میں ملے

ابوبکر نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا ان سے بیان کیا۔ عمر بولے تو سحر بنی ہاشم کو بھول گیا جو ایسی باتیں ان سے بعید جانتا ہے اور اس قدر وسوسہ کیا کہ ابوبکر نے وہ دیدہ و شنیدہ سب بھلا دیا اور اپنی سابق چال پر چلا گیا حتیٰ کہ ہوا جو کچھ ہوا۔

معجزۂ آنجناب دَر ہنگام طفلی

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ ابوسفیان ایک بار بحالت کفر اس لئے مدینہ آیا کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ و آلہ سے امان حاصل کرے۔ حضرت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملتمس ہوا کہ آنحضرتؐ کے پاس شفاعت خواہ ہوں کہ قریش مکہ کے لئے امان نامہ لکھدیں اور تجدید معاہدہ فرمادیں۔ حضرتؑ نے انکار کیا اور فرمایا اے ابوسفیان رسولخداؐ جو کچھ کہہ چکے ہیں اس سے انحراف نکریں گے جناب فاطمہؑ پس پردہ حجرہ میں بیٹھیں اور امام حسنؑ چودہ مہینے کے سن و سال میں کھیل رہے تھے انہی ایام میں چلنا سیکھا تھا۔ ابوسفیان نے پکار کر کہا اے دختر محمدؐ اس صاحبزادہ کو کہو کہ اپنے جد امجد رسول خدا محمد مصطفےٰ کے پاس میری شفاعت کرے امام حسنؑ یہ سنکر اسکے پاس آئے اور اپنے ننھے ہاتھوں کو اسکی طرف بڑھا کر ایک سے اسکی ناک دوسرے سے ڈاڑھی پکڑی قدرت خدا سے قوت گویائی ان میں پیدا ہو گئی فرمایا کہو لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ تاکہ میں تیری شفاعت اپنے جد امجد کے پاس کروں۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا اللہ اکبر شکر خدا کرتا ہوں اسپر کہ آل محمدؐ میں نظیر ذکریا پیغمبر وجود میں آیا جسکے حق میں حق تعالےٰ فرماتا ہے وآتیناہ الحکم صبیاً ہمنے بچپن میں اس کو علم و حکمت بخشا۔

(سزائے دشمنان) زیاد بدنہاد کا فی النار ہونا

ابوحمزہ ثمالی نے امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا امام حسنؑ بیٹھے تھے ایک شخص نے آکر کہا یا ابن رسول اللہ آپ کا مکان جل گیا فرمایا نہیں ہرگز نہیں جلا پس ایک اور شخص آیا اور عرض کی کہ آگ دوسرے مکان میں جو آپ کے مکان کے پہلو میں تھا لگی ہے حتی کہ ہمکو ذرا شک نہ رہا کہ حضور کا مکان بھی نذر آتش ہو گیا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسکو بچا لیا پس لوگوں نے

زیاد بن ابیہ کی بابت خدمتِ اقدس میں استغاثہ کیا کہ ہم کو بہت ستاتا ہے اور ایذائیں دیتا ہے
حضرتؑ نے دست دعا بدرگاہ خالق ارض و سما بلند کئے اور فرمایا اللّٰھم خذ لنا ولشیعتنا من
زیاد بن ابیہ وارنا فیہ نکالاً عاجلاً انک علی کل شیٔ قدیر پروردگار تو ہمارا اور
ہمارے شیعوں کا بدلا زیاد بدنہاد سے لے اور اس کو دکھا دے کہ وہ عذاب عاجل میں گرفتار ہو گیا
ہے تحقیق کہ تو ہر شے پر قادر و توانا ہے۔ پس اسی قرب زمانے میں زیاد کے دہنے ہاتھ کے انگوٹھے
میں لکلا نکلا جس کو سلعہ کہتے تھے اور اس کی گردن ورم کر گئی تا آنکہ وہ اسی مرض میں داخل جہنم ہوا۔

جھوٹی قسم کی فوری سزا

ایک شخص نے بدروغ آنحضرتؑ پر ایک ہزار دینار قرضہ کا دعویٰ کیا حالانکہ آپ بالکل اسکے
مقروض نہ تھے۔ شریح قاضی کی کچہری میں مدعی و مدعا علیہ دونوں حاضر ہوئے۔ قاضی نے حضرتؑ
سے کہا قسم کہاتے ہو کہ میرے ذمے یہ روپیہ نہیں فرمایا اگر مدعی حلف کرے کہ میرے ذمہ اس کا یہ
قرضہ ہے تو میں ہزار دینار دینے کو تیار ہوں۔ شریح اسے قسم دینے لگا کہہ باللہ الذی لاالٰہ
الا اللہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ قسم ہے اس خدائے برتر کی کہ اس کے سوا کوئی معبود
نہیں جو پنہاں و آشکار سے واقف ہے فرمایا اس کی ضرورت نہیں سادہ قسم کہائے کہ خدا شاہد ہے
تمہارے ذمہ میری یہ رقم چاہیئے اور روپیہ لے اس مرد نے یہ الفاظ کہے اور دینار اٹھائے۔
وہاں سے چلنے لگا تو زمین پر ٹھوکر کھائی اور گرا اور گرتے ہی مر گیا۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ شریح
کو معمولی قسم کیوں نہ دینے دی فرمایا اس میں اندیشہ تھا کہ توحید خدا کی برکت سے قسم دروغ
کا گناہ بخشا جائے اور عذاب تاخیر میں پڑ جائے۔

ابتلاء شامی بعذاب دنیا

ایک روز ایک شیعہ نے شیعیانِ امام حسنؑ سے آنحضرتؑ سے کہا آپ کیوں معاویہ سے اس قدر
تحمل زحمات کرتے اور تکالیف برداشت کرتے ہیں کس لئے دعا بد اس کے حق میں نہیں کرتے فرمایا مصلحت
جناب باری کی اطاعت کرتا ہوں ورنہ اس جل شانہ سے طلب کروں اور دعا مانگوں کہ شام کو عراق

اور عراق کو شام کر دے اور مرد کو عورت اور عورت کو مرد کر دے تو وہ سبحانہٗ البتہ میری دعا مستجاب کر دے اور رد نہ فرمائے۔ اس وقت اہل شام سے ایک مرد حاضر مجلس تھا بولا کون ایسے امور پر قدرت رکھتا ہے۔ حضرتؑ نے اس کی طرف نگاہ کی اور فرمایا تجھ کو شرم نہیں آتی کہ عورت ہو کر مردوں کے درمیان بیٹھی ہے۔ اس شخص نے جو اپنی حالت پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ عورت ہو گیا ہے۔ پس آپ نے فرمایا اُٹھ کھڑا ہو اور اپنے گھر کو جا کہ تیری عورت مرد ہو گئی ہے وہ تیرے ساتھ جماع کریگی اور تجھ سے ایک بچہ خنثیٰ پیدا ہو گا۔ جو کچھ حضرتؑ نے خبر دی تھی واقع ہوا بعد ازاں دونوں حاضر خدمت ہوئے اور توبہ کی اس مرد شامی نے۔ حضرت نے اسکے حق میں دعا کی اور دونوں اپنی اصلی حالت پر عود کر آئے۔

معجزہ مرد کے عورت ہوجانیکا مجلس معاویہ میں

مجلسی علیہ الرحمہ نے جلاء العیون میں نقل کیا ہے کہ ایک دن عمرو عاص نے معاویہ سے کہا کہ امام حسنؑ (معاذ اللہ) کلام کرنے میں قاصر ہیں منبر پر جا کر ان کے حواس قائم نہ رہیں گے۔ درست کلام نہ کر سکیں گے ان کو کہو خطبہ کہیں۔ معاویہ نے حضرتؑ سے کہا منبر پر جاؤ اور ہمکو پند و نصیحت کرو حضرت منبر پر گئے اور حمد و صلوٰۃ الٰہی کے بعد مواعظ شافیہ بیان فرمائے پھر اپنے حسب و نسب و جلالت و شان کا قدر بیان کیا از انجملہ فرمایا میں ہوں پسر بہترین زنان فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا دختر رسولخدا کا میں ہوں پسر سراج منیر و بشیر و نذیر کا بیٹا ہوں رحمۃ للعالمین و پیغمبر انس و جن کا و پسر بہترین خلائق خدا کا بعد رسول خدا کے۔ بیٹا ہوں صاحب فخر و فضیلت و معجزات و حلّال مشکلات کا۔ اور فرزند امیر المومنان و پیشوائے متقیان کا جس کا حق غصب کیا گیا۔ ایک ہوں دو سردار جوانانِ بہشت کا پسر ہوں پیغمبر شفیع و مطاع کا اور فرزند اس شخص کا کہ ملائکہ اس کے ساتھ ہو کر اہل عناد کے ساتھ جنگ و جہاد کرتے تھے۔ اور پسر ہوں اُس پیشوائے خلق کا جس کے سامنے قریش خاضع ہوئے۔ حضرت یہاں تک پہنچے تھے کہ معاویہ کو اندیشہ ہوا کہ لوگ آنحضرتؑ پر مفتون و فریفتہ ہو کر مجھ سے نہ بگڑ جائیں بولا اے ابو محمد جو کچھ تم نے کہا بس ہے۔ اب منبر سے اُتر آؤ حضرت اُترے تو معاویہ غاویہ بولا اے ابو محمد تمہارا گمان ہے کہ میں خلیفہ و پیشوائے خلائق ہوں حالانکہ اسکے اہل و لایق نہیں ہو حضرتؑ نے فرمایا خلیفہ وہ ہے کہ کتاب خدا پر عمل کرے سنت رسولؐ کی متابعت بجالائے۔ خلیفہ وہ نہیں کہ خلائق پر ظلم

کرے وسنتہائے رسول اللہ کو معطل رکھے اور دنیا اور اموال دنیا کو اپنا ماں باپ بنائے اور حسب دلخواہ سلطنت و بادشاہی کرے وہ تھوڑے عرصے اس سے متمتع ہوگا۔ جلدی ہی یہ لذات اس سے منقطع ہو جائیں گی اور عذاب ان کا باقی رہجائیگا پس ایک جوان بنی امیہ سے کہ اس مجلس میں حاضر تھا آپ سے متعرض ہوا اور بہت سی ناہموار و ناسزا باتیں آپ کی اور آپ کے پدر بزرگوار عالیمقدار کی شان میں کہیں حسنؑ مجتبیٰ نے فرمایا خداوندا اپنی نعمت کو اس سے متغیر کر اور مرد سے اس کو عورت بنا دے کہ لوگ اس سے عبرت پکڑیں اس مردود نے جو اپنے حال پر غور کیا تو عورت ہو چکا تھا۔ ڈاڑھی کے بال معدوم ہو گئے اور دیگر علامات مردی دور ہو کر عورتوں کی نشانیاں پیدا ہو گئی تھیں فرمایا۔ اے عورت یہاں سے چلی جا۔ عورت ہو کر مردوں کی مجلس میں بیٹھنا روا نہیں بعد ازاں حضرت اٹھے کہ وہاں سے باہر تشریف لیجائیں عمر عاص بولا ذرا اور بیٹھیے میں چند مسائل آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں فرمایا جو چاہے دریافت کر۔ اس ملعون نے کہا مجھکو کرم۔ نجدت۔ و مروت کے معنی بتلا دو۔ فرمایا کرم بھلائی کرنا ہے بلا توقع عوض اور عطا کرنا قبل از سوال۔ لیکن نجدت وہ دفع کرنا دشمنوں کا اپنے محارم سے اور صبر کرنا ہر امر مکروہ پر۔ اما مروت پس وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دین و نفس کو نجاسات سے نگاہ رکھے اور ادائے حقوق خدا پر آمادہ رہے۔ جسے دیکھے سلام کرے۔ یہ کہکر وہاں سے برآمد ہوئے معاویہ عمر و عاص کو ملامت کرنے لگا کہ تو نے شام کے لوگوں کو بگاڑا اور حسنؑ کے فضائل پر ان کو مطلع کیا۔ عمرو نے کہا ان باتوں کو چھوڑ دو شام والے تجھ کو دین و ایمان کے لئے دوست نہیں رکھتے ان کی غرض محض حصول دنیا ہے سو تلوار اور مال دنیا تیرے قبضہ قدرت میں ہے حسنؑ سے ان باتوں سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے پس اس جوان اموی کا قصہ آدمیوں میں مشہور ہوا اس کی زوجہ نے خدمت امام میں آکر گریہ وزاری و استغاثہ کیا امام انام کو اس پر رحم آیا اس کے حق میں دعا کی۔ بدستور مرد ہو گیا۔

توہین قبر مبارک کی سزا

نور الابصار شبلنجی میں ہے کہ ایک شقی نے شدت عداوت سے قبر مبارک پر پاخانہ پھر دیا فوراً جنون اس پر طاری ہوا اور کتوں کی طرح بھونکنے لگا حتی کہ اسی حالت میں فی النار ہوا۔ دفن ہوا

تو اسکی قبر سے کتے کے بھونکنے کی آواز سُنائی دیتی تھی۔ شبلنجی کہتے ہیں کہ اخراج کیا ہے اس روایت کو حافظ ابونعیم اصفہانی نے اعمش سے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں۔

شمائل شریفہ

انس بن مالک سے بطریق سینہ وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے امام حسنؑ تھے۔ اور جناب صادقؑ کا قول ہے کہ حسن مجتبیٰ اخلق وسیرت وسیادت وسرداری میں مشابہ ترین رسولؐ خدا تھے خود امام حسنؑ سے نقل ہے کہ آیہ شریفہ فی ای صورۃ ماشاء رکبک کی تفسیر میں فرمایا علی ابن ابی طالب ہنوز پشت ابو طالب سے جدا نہ ہوئے تھے کہ حق تعالے نے ان کو بصورت وشباہت رسولؐ خدا خلق فرمایا پس وہ حضرت مشابہ ترین خلائق تھے رسولخدا کے ساتھ اور امام حسینؑ اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ زہراؑ سے زیادہ مشابہ تھے۔ وکنت انا اشبہ الناس بخدیجۃ الکبریٰ۔ میں اپنی جدہ ماجدہ جناب خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ سب آدمیوں سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔ مروی ہے کہ جناب فاطمہؑ مرض الموت رسولخداؐ میں حسنین علیہما السلام کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لائیں اور عرض کی ھذان ابناک فورثھما شیئا کہ یہ دونوں آپ کے پسر لخت جگر ہیں ان کو اپنے خصائل فرخندہ سے کچھ کچھ میراث میں دو فرمایا ہاں حسنؑ کے لئے میرا رعب وداب اور میری سرداری وسالاری ہے اور حسینؑ کو نجدۃ یعنی دلیری ومردانگی اور جود وبخشش عطا کی۔ حضرت فاطمہؑ نے عرض کی رضیت یارسول اللہ میں راضی ہوئی۔ راوی کہتا ہے اسی لئے امام حسنؑ صاحب علم وہیبت تھے اور حسینؑ صاحب نجدت وجود تھے۔ اور مناقب ابن شہر آشوب میں ارشاد وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ انس وابو جحیفہ نے کہا کہ حسینؑ سر سے سینہ تک رسول اللہ کے مشابہ اور حسنؑ سینہ سے پاؤں تک آپ کے شبیہ تھے۔ اور بعضوں نے اس کے خلاف کہا ہے جیسا کہ بیشتر مذکور ہوا۔

شبلنجی مصری کتاب نور الابصار فی مناقب النبی واہل بیت الاطہار میں لکھتے ہیں۔

کان ابیض مشربا بالحمرۃ ادعج العینین سھل الخدین کث اللحیۃ ذا وفرۃ و

وہ حضرت سفید رنگ تھے جس میں سُرخی جھلکتی تھی فراخ وسیاہ آنکھیں رخسارہ مبارک ہموار یعنی بھرے ہوئے تھے

کان عنقه ابریق فضة عظیم الکرادیس بعید ما بین المنکبین ربعة لیس بالطویل ولا بالقصیر من احسن الناس وجهاً وکان یخضب بالسواد وکان جعد الشعر ذکره الدولابی وغیرہ۔

ریش مقدس گنجان دو گیسو نرمۂ گوش تک چھوٹے ہوئے گردن مثل صراحی نقرۂ خام مفاصل اعضا مضبوط و گندہ سینہ فراخ قد میانہ نہ بہت طولانی نہ کوتاہ روئے مبارک بہت زیادہ جمیل و حسین سیاہ خضاب کرتے تھے موئے سر جیدہ و گھنگریلے تھے ذکر کیا ہے اسے دولابی وغیرہ نے۔

اور جنات الخلود میں ہے کہ رنگ آپ کا سفید۔ لبہائے مبارک سرخ بانزاکت مثل برگ گل صفائی میں مثل یاقوت۔ آنکھیں فراخ بکمال سیاہی و شہلائی[2]۔ چہرۂ منور مدور (گول)، مانند طبق لعل یا مثل قرص ماہ و محاسن سیاہ اس کے گرد ہالہ مثل ماہ طوق زدہ اور بال مجعد گھنگریلے یا بوئے معطر و معنبر۔ ابرو مرج و مقوس۔ ایک خط باریک بالوں کا درمیان سینہ سے ناف تک کشیدہ محاسن نہ بہت انبوہ نہ زیادہ تنک اور گردن مثل ابریق نقرہ خالص کے اور مفاصل و بندہائے بدن قوی و تنومند دو شانوں کا فصل کشادہ یعنی عریض الصدر قامت رعنا نہ میانہ نہ بہت پست نہ بلند جملہ اعضاء اور تمام ان کی حرکات و سکنات خوش آئندہ و نمکیں۔ محبوب ترین خلائق تھے۔ صورت میں اکثر اوقات وسمہ سے خضاب کرتے۔ حضرت امام حسینؑ بھی اکثر ان امور میں آنحضرت سے بہت مشابہت رکھتے تھے جیسا کہ حضرت امیر المومنین بہت سی باتوں میں حضرت رسول خدا سے مشابہ تھے سوائے اس کے کہ محاسن مبارک سرخ تھی اور ریش مقدس حضرت رسولخدا سیاہ تھی نیز حضرت امیرؑ انزغ تھے یعنی پیش روئے سر بے بال تھا۔ کہتے ہیں کہ امام حسنؑ کمر سے اوپر رسولخدا سے اور کمر سے نیچے امیر المومنینؑ سے مشابہ تھے اور امام حسینؑ برعکس اس کے کمر سے اوپر امیر المومنین علیہ السلام سے اور نیچے جناب رسولخدا سے مشابہ تھے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] کرادیس جمع کردوس استخوانہا مفاصل جو دو گانہ جیسے دو شانے دو گھٹنے وغیرہ ۱۲ منہ

[2] شہلہ معیش چشمی و نیکو ازاں کہ حدقہ چشم بسرخی زند و خطہائے سرخ بود ہ باشد و آں عبارت است از کمی سیاہی حدقہ کہ مائل بسرخی باشد ۱۲ منتہی الارب۔

نقش خاتم آنجناب

کافی میں ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ نقش خاتم امام حسنؑ و امام حسینؑ کلمۂ الحمد للہ تھا۔ نیز کلینیؒ نے امام رضاؑ سے روایت کی کہ نقش خاتم امام حسنؑ العزۃ للہ اور نقش خاتم امام حسینؑ ان اللہ بالغ امرہ تھا۔ اور جنات الخلود میں لکھتے ہیں کہ نقش نگین انگشتر سبط اکبر جناب شبرؑ کی یہ عبارت تھی انت ثقتی فاعصمنی من خلقک پروردگار تو ہی میرا محل اعتماد ہے پس مجکو شر خلائق سے محفوظ رکھ۔ بقولے یہ کلمات تھے اللہ ولی عصمتی من خلقہ حقتعالے ولی و صاحب ہے میری حفاظت کا اپنی خلقت سے۔ مروی ہے کہ نقش کرنا ان کلمات کا نگین میں خاصکر اگر عقیق کا ہو تو باعث ایمنی از بلاہا ہے اور بقولے آپ کا نقش نگیں اللہ ولی الغنی خدائے تعالے تونگری و غنا کا مالک ہے۔ اور نقش کرنا ان کلمات کا دولت مندی و تونگری میں مؤثر ہے۔ اور ایک قول کے موافق اللہ خالق کل شے و بقولے یا ثقتی من شر خلقک نقش تھا۔ اور مشہور ہے کہ آپ نے خضر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور ان سے دریافت کیا تھا کہ انگشتری بنوانا چاہتا ہوں۔ اس کے نگین میں کیا عبارت نقش کراؤں فرمایا یہ کلمات لکھو لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین بتحقیق کہ یہ انجیل کا آخری فقرہ ہے پس ضرور ہے کہ ایک انگوٹھی پر یہ عبارت کندہ ہو۔

امامت

حضرت حسن مجتبیٰؑ بعد اپنے پدر عالیقدر امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے امام انام ہیں حتماً و یقیناً باجماع اُمت کوئی اس میں مخالف نہیں۔ اور صلح کر لینا آپ کا معاویہ کے ساتھ اصلاً آپ کی امامت میں خلل انداز نہیں ہو سکتا بموجب حدیث رسول اللہؐ متفقہ فریقین الحسنؑ والحسین امامان قاما او قعدا کہ حسنؑ و حسینؑ دونوں امام ہیں خواہ امر خلافت پر قائم ہوں یا نظر بمصالح اس سے بیٹھ رہیں۔ صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں کہ امام حسن کی امامت میں مسلمانوں سے کوئی ہمارا مخالف نہیں ہے جیسا کہ دیگر آئمہ کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ جو لوگ رسول اللہؐ کے بعد اغیار کو خلیفہ جانتے

وہ بھی امام حسنؑ کی امامت میں ہمارے شریک اعتقاد ہیں اس لئے کہ حدیث رسول اللہ ہے کہ الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃً سے اسپر استدلال کیا جاتا ہے یعنی رسول اللہؐ نے فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس[1] سال رہے گی۔ پھر مملکت و بادشاہی ہو جائیگی۔ اور اسلئے کہ علیؑ نے آنحضرت کو علیٰ رؤس الاشہاد اپنا وصی و جانشین مقرر کیا اور قبائے خلافت جو آنحضرتؑ کے زیب بدن تھی امام حسنؑ کو پہنائی۔ پس امامت امام حسنؑ کی اجماعی و اتفاقی مسلمانان ہے

علامہ طبرسی اپنی کتاب اعلام الورٰی میں لکھتے ہیں کہ امام حسنؑ کی امامت کئی طور پر ثابت ہو سکتی ہے اول یہ کہ عقلاً ثابت ہے کہ امام ہر زمانے میں موجود ہونا چاہیئے۔ اور یہ کہ امام معصوم و منصوص ہو پس بعد شہادت امیرالمومنینؑ تین صورتیں ہیں۔ یا کوئی امام نہ تھا یہ صورت باطل ہے بوجہ اس کے کہ کوئی زمانہ وجود امام سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور یا یہ کہ امام تھا مگر معصوم نہ تھا جیسا کہ معاویہ یہ بھی باطل ہے بوجہ وجوب عصمتِ امام کے۔ نہیں تو ایک اور امام کی ضرورت ہوگی حتی کہ یہ سلسلہ ایک امام معصوم و مطہر از خطا و زلل پر جاکر تمام ہوگا۔ تیسری صورت یہ کہ ایک امام معصوم کے وجود کے قائل ہوں۔ پس لازم ہے کہ امام حسنؑ امام معصوم ہوں ورنہ اقوال امامت سے کہ امت میں رائج ہیں خروج لازم آیگا

دوسرا طریق یہ ہے کہ علماء شیعہ کافۃً خلفاً عن سلف ناقل ہیں کہ امیرالمومنینؑ نے بمواجہ شیعیان آنحضرتؑ کو اپنا وصی و جانشین کیا۔ اور نص کی امامت و جلالت آنحضرتؑ پر جو اسکو جھوٹ جانے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات متواترہ سے انکار کرنا اور دین اسلام کو ترک کرنا پڑے گا کیونکہ یہ نصوص رسولخداؐ کے متواترات سے کم متواتر نہیں

تیسرے امیرالمومنین نے جو اپنی باقی اولاد اہل بیتؑ کو چھوڑ کر آنحضرتؑ کے حق میں وصیت کی مشہور ہے اور وصیت کرنا ایک امام کا کسی کیطرف بیشک و شبہ موصی الیہ کے حق میں استحقاق امامت

[1] مسعودی اپنی تاریخ مروج الذہب میں لکھتا ہے کہ خلافت حسنؑ سے اس حدیث رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی تصحیح ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃً کہ خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی کیونکہ ابوبکر کی خلافت دو سال تین مہینے آٹھ یوم رہی اور خلافت عمر کی دس سال گیارہ مہینے تیرہ یوم اور عثمان کی گیارہ سال تیرہ یوم اور خلافت علی مرتضےؑ چار سال ۹ مہینے ایک یوم اور حسنؑ کی آٹھ مہینے دس یوم اور یہ کل تیس ۳۰ سال ہوتے ہیں۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ مذکورہ بالا تعداد کا مجموعہ تیس سال سات مہینے پندرہ یوم ہوتا ہے نہ صرف تیس سال شاید مورخ مذکور نے مجموعہ میں سالوں کا خیال کیا ہے شہور و ایام کا نہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

کا فائدہ دیتا ہے اور یہی عادت جاری ہے کہ انبیاء علیہم السلام اسی کو وصیت کرتے ہیں جسے اپنا خلیفہ و جانشین بناتے ہیں۔ خاصکر آل محمدؐ میں جو کسی خاص شخص کی طرف وصیت کیا جانا اسکی امامت و خلافت کی طرف اشارہ ہے اور اس کے فرض طاعت کی تنبیہ ہے اور آنحضرتؐ کا ایک امر پر متفق و مجتمع ہونا اس کے لئے حجت و دلیل یہ ہے پس چوتھے اخبار و احادیث کہ اس بارے میں وارد ہوئی ہیں ان سے استدلال ہوتا ہے اور وہ بہت ہیں۔ از آنجملہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی کہ جلیل ترین راویان شیعہ اور ان کے ثقات سے ہیں انھوں نے سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ جبوقت امیر المومنینؑ اپنے فرزند دلبند امام حسنؑ کو وصیت کر رہے تھے میں حاضر خدمت تھا آپ نے اس وصایت پر امام حسینؑ اور اپنی باقی اولاد کو و دیگر اہل بیت و رؤساء شیعہ کو شاہد کیا پھر کتب و سلاح وغیرہ تبرکات ان کے سپرد کر کے ارشاد کیا۔ اے فرزند مجھ کو رسول اللہؐ نے اکثر کہا ہے کہ تم کو اپنا وصی و جانشین کروں اور جس طرح آنحضرتؐ نے یہ کتب و سلاح مجھے سپرد کی ہیں تم کو سونپوں۔ نیز آپ نے ارشاد کیا ہے کہ تم کو امر کروں کہ اپنی وفات کے وقت اپنے بھائی حسینؑ کو اپنا وصی کرنا۔ اور یہ تبرکات ان کی سپردگی میں دینا۔ پھر امام حسینؑ سے کہا تمہیں حکم ہے کہ اپنے آخری وقت میں اسی طرح اپنے پسر علی بن الحسینؑ کو اپنا وصی و جانشین کرنا پھر دست مبارک علی بن الحسینؑ کا کہ اس وقت طفل کم سن تھے پکڑ کر فرمایا تجھ کو رسولؐ کا حکم ہے کہ اپنا وصی اپنے پسر محمد باقرؑ کو مقرر کرنا اور میرا اور رسول اللہؐ کا سلام ان کو پہنچانا۔

دیگر ابو جعفر محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے بوقت وفات امام حسنؑ کو فرمایا کہ میرے نزدیک آؤ تاکہ میں تم کو وہ امور پہنچاؤں جو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے مجھے پہنچے ہیں اور ان اشیاء کا تمہیں امین کروں جنکا رسول خدا نے مجھے امین کیا ہے۔ پس وہ حضرت حاضر ہوئے۔ اور حضرتؑ نے جو کہا تھا عمل میں لائے۔

دیگر باسناد خود شہر بن حوشب سے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ کوفہ کو جانے لگے تو عام کتب و تبرکات جناب ام سلمہؓ کے سپرد کئے امام حسنؑ واپس مدینہ آئے تو انھوں نے ان سے واپس لئے۔

پانچویں یہ سب کو معلوم ہے کہ امیر المومنینؑ کی وفات کے بعد آنحضرتؐ نے اپنی امامت و خلافت کیطرف خلقت کو مدعو کیا اور لوگوں نے بدیں اقرار کہ آپ خلیفہ و امام ہیں آپ کے ساتھ بیعت کی

چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ جس رات امیر المومنین علیہ السلام نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا امام حسنؑ نے اسکی صبح کو خطبہ کہا۔ پس حمد و ثنا رالٰہی و درود بر محمد مصطفیٰؐ کے بعد فرمایا ایہا الناس

خطبہ امام حسنؑ بعد شہادت امیر المومنین ؑ

لَقَدْ قبض فی ھٰذہ اللَّیلۃ رجلٌ لم یسبقہ الاوّلون ولم یدرکہ الآخرون لقد کان یجاھد مع رسُول اللہ نفسہ بنفسہ وکان رسُول اللہ یوجہ برایتہ فیکتنفہ جبرئیل عن یمینہ ومیکائیل عن یسارہ فلا یرجع حتی فتح اللہُ علیٰ یدیہ ولقد توفّیٰ فی ھٰذہ اللّیلۃ اللّتی عُرِجَ فیھا عیسیٰ ابن مریم وفیھا قبض یوشع بن نون وماخلف بیضاء ولاصفراءِ الاسبعمائۃ درھم فضلت عن عطائہ اراد ان یبتاع بھا خادماً لاھلہ ثم خنقۃ العبرہ فبکی وبکے الناس معہ ثم قال انا ابن البشیر انا ابن النذیر وانا ابن الداعی الی اللہ ثم قال باذنہ ابن البشیر وانا بن السراج المنیر انا ابن من اذھب عنھم الرجس وطہرھم تطہیراً انا بن اھل بیتٍ فرض اللہ تعالیٰ مودّتھم و

آج رات اس شخص نے رحلت کی ہے کہ اگلے لوگ ان پر سبقت نہیں لے گئے اور پچھلے ان کے رتبہ کو نہیں پہنچے وہ جہاد کرنے کو رسولؐ اللہ کے ساتھ جاتے تھے اور اپنی جان و روح سے آنحضرتؐ کی حفاظت فرماتے رسول اللہ اپنا علم لشکر دیکر ان کو جنگ پر بھیجتے تھے تو جبرئیلؑ و میکائیل ان کے دہنے بائیں رہتے تھے پس واپس نہ ہوتے تھے تا اینکہ حقتعالے ان کے ہاتھوں پر وہ لڑائی فتح کرتا تھا۔ تحقیق کہ انھوں نے اس رات وفات پائی جس میں کہ عیسیٰؑ ابن مریمؑ نے آسمان کو عروج کیا۔ اور یوشع بن نونؑ نے اس میں رحلت کی۔ انھوں نے سیم و زر سے کچھ اپنے پیچھے نہیں چھوڑا۔ الا سات سے درہم کہ ان کے عطیات سے بچ رہے تھے۔ ان سے اپنے گھر والوں کے لئے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے راوی کہتا ہے کہ اس وقت گریہ آنحضرتؐ کے گلوگیر ہوا رونے لگے اور لوگ آپ کے ساتھ گریاں ہوئے بعد ازاں فرمایا میں ہوں پسر بشیر و نذیر کا اور میں ہوں بیٹا دعوت کرنے والے کا طرف خدا کے اس کے اذن و اجازت سے اور پسر چراغ روشن کا اور پسر ان لوگوں کا کہ اللہ تعالےٰ نے ہر قسم کے

طاعتهم فی کتابه فقال قل لا اسئلکم
علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ و
من یقترف حسنة نزد له فیها حسناً
فالحسنة مودتنا اهل البیت ثم جلس

رجس و پلیدی کو اس نے دور کیا اور پاک کیا انکو جو
پاک کرنیکا حق تھا۔ میں ان اہلبیت سے ہوں کہ
اللہ تعالےٰ نے ان کی محبت اور انکی طاعت کو اپنے کلام
مجید میں تمام خلائق پر فرض کیا۔ چنانچہ فرمایا کہہ دو

اے محمد میں سوال نہیں کرتا تم سے کوئی اجر اپنی رسالت کا الا دوست رکھنا اپنے رشتہ داروں کا اور فرمایا جو حاصل کرے ایک نیکی کو زیادہ کریں گے ہم اس کے لئے اس میں اور نیکی کو پس وہ نیکی احسنہ ہم اہلبیت کی محبت ہے۔ یہاں تک پہنچکر حضرت بیٹھ گئے۔ پس عبداللہ بن عباس آپ کے آگے کھڑے ہوئے اور کہا ایھا الناس ھذا ابن نبیکم و وصی امامکم فبایعوا لوگوں یہ تمہارے نبیؐ کے بیٹے اور تمہارے امام کے وصی و جانشین ہیں اٹھو اور ان کے ساتھ بیعت کرو۔ پس لوگ آگے بڑھے اور ان کے ساتھ بیعت کی

علامہ طبرسی کہتے ہیں پس لابد وہ حضرت اپنی دعوت میں حق پر تھے اور قطعی امامت کے مستحق تھے باوصف شہادت رسولؐ اللہ کے ان کے اور ان کے بھائی کے حق میں ان کی امامت و سیادت پر اپنے قول ابنیان هذان امامان قاما او قعدا کہ میرے یہ دو بیٹے امام ہیں قایم ہوں امر امامت پر یا بیٹھ رہیں اس سے اور قول آنحضرتؐ کہ الحسنؑ والحسینؑ سیدا شباب اهل الجنة کہ حسنؑ و حسینؑ دو سردار جوانان بہشت ہیں۔ اور بسبب شاہد ہونے قرآن کے ان کی عصمت پر بموجب آیہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا کے۔ اور کلام ہمارا دربارۂ آیۂ تطہیر پیشتر گزرا۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ خطبہ امام حسنؑ جو کہ آپ نے شب دفن امیر المومنین کی صبح کو مسجد کوفہ میں منبر پر اس جلسہ میں جس میں آنحضرت کی ساتھ بیعت ہوئی کہا اس کو جملہ مورخین شیعہ و سنی نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ مذکورۂ بالا عبارت خطبہ علامہ طبرسی نے ارشاد شیخ مفیدؒ سے نقل کی ہے۔ ہر چند اس میں اس رات کے اوصاف سے یوشع بن نون کی وفات اور عیسیٰ بن مریم کے عروج آسمان پر اکتفا کی گئی۔ اور ایک بڑا وصف اس کا کہ نزول قرآن بر رسول انس و جان اُسی شب میں ہوا ذکر نہیں ہوا۔ چونکہ دیگر روایات میں مذکور ہے۔ تاہم خطبہ مذکورہ ایک قدر مشترک ہے درمیان اکثر روایات کے۔ کشف الغمہ میں حلیۃ الاولیاء حافظ ابو نعیم و مسند احمد بن حنبل و کتاب العترۃ دولابی سے قریب قریب اسی عبارت کے ذکر ہوا ہے۔ ہاں ابن اثیر و ابن قتیبہ جیسے متعصب اشخاص نے اپنی

کتابوں کامل التواریخ والامامۃ والسیاسۃ میں اس کی عبارت میں بہت کاٹ چھانٹ کی ہے
سو ویسے ہی کتب شیعہ میں اس سے بسیط تر منقول ہوا ہے۔ چنانچہ مجالس شیخ مفیدؒ و امالی شیخ طوسی میں
ہے کہ آنحضرتؐ نے اسی جلسہ میں بیعت سے فراغت پانے کے بعد فرمایا۔

نحن حزب اللہ الغالبون وعترۃ رسولہ
الاقربون واہل بیتہ الطیبون الطاہرون
واحد الثقلین الذین خلفہما رسول
اللہ فی امتہ والثانی کتاب اللہ فیہ
تفصیل کل شیء لا یاتیہ الباطل من بین
یدیہ ولا من خلفہ فالمعول علینا فی
تفسیرہ لا نتظنن تاویلہ بل نتیقن حقائقہ
فاطیعونا فان طاعتنا مفروضۃ اذ
کانت بطاعۃ اللہ عزوجل ورسولہ
مقرونۃ قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین
آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی
الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ
الی اللہ والی الرسول ولو ردوہ الی الرسول
والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ
منہم واحذرکم الاصغاء لہتاف الشیطان
فانہ لکم عدو مبین فتکونون کاولیائہ
الذین قال لہم لا غالب لکم الیوم
من الناس وانی جار لکم فلما تراءت الفئتان
نکص علی عقبیہ فقال انی بریء منکم انی اری
ورزا والی السیوف شذراً وللعمد حطماً

ہم گروہ غالب خدا ہیں اور عترۃ رسول خدا ہیں سب سے
قریب تر ہیں آنحضرتؐ سے اور انکے اہلبیت طیبین و طاہرین
ہیں اور ایک ہیں ان دو گراں قدر چیزوں سے جنکو رسولؐ
اللہ اپنے بعد امت میں چھوڑ گئے ہیں اور ثانی وہمسر ہیں
کتاب اللہ کے جس میں بیان و تفصیل ہے ہر شے کی باطل اسکے
آگے پیچھے بھٹکنے نہیں پاتا پس معتمد علیہ ہیں اس کی تفسیر کے
اسکی تاویل بالظن نہیں کرتے بلکہ اسکے حقائق سے یقینی
طور پر آگاہ ہیں پس اطاعت کرو ہماری تحقیق کہ ہماری طاعت
تم پر فرض ہے کیونکہ وہ طاعت خدا اور رسول کیساتھ قرین ہے
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی
اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور اولی الامر کی اپنے درمیان سے
اور کسی امر میں تمہارے درمیان نزاع ہو تو اس کو خدا و رسولؐ
کیطرف رد کرو اگر رد کروگے رسول کی اور انکیطرف جو انمیں سے
الامر ہیں تو البتہ جان لینگے وہ لوگ جو استنباط کرتے ہیں اسکو انسے
اور خوف دلاتا ہوں میں تمکو اس سے کہ شیطان کی چیخ پکار کو
سنو۔ کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے پس تم اسکے ان دوستوں
سے ہو جاؤگے جنکو اس نے کہا تھا کہ تم پر آج آدمیوں سے
کوئی غالب نہ ہوگا۔ کیونکہ میں تمہارا پناہ دہندہ ہوں۔ مگر
جب دونوں گروہ باہم مقابل ہوئے تو وہ پیچھے کو ہٹ گیا
اور کہنے لگا میں تم سے بری و بیزار ہوں تحقیق کہ میں

وللسہام غرضاً ثم لا ینفع نفساً ایمانھا لم یکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیراً

وہ باتیں دیکھتا ہوں جو تمہیں دکھائی نہیں دیتیں پس تم گرز و شمشیر و سنان و تیر کے آماجگاہ ہوگے اور کسی ایمان لانا اوقت فائدہ مند نہو گا۔ جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہوگا۔ یا ایمان لاکر کسب خیر نکر چکا ہو گا۔

اور مجلسی علیہ الرحمہ نے کتاب کفایۃ الاثر فی النصوص علی الائمۃ الاثنی عشر سے نقل کیا ہے کہ امیر المومنین درجۂ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے تو حضرت امام حسنؑ منبر پر گئے اور کلام کرنا چاہا مگر گریہ گلوگیر ہوا اس لئے ذرا بیٹھ گئے پس اُٹھے اور فرمایا الحمد للہ الذی کان فی اولیتہ وحدانیاً کہ جمیع اقسام حمد ثابت ہیں اس خدائے برتر کے لئے جو اپنی اولیت کے با وجود واحد و یکتا ہے پس بہت سی حمد و ثناء الٰہی کے بعد فرمایا۔ ترجمہ

والحمد للہ الذی احسن الخلافۃ علینا اھل البیت وعندہ نحتسب عزانا فی خیر الاٰباء رسول اللہ وعند اللہ نحتسب اعزانا فی امیر المومنین ولقد اُصیب بہ الشرق والغرب واللہ ما خلف درھماً ولا دیناراً الا اربعمایۃ درھماً اراداًن یبتاع لاھلہ خادماً ولقد حدثنی حبیبی جدی رسول اللہ ان الامر یملکہ اثنا عشر اماماً من اھل بیتہ وصفوتہ مامنا الا مقتول او مسموم ثم نزل عن منبرہ۔

اور جمیع حمد ثابت ہیں اس خدائے عز و جل کے لئے جسنے امر خلافت و امامت کو ہم اہل بیت کے لئے زیبندہ کیا۔ اور خدا کے نزدیک سمجھتے ہیں اجر اس مصیبت عظیم کا جو خوبترین پدران رسول انس و جان کی وفات سے ہم پر پڑی اور اجر اس مصیبت کا جو امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب کی شہادت سے ہم کو پیش آئی۔ بتحقیق کہ اہل مشرق و مغرب اس رنج و بلا میں مبتلا ہوئے۔ قسم خدا کی وہ کوئی درہم و دینار اپنے پیچھے نہیں چھوڑ گئے الا چار سو درہم کہ اس سے اپنے گھر والوں کے لئے خادم خریدنا چاہتے تھے۔ اور البتہ بیان کیا ہے مجھسے میرے حبیب اور میرے جد امجد رسول اللہؐ نے کہ امر خلافت و امامت کے ہم اہل بیت نبوت کے بارہ اشخاص متکفل ہونگے۔ کوئی ہم سے نہیں الا یہ کہ ہکو بشمشیر قتل کرینگے یا زہر دینگے یہ کہکر منبر سے اُترے اور ابن ملجم ملعون قاتل امیر المومنینؑ کو کہ اب تک زندہ زندان میں مقید تھا طلب کیا۔

حاضر ہوا تو بولا یا ابن رسول اللہ مجھے قتل نہ کیجئے زندہ رہنے دیں میں آپ کے حق میں فائدہ رساں ثابت ہونگا۔ تمہارے شامی دشمن (معاویہ) کو تم سے کفایت کرونگا۔ مگر امام حسنؑ اس کی مزخرفات کو کب سنتے تھے ایک ضربت اس کے لگائی۔ اسنے ہاتھ پر روکا۔ انگشت شہادت قطع ہو کر گری دوسری چوٹ سر پر پڑی اور واصل جہنم ہوا۔ یہ روایت کفایت الاثر کی ہے۔ مگر اکثر و بیشتر روایات دال ہیں کہ پہلے ہی وار میں اس کا کام تمام ہو گیا تھا۔ اور یہی اقرب بصواب ہے کیونکہ عبدالتماب باپ نے بیٹے کو یہی وصیت کی تھی کہ اے حسنؑ اگر میں نے اس ضربت سے شفا پائی تو اس کو بخشدونگا بتحقیق کہ اہلبیت سزاوار عفو و کرم ہیں اور جو اس میں جاں بحق ہوا تو تم اس کو فقط ایک ضربت سے قصاص کرنا کیونکہ اس نے بھی ایک ہی ضربت لگائی ہے۔

اس کے بعد علامہ طبرسی کہتے ہیں چھٹی دلیل امامت آنحضرتؐ پر وہ علوم ہیں کہ آنحضرتؐ سے یادگار رہے اور وہ معجزات بینات ہیں کہ مختلف اوقات میں بروئے کار آئے۔ منجملہ ان کے ایک حدیث حبابہ والبیہ کی ہے جسکو شیخ ابو جعفر محمد بن بابویہ قمیؒ نے بسند خود عبدالکریم بن عمرو خثعمی سے نقل کیا ہے کہ حبابہ مذکورہ نے کہا میں نے امیر المومنینؑ کو لشکر ہائے اسلام کے درمیان دیکھا برابر ان کے پیچھے رہی حتےٰ کہ مسجد کوفہ کے صحن میں تشریف فرما ہوئے اس وقت میں نے حاضر بیگاہ ہو کر عرض کی یا امیر المومنینؑ رحمت خدا ہو تم پر دلیل آپ کی امامت کی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ سنگریزہ (دست مبارک سے ایک پتھر کے ٹکڑے کی طرف کہ سامنے پڑا تھا اشارہ کیا) اُٹھا لاؤ میں وہ ٹکڑا اٹھا لائی۔ آپ نے اپنی انگشت مبارک سے اسمیں مہر ثبت کی اور فرمایا اے حبابہ اگر کوئی مدعی تمہارے سامنے دعوائے امامت کرے اور اس طرح جیسا تو نے دیکھا پتھر پر مہر لگادے تو جان لینا کہ وہ امام مفترض الطاعت ہے کیونکہ امام جس امر کو چاہے اس پر قدرت رکھتا ہے۔ حبابہ نے کہا اسکے بعد میں چلی گئی حتےٰ کہ امیر المومنینؑ قتل ہوئے تو امام حسنؑ کے پاس حاضر ہوئی درانحالیکہ وہ حضرت اپنے باپ کی جگہ پر بیٹھے اور لوگ ان سے سوال و جواب کر رہے تھے۔ مجھے دیکھکر فرمایا کہ حبابہ والبیہ ہے؟ عرض کی ہاں فرمایا جو شے تیرے پاس ہے پیش کر میں نے وہ پتھر کا ٹکڑا آگے کیا آپ نے اسپر اسی طرح مہر ثبت کی جس طرح امیر المومنینؑ نے کی تھی۔ پھر حبابہ کہتی ہے کہ آنحضرت کے بعد میں امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی وہ حضرت مسجد رسول اللہؐ میں تشریف رکھتے تھے مجھے قریب بلایا او رمرحبا کہا پھر فرمایا کیا دلیل امامت کی خواستگار ہے۔ عرض کی ہاں اے سید و سردار میرے۔ فرمایا تو وہ پارہ سنگ حاضر کر میں نے وہ

ٹکڑا پیش کیا حضرت نے بدستور وہ مہر اس پر لگا دی کہتی ہے کہ معرکہ کربلا پیش آنے کے بعد میں خدمت میں اپنے مولیٰ علی بن الحسین زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوئی حالانکہ عمر میری دراز اور اعضا مضمحل ہو گئے تھے۔ حساب کیا تو ایک سو تیرہ سال کی عمر کو پہونچگئی تھی وہاں جاکر دیکھا تو حضرت رکوع و سجود میں مشغول عبادت ہیں میں دلیل امامت حاصل ہونے سے مایوس ہو گئی لیکن آپ نے میری طرف نگاہ کی تو انگشت شہادت سے اشارہ کیا بمجرد اس کے شباب نے میری طرف عود کیا۔ عرض کی اے سید و سردار میرے دنیا سے کسقدر گزر اور کتنا باقی ہے فرمایا اما ما مضے فنعم۔ واما ما بقی فلا یعنی جو گزر گیا وہ ٹھیک ہے جو باقی ہے وہ کچھ نہیں۔ پھر فرمایا اب جو شے تیرے پاس ہے حاضر کر میں نے وہ سنگپارہ پیش کیا آپ نے اس میں مہر مبارک ثبت کی بعد ازاں محمد بن علی باقرؑ سے مہر ثبت کرائی اس کے بعد جعفر صادقؑ نے اس پر مہر کی پھر موسی کاظمؑ نے مہر کی بعد ازاں امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آنحضرتؑ نے اس پتھر پر مہر کی۔ اس واقعہ کے بعد حبابہ کل نو مہینے اور زندہ رہی پس ازاں رہگرائے عالم باقی ہوئی۔ جیسا کہ عبداللہ بن ہشام نے ذکر کیا۔ نیز طبرسیؒ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ نے حبابہ والبیہ کے لئے دعا کی حقتعالے نے پھر اس کو جوان کر دیا اور آپ نے انگشت مبارک سے اس کی طرف اشارہ کیا فی الفور خون حیض اس سے جاری ہوا

امام حسنؑ کو امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ کی وصیتیں

شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں کہ حسنؑ کو ان کے باپ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ نے آپ کے اہل و عیال و اولاد و اصحاب پر وصی و جانشین مقرر کیا تاکہ آنحضرت کے اوقاف و صدقات پر نظر رکھیں اور مداخل کو جائز مستحقین کو پہنچائیں اور در بارہ معالم دین و پند و مواعظ و حکمت و آداب وصیت ظاہر و عہد مشہور تحریر فرمائی اس وصیت کو عموماً علماء و فضلاء اسلام نے آنحضرت علیہ السلام سے نقل و روایت کیا ہے اور فقہاء نے معاملات دین و دنیا میں اس سے تفقہ و بصارت حاصل کی ہے۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ امیر المومنین کی وہ عظیم الشان وبسیط وصیت جو جنگ صفین سے واپس آکر آپ نے امام حسنؑ کے لئے تحریر فرمائی مشہور ہے اور کتاب مستطاب نہج البلاغہ مؤلفہ علامہ سید رضیؒ میں مذکور۔ اس میں آپ جیسے حکیم الہی تجربہ کار فصیح سے جو امید ہو سکتی ہے کمال فصاحت و بلاغت کی داد دی اور معالم دین و معارف حق و یقین کی تعلیم و تلقین فرمائی اور تمدن و معاشرت دنیا کے ہر شاخ و شعبہ سے تعرض کر کے تشییت و فراز

زندگی میں اپنے ... جناب سبط اکبر ... قائم رہنے کی جو کچھ ہدایت فرمائی ہے
وہ اسکے دیکھنے پر موقوف ہے۔ یہ حقیر اس کو بطولہا اس مقام پر نقل کرنے سے معذور ہے۔ یہاں پر چند
فقرات وصیت کہ بوقت وفات آنجناب کو مخاطب کرکے ارشاد کئے کتاب نور الابصار فی مناقب اہلبیت
النبی المختار شبلنجی مصری سے نقل ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ وصیت ہے جو علی ابن ابی طالب برادر و ابن عم و
صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنے بیٹے سبط اکبر امام حسنؑ کو کی۔ پہلے یہ کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ
کوئی معبود نہیں سوائے اللہ بزرگ و برتر کے اور اس کی کہ محمدؐ اسکے رسول و برگزیدہ ہیں اپنے علم سے انکو
برگزیدہ کیا اور خلقت کی طرف رسول کرکے بھیجا اور اسکی کہ حقتعالےٰ تمام اہل قبور کو مبعوث کرے گا۔ اور
اس کی کہ اعمال کی بابت انسے سوال کریگا حالانکہ وہ خود دلوں کے پوشیدہ راز سے آگاہ ہے۔ پھر فرمایا
اے حسنؑ میں وصیت کرتا ہوں اور کافی ہو تم میری وصایت کے لیے وہ وصیت جو رسول اللہؐ نے مجھے
کی۔ پھر بہت سی نصائح عادات و عبادات کے متعلق فرمائے آخر میں ارشاد کیا اے فرزند میں نے تمہاری
نصیحت میں کمی نہیں کی۔ اب میں تم سے جدا ہوتا ہوں ہذا فراق بینی و بینک دنیز تجھ کو اپنے بھائی محمد بن
حنفیہ رضہ کی نسبت بھلائی کی وصیت کرتا ہوں بتحقیق کہ وہ تیرے باپ کا بیٹا ہے اور مجھ کو جو محبت اس کے
ساتھ ہے تو اس سے آگاہ ہے فاما حسینؑ پس وہ تمہارا حقیقی بھائی ماں باپ دونوں میں تمہارا شریک ہے
تم سب کو سپرد خدا کرتا ہوں اور اس سبحانہ سے خواستگار ہوں کہ تمہاری امداد و اصلاح کرتا رہے اور
اہل بغی و سرکشی کی شرارت کو تم سے دفع کرے پس صبر کرو تاوقتیکہ یہ امر (خلافت و امامت) تم سے ادا
ہو جائے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ بعد ازاں فرمایا اے حسن میرے ضارب (ابن ملجم ملعون) کا خیال رکھو
جو ماکول و مشروب میرے لئے لاؤ اسکو بھی پہنچاؤ میں اگر زندہ رہا تو جس طرح چاہونگا اس کے ساتھ معاملہ
کرونگا۔ فوت ہوگیا تو بیک ضربت شمشیر اسے قتل کرنا اور مثلہ نہ کرنا یعنی کان ناک نہ کاٹنا کیونکہ رسول اللہ
نے اس سے ممانعت کی ہے حتیٰ کہ کلب عقور (ہڑکائے کتے) تک کو اس سے منع کیا ہے۔ اور کفن میرا گراں
قیمت نکرنا کیونکہ رسول اللہ کا ارشاد ہے لا تغالوا فی الاکفان اور میرا جنازہ میانہ رفتار سے لیجانا نہ تیز
نہ آہستہ اور اے بنی عبدالمطلب میرے قصاص میں میرے قاتل کے سوا کسی اور کو نہ قتل کرنا بتحقیق کہ
مجھے اندیشہ ہے کہ تم لوگوں کو کہو تم نے امیرالمومنینؑ کو قتل کرایا ہے اور خونریزی ناحق کے باعث بنو پھر
مشغول ذکر الہٰی ہوئے اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا تکرار کرنے لگے حتیٰ کہ قبض روح مبارک ہوا

جلاء العیون میں جناب محمد حنفیہ رضؓ فرزند دلبند امیر المومنینؑ سے نقل ہے کہ دم واپسیں امیر المومنینؑ کا آیا تو امام حسنؑ کو فرمایا اے پسر میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ تمہارے بھائی امام حسینؑ کے بارے میں۔ میں تم دونوں سے ہوں اور تم مجھ سے پس ازاں دیگر فرزندان غیر از شکم فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا کو وصیت کی اطاعت حسن و حسینؑ کی۔ اور فرمایا کہ ہرگز ان کی مخالفت نکرنا تحقیق کہ میں آج کی رات تم سے جدا ہوتا ہوں اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ سے ملحق ہونگا۔ خدا تم کو صبر جمیل کرامت فرمائے۔ اے حسنؑ میرا قبض روح ہو تو تم مجکو غسل و کفن کروا اور بقیہ کافور بہشت سے کہ جبرئیلؑ رسولؐ کریم کے پاس لائے اور آنحضرت نے ایک ثلث اس سے اپنے لئے رکھا اور ایک ثلث اپنی لخت جگر فاطمہ زہرا کو مرحمت کیا اور باقی تہائی مجھ عنایت ہوا تھا اس سے مجکو حنوط کرنا اور میرا جنازہ اُٹھاؤ تو پچھلی جانب سے اسکو پکڑنا آگے سے واسطہ نہ رکھیو۔ جدھر مقدم جنازہ رخ کرے اس کی پیروی کرو۔ جہاں ٹھہرے وہاں ٹھہر جانا کہ وہی مقام میری قبر کا ہوگا۔ اُسی جگہ جنازہ زمین پر رکھ دو اور اے حسنؑ تم سات تکبیروں سے مجھ پر نماز پڑھو اور یہ سات تکبیریں سوائے میرے اور مہدیؑ موعود کے تمہارے بھائی حسینؑ کی اولاد سے ہوگا۔ اور خلقت کی کجیوں کو درست کرے گا کسی کے لئے جائز نہیں نماز پڑھکر وہاں سے جنازہ کو علیحدہ کرو اور خاک اس جگہ کی دور کرو تو قبر تیار تمکو ملے گی۔ اور تختہ چوبین منقش و نگار آراستہ کہ میرے پدر عالیقدر نوحؑ نے میرے لئے بنایا وہاں پاؤ گے۔ اس پر لٹا کر مجکو دفن کرنا خشت پہلے سے تیار ملیں گی ان کو میرے اوپر چن دینا۔ پھر تھوڑے سے وقفہ کے بعد ایک خشت اُٹھا کر دیکھنا کہ وہاں تم کو کچھ دکھائی نہ دیگا۔ کیونکہ میں اس وقت تمہارے جد امجد رسول اللہ سے ملنے جاؤں گا۔ مقرر ہے کہ وصی پیغمبر مرتا ہے تو مدفن پیغمبر مشرق میں اور وصی مغرب میں مرے تو البتہ حقتعالےٰ جسم و روح وصی کو جسم و روح پیغمبر کے ساتھ جمع کرتا ہے پھر جدا ہو کر اپنی اپنی قبروں کو چلے جاتے ہیں پس اے فرزند اس اینٹ کو رکھکر قبر کو بند کرو اور اسپر مٹی ڈالکر موضع قبر پنہاں کر دو۔ صبح کو ایک تابوت ناقہ پر رکھکر جانب مدینہ روانہ کرو تاکہ کسی کو معلوم نہو کہ میں کس جگہ دفن ہوا ہوں۔

خلافت ظاہری امام حسنؑ

جناب امام حسنؑ نے عنان حکومت ہاتھ میں لی تو زمانہ بہت پر آشوب تھا دشمن چار طرف سے اُمنڈے

سرکش باغی عداوت اہلِ بیت رسالت پر تلے ہوئے تھے بیرونجات سے قطع نظر خود دار الخلافہ کوفہ میں خارجی اور ان کی ذریت ہر گوشہ میں بیٹھے ریشہ دوانیاں کرتے سازشوں کی کھچڑی پکا رہے تھے منافقوں کا گروہ جسمیں اشعث بن قیس[1] ذی اثر اور اس کے ہم خیال عمر حریث شیث بن ربعی وغیرہ وغیرہ عداوت و عناد اہل بیت امجاد میں کسی سے گھٹے ہوئے نہ تھے خود وہ مردود قتل امیر المومنین کی سازش میں شریک اور شب ضربت آنجناب مسجد میں موجود رہکر اشقی الاولین والآخرین شقیق عاقر ناقہ صالح کا معین و مددگار تھا۔ اس نے عین موقعہ پر النجا الحاجتک کہکر اس کو ترغیب و تحریص کیا کہ اپنی کارروائی میں جلدی کر و قبل ان یفضحک الصبح اس سے پہلے کہ صبح اس کی روشنی نمودار ہو کر تجھ کو رسوا کرے حجر بن عدی اتفاقاً رات کو مسجد میں رہے۔ اس وقت وہاں حاضر تھے اس کا یہ کلام ضلالت انجام سنکر تاڑ گئے اور طیش میں آکر بولے "قتلتہ یا اعور" اے یکچشم تو نے آنحضرت صلوات اللہ علیہ کو مار ڈالا اور دوڑے گئے کہ آنحضرتؑ کو اس طوفان بلاخیز سے آگاہ کریں لیکن وہ دوسری راہ سے گئے اور امیر المومنین راہ نزدیک سے داخل مسجد ہوئے اتنے حجر واپس ہوں یہاں ابن ملجم کی تلوار سر اقدس پر چل گئی تھی۔ حجر مسجد میں واپس آئے تو عالم تیرہ و تار تھا اور صدائے قد قتل امیر المومنین زوایا ر مسجد سے بلند تھی لا راد لقضاء اللہ ولا معقب لحکمہ قضائے خدا کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اور اس کے حکم کو کوئی پیچھے نہیں ڈال سکتا یہ اشعث جو کبھی مسلمان کبھی مرتد ہوتا رہا خلیفہ ابوبکر بن قحافہ کا داماد یعنی انکی نابینا خواہر ام فروہ کا شوہر تھا۔ زندگی میں بھی حضرت امیر المومنینؑ کو ایذائیں دیتا تھا۔ آخر ان کے قتل میں شریک ہوا وہ اور اسکا کنبہ معاویہ و یزید کے گھرانے کی طرح اہل بیت رسالت کی عداوت رکھتا تھا اس نے ابن ملجم کو اس شیطنت پر اکسایا اسکی بیٹی جعدہ نے کہ ام فروہ کے بطن سے تھی امام حسنؑ کو زہر دیا اس کا بیٹا محمد بن اشعث کربلا میں عمر سعد کا ممتاز افسر سید الشہداء کے قاتلوں سے ایک تھا۔ القصہ کوفہ و بصرہ کی طرح دیگر بلاد

[1] ابو الفرج کہتا ہے کہ اشعث بن قیس کے امیر المومنینؑ سے منحرف ہونے کی حکایات ہیں جنکا ذکر طول سے خالی نہیں۔ پھر کہتا ہے کہ وہ ایکمرتبہ در دولت آنحضرتؑ پر حاضر ہوا قنبر نے عذر کر کے اسکو جواب دیدیا تو اس نے ان کے منہ پر طمانچہ مارا کہ ناک لہولہان ہوگئی علیؑ باہر نکل آئے اور فرمایا کہ اے اشعث مجھے تجھ سے کون واسطہ اور تیرا میرے ساتھ کیا تعلق اے اشعث غلام ثقیف کیساتھ تجھے سابقہ پڑا تو معلوم ہو جائیگا کسی نے کہا یا امیر المومنین غلام ثقیف کون فرمایا وہ ایک لڑکا جو بیس سال عراق پر حکومت کریگا۔ عرب کا ایک گھر بھی نہ رہیگا جو اس کے ہاتھ سے ذلت نہ اٹھائیگا۔ بعد ازاں امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھسے ہمارے خاندان کی ایک بڑی بی بی نے روایت کی کہ میں نے دیکھا کہ اشعث حضرت کی خدمت میں آیا آپ نے کسی بات پر اسے زجر کیا تو اشعث نے آپ کو

[illegible]

تمام سے زیادہ مقتدر معاویہ علیہ الہاویہ تھا اس کے پاس سپاہ وافر مطیع کے سوا زرِ سرخ وسفید کے خزانے بھرے پڑے تھے جن کو وہ اس راہ میں پانی کی طرح بہانے کو تیار تھا۔ ادہر اموال بیت المال پر احکام شرعی کی پابندی سے پیسے پیسے پر مہر لگی ہوئی تھی۔ مال کی یہ کیفیت رجال کی وہ حالت اس صورت میں امام حسنؑ کی خلافت وحکومت کیونکر سرسبز ہو سکتی تھی۔ حیدر کرار کی قہر وسطوت سے اشقیائے کوفہ کچھ ڈرتے دبتے تھے تو امام حسنؑ کے حلم ومروت سے وہ بھی باقی نہ رہا۔ بڑے بڑے سردار سپہ سالار معاویہ سے بھاری رشوتیں لیکر اس سے مل گئے تھے۔ جو باقی تھے تیار تھے کہ حضرتؑ کو پکڑ کر اس کے حوالے کریں اور اس کے جلدو میں اس سے منصب وجاگیریں حاصل کریں اس صورت میں آنجنابؑ اس سے صلح نہ کرتے تو کیا کرتے۔ لاجرم پانچ چھ مہینے حتی المقدور ابقائے خلافت اور اس کی تقویت میں جد وکد کرتے رہے کچھ فائدہ نہ ہوا تو اپنی اور اپنے احباب واعزہ کی جان بچانا ضروری جانا۔ آپ نے سلطنت وحکومت اسکے حوالے کر کے صلح کرلی یہ مجمل خاکہ ہے آپ کے عہد خلافت ظاہری کا۔ اس کی تفصیل کسیقدر بروایاتؑ وحکایات ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

تصرف در امر حکومت

پہلے گزرا کہ امام حسنؑ نے اپنے باپ کی وفات کے بعد پہلا خطبہ کہا تو عبداللہ بن عباس نے آگے کھڑے ہو کر حاضرین کو ترغیب کی کہ لوگو یہ تمہارے نبیؐ کے پسر اور تمہارے خلیفہ وامامؑ کے وصی وجانشین ہیں اٹھو اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ پس لوگ اٹھے اور باقرار خلافت بیعت کرتے تھے۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ جس نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑہایا وہ قیس بن سعد عبادہ انصاری تھے۔ انھوں نے کہا بیعت کرتا ہوں اوپر کتاب خدا اور سنت رسولخدا اور جہاد محلین باغیں کے اس کے بعد جملہ حاضرین اس سے مشرف ہوئے یہ واقعہ روز جمعہ ۲۱ ماہ رمضان سنکہ ہجری کا ہے۔ سن شریف امام حسنؑ اس وقت ۳۷ سال کا تھا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ معاویہ امیر المومنینؑ کے شہید ہونے اور امام حسنؑ کے ساتھ بیعت ہو جانے سے آگاہ ہوا تو ضحاک بن قیس کو شام میں اپنا نائب مقرر کر کے ساٹھ ہزار کے مجمع سے عراق عرب کی تسخیر کے ارادہ سے رواں ہوا پس آپ نے عاملوں کو مرتب کیا اور امرائے لشکر مقرر فرمائے عبداللہ بن عباس کو حکومت بصرہ پر مقرر کیا۔ اور معاویہ کو خط لکھا

نامۂ امام حسنؑ بنام معاویہ

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں یہ خط طولانی ابو الفرج اصفہانی سے نقل کیا ہے۔ ہم اس مقام پر خلاصہ ترجمہ اس کا درج کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ خط ہے امیر المومنین حسنؑ بن علیؑ کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کے نام۔ سلام علیکم۔ حمد کرتا ہوں اس خدائے بزرگ و برتر کی جسکے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ امابعد تجھ کو اے معاویہ معلوم ہو کہ اللہ تعالےٰ نے محمد مصطفیٰؐ کو برگزیدہ کیا اور خلائق پر اپنا رسول کرکے بھیجا پس حضرتؐ نے امر رسالت کو اسکی شرائط سے ادا کیا اور کمی و کوتاہی اس میں نہیں فرمائی حتی کہ حق حقیق ظاہر اور کفر و شرک باطل ہوا تو اس حضرت نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا پس لوگوں نے ان کی سلطنت میں رغبت کی قریش نے کہا وہ ہمارے قوم و قبیلے سے ہیں ہم ان کی جانشینی کے حقدار ہیں عرب نے ان کا قول قبول کیا اور کہا قریش راست کہتے ہیں اور خلافت ان کے حق میں چھوڑ دی۔ مگر ہمنے جو یہی حجت بعینہ قریش کے سامنے پیش کی تو اسکو نہ مانا یعنی ہمارے ساتھ وہ انصاف مرعی نرکھا جو عرب نے ان کے ساتھ مرعی رکھا تھا اور ہمارے حقوق کے غصب کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ پس ہم ان کے تسلط و تجبر کو اور اپنے اوپر سبقت لیجانے کو بنگاہ حیرت دیکھ رہے تھے باوجودیکہ وہ سبقت کرنے والے اسلام میں فخر و فضیلت و سوابق سے خالی تھے۔ تعجب اور بڑا تعجب تو اے معاویہ تیرے مقدمے میں ہے کہ تو اسپر مسلط ہوا چاہتا ہے حالانکہ نہ کوئی فضل و شرف رکھتا ہے نہ کوئی سابقہ اسلام میں تجھے حاصل ہے تو ابنائے احزاب و دشمنان اسلام سے ہے رسالت پناہ کا اعداء و عدو یعنی ابوسفیان کا پسر ہے۔ اے معاویہ تو عنقریب اپنے پروردگار سے ملاقات کرے گا اور اپنے افعال کی سزا پائے گا وَمَا اللہ بظلام للعبید آگاہ رہ کہ امیر المومنینؑ نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا رحمت خدا ہو ان پر بروز وفات اور جس روز کہ اسلام میں داخل ہو کر اسکے معین و مددگار رہے اور جس روز کہ زندہ ہو کر مبعوث ہونگے۔ ان کے بعد مسلمانوں نے میرے ساتھ بیعت کی۔ اور امر خلافت کا مجکو ذمہ دار و متولی بنایا۔ پس اے معاویہ تو بھی اس بیعت میں شامل ہو۔ بتحقیق کہ تجھ کو معلوم ہے کہ میں خدا کے نزدیک اور ہر صاحب عقل سلیم و فہم مستقیم کے نزدیک تجھ سے اعلیٰ و افضل ہوں پس خدا سے ڈر اور بغاوت سے باز آ اور مسلمانوں کی خونریزی سے پرہیز کر اور یاد رکھ کہ ان کا خون گردن پر لیکر خدا کے پاس جانا تیرے لئے زبون ہے پس صلح و سلم اختیار کر اور جنگ و جدل سے مجتنب ہو اور اپنے سے زیادہ حقدار کے ساتھ نزاع

کرنا کہ آتش فتنہ و فساد مشتعل نہ ہونے پائے اور کلمہ اسلام ایک بات پر جمع ہو جائے اور جو اپنی ضلالت و گمراہی پر مستمر رہا تو میں مسلمانوں کو لیکر تیرے اوپر چڑھائی کرونگا اور حقتعالے اسے خواہاں امداد و اعانت ہونگا حتے ایحکم اللہ بنینا و ھو خیر الحاکمین ۔ یہ خط آپ نے حرب بن عبداللہ ازدی کے ہاتھ بھیجا اور اس کے جواب کے منتظر تھے ۔ مگر اُدھر سے جواب باصواب کی کیا امید ہوسکتی تھی۔

جواب خط از طرف معاویہ

معاویہ کے پاس جور و بیداد و کفر و الحاد کے سوا کیا دھرا تھا اپنے مکنونات ضمیر کو صفحۂ قرطاس پر لایا اور بہت کچھ بیہودہ بکواس کیا آخر میں لکھا اے حسن میں تم سے بڑا میری معلومات وسیع اور تجربہ ملکداری تم سے بڑھا ہوا ہے نظم و نسق ممالک میں تم سے زیادہ ماہر ہوں ۔ ربط ضبط رعایا و ریاست باسیاست بہتر طریق پر انجام دیسکتا ہوں ۔ پس تم کو چاہئے کہ میری بات مانو اور گردن تسلیم خم کرکے میری اطاعت میں داخل ہو جاؤ ۔ جان لو کہ اگر عصیاں چھوڑ کر میرے حلقۂ اطاعت میں داخل ہو گئے تو تمہارے لئے بہت سی رعائتیں منظور ہیں ۔ تم میرے ولیعہد رہے میرے بعد خلافت تمہارے لئے مسلم ہے اور اس وقت خزانۂ عراق میں جو نقد و جنس ہے وہ سب تمہارا مال ہے جہاں چاہو اس کو لیجاؤ اور عراق کا جو حصہ چاہو اپنی مدد معاش کے لئے مخصوص کرلو کہ تمہارے آدمی سال بسال جاکر اس کا خراج تمہارے لئے جمع کیا کریں اس کے سوا میں تم کو امور سلطنت میں شریک و سہیم رکھونگا بڑے بڑے کاموں میں تم سے مشورہ لیا جاویگا اور کوئی کام تمہاری شرکت کے بغیر طے نہ ہونے پائیگا ۔ اللہ تعالے تم کو اور مجکو اپنی اطاعت کی توفیق دے انہ سمیع الدعا والسلام

یہ مواعید مندرجہ خط ہذا جسکو ابو الفرج اصفہانی نے اپنی روات سے نقل کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اسکو روایت کیا ہے بعد میں معاویہ کی تمام یاوہ گوئی بیہودہ سرائی ثابت ہوئی ان کثیر وعدوں سے ایک بھی پورا نہیں کیا بلکہ فخریہ منبر کوفہ پر کہتا تھا کہ آج وہ تمام وعدے میرے پیروں تلے ہیں میں ان سے ایک کو وفا نکرونگا جیسا کہ آگے آتا ہے۔

معاویہ کی خلافتِ حسنی کی برہمی کی تدبیریں

بحار میں ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان کو امیر المومنینؑ کی شہادت اور امام حسنؑ کے ساتھ بیعت ہو جانیکی

خبریں پہنچیں تو مسرور ہوا۔ اس نے ایک مرد کو قبیلہ حمیر سے کوفہ پر اور ایک کو قبیلہ قین سے بصرہ پر متعین کیا
کہ ان دونوں شہروں کی خبریں وقتاً فوقتاً اس کو پہنچاتے رہیں اور حسن مجتبیٰ کے امور کو درہم برہم کرنے
میں حتی المقدور کوشاں ہوں حضرت کو یہ حال معلوم ہوا تو ان کی گرفتاری کا حکم دیا۔ حمیر کوفہ کے ایک حجام
کے گھر سے پکڑا گیا اور حسب الحکم اس کی گردن اڑا دی گئی۔ بصرہ کو دوسرے کی تفتیش و تلاش کا حکم بھیجا گیا
تو قینی قبیلہ بنی سلیم کے درمیان سے نکلا اور مارڈالا گیا۔ اور آپ نے معاویہ کو خط لکھا کہ تو حیلہ پردازی و فساد
انگیزی کے لئے آدمی بھیجتا اور جاسوس مقرر کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تیرا ارادہ قطعی جنگ و فساد کا ہے
پس اسکا منتظر رہ اور میں نے سنا ہے کہ امیر المومنینؑ کی وفات کی خبر سنکر خوش ہوا اور شماتت کرتا ہے سو یہ
ہرگز اہل عقل و فراست کا کام نہیں پس تیری مثال اس مقدمے میں ایسی ہے جیسے کہ شاعر کہتا ہے ؎

فقل للذی یبقے خلاف الذی مضے تزود لاخرے مثلہا فکان قد[له]

فانا و من قد مات منا لکا الذی یروح و یمسی فی المبیت لنغتدی

فوت ہونے والے کے مخالف زندہ رہنے والے کو کہدو کہ تو بھی اسی طرح سفر آخرت کے لئے زادراہ مہیا کر
کیونکہ وہ سفر اسقدر نزدیک ہے کہ گویا آہی گیا۔ تحقیق کہ ہم اور جو لوگ ہمارے درمیان سے فوت ہو گئے
ہیں ان لوگوں کی مانند ہیں جنمیں بعضے شام کو کوچ کرتے ہیں بعض صبح کو انہی معنوں میں کہا گیا ہے ؎

اے دوست بر جنازہ دشمن چو بگزری شادی مکن کہ بر تو ہمیں ماجرا رود

مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اس خط کا جو جواب معاویہ نے دیا ہمکو اس کے ذکر کرنے کی حاجت نہیں
اس کے بعد آنحضرتؑ اور معاویہ کے درمیان بہت کچھ خط و کتابت رہی اور بہت سی حجتیں اور دلیلیں
آپ نے اپنی حقیت پر اسکو لکھیں اور بتلایا کہ کس طرح پہلوں نے ان کے باپ پر سبقت کی اور ان کے
مناصب و مدارج جو آنحضرت کے ابن عمؐ سے ان کو پہنچے تھے غصب کئے گئے وہ طولانی بحثیں ہیں
جن کو ہم یہاں قلم انداز کرتے ہیں۔

لشکر کشی امام حسنؑ برائے حرب معاویہ

امیر المومنینؑ جنگ خوارج نہروان سے واپس آکر کوفہ میں معاویہ کے ساتھ جنگ عظیم آخری فیصلہ کن

[له] قد کے بعد کا فعل محذوف ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے دکان قد نزلت یعنی گویا وہ امر نازل ہو چکا اور مدخول قد کا حذف ہونا باعث بیش شائع ہے ۱۲

کی تیاریاں کررہے تھے چنانچہ تجدید بیعت ہو کر چالیس ہزار کوفیوں نے جان دینے کے اقرار پر آپ کے ساتھ بیعت کی۔ مگر انہی ایام میں واقعۂ ہائلہ شہادت آنحضرتؑ پیش آکر وہ منصوبہ درہم و برہم ہوا اور صورت حال بدل گئی اور زمانہ نے دوسرا پلٹا کھایا جو مخالفوں کے حق میں اور آنحضرتؑ کے خلاف نکلا۔ معاویہ اہلِ عراق کی طبائع کا تجربہ رکھتا تھا۔ اس نے خفیہ ریشہ دوانیاں شروع کر دیں اور مال و زر جاگیر و منصب کے وعدوں پر انکو توڑ لیا۔ اور خود افواج شام کے ساتھ وہاں سے چل پڑا ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ حضرت کو یہ اخبار پہنچے تو منادی کرائی لوگ جمع ہوئے۔ منبر پر تشریف لے گئے اور بعد حمد و صلوٰۃ کے فرمایا کہ حق تعالےٰ نے مسلمانوں پر جہاد واجب کیا اور کرہ اس کا نام رکھا اور مجاہدین کو فرمایا اصبروا فانّ اللہ مَعَ الصابرین۔ ایہاالناس تم بغیر صبر مصائب ہرگز کامیاب مراد نہیں ہو سکتے۔ معاویہ کو ہمارے عزم جہاد کی اطلاع ہوئی تو وہ ہم سے پہلے اس کے لئے چل دیا پس رحمت خدا ہو تم پر لشکر گاہ نخیلہ میں مجتمع ہو کہ ہم آگے بڑھنے کی فکر کریں اور دیکھیں کہ ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ راوی کہتا ہے کہ آپ کے کلام میں خذلان کا اندیشہ تھا۔ مگر لوگ خاموش تھے کسی نے ایک حرف بھی جواب میں نہ کہا۔ عدی بن حاتم نے یہ حالت دیکھی تو بیچین ہو گئے۔ اُٹھے اور کہا میں پسر حاتم ہوں سبحان اللہ عجب حالت ہے تمہاری تمہارے امام و پیشوا پسر دختر رسو لخدا تم سے خطاب کریں اور تم جواب نہ دو کہاں گئے اس شہر کے زباں آور خطبہ گو کیوں نہیں بولتے امن کے وقت ان کی زبانیں مقراض کی طرح چلتی ہیں اس وقت روباہ کی طرح بلوں میں گھس گئے۔ اور کیا تم لعنتِ خدا اور اسکی دشمنی سے اندیشہ نہیں کرتے۔ پھر امام حسنؑ کی طرف رُخ کر کے فرمایا۔ خدائے تعالےٰ تمہارا رہبر ہوا اور مکروہات زمانہ سے نگہبانی کرے اور فاتحہ و خاتمہ میں توفیق الہٰی تمہارے شاملِ حال رہے ہم آپ کی پکار کو سُننے اور تمہارے حکم کی اطاعت کرتے ہیں میں یہیں سے لشکر گاہ کو جاتا ہوں جو کوئی جاہے وہاں چلا آئے یہ کہکر وہاں سے چلے دروازہ مسجد پر اسپ سواری حاضر تھا سوار ہو کر نخیلہ کو روانہ ہوئے اور غلام کو حکم دیا کہ تمام یا یحتاج وہاں پہنچائے پس سب سے پہلے جو لشکر گاہ میں داخل ہوا وہ عدی تھے اس کے بعد قیس بن سعد عبادہ انصاری معقل بن قیس ریاحی۔ و زیاد بن حفصہ تمیمی نے حاضرین کو بہت کچھ زجر و ملامت کیا اور جنگ اعدا پر ترغیب و تحریص فرمایا۔ اور حضرت کی خدمت میں ویسی ہی اخلاص و عقیدت مندی کا اظہار کیا جیسے پیشتر عدی کر چکا تھے۔ امام حسنؑ نے ان کو مرحبا کہا اور صدق نیت و وفاداری عہد و مودّت صحیحہ کی مدح فرمائی اور جزائے خیر کی ان کے لئے بارگاہ الہٰی میں دعا کی اس کے بعد امام علیہ السلام منبر سے اُترے لوگ جوق جوق لشکر گاہ کو

جانے لگے تو آپ نے بھی اس سمت کا ارادہ کیا مغیرہ بن نوفل بن حارث کو بجائے خود کوفہ پر چھوڑ کر برآمد ہوئے اور اسکو تاکید کی کہ آدمی اس طرف بھیجتا رہے معقول جمعیت ہوگئی تو وہاں سے حرکت کرنیکا حکم صادر ہوا حتیٰ کہ دیر عبدالرحمٰن پر منزل ہوئی۔ اس وقت بارہ ہزار مردان جرار لشکر سے انتخاب کر کے عبیداللہ بن عباس کو انپر امیر کیا اور ان کلمات پند و نصیحت سے ان کے گوش ہوش کو گراں بار فرمایا کہ اے پسر عم میں شہر کے چیدہ سواروں و قاریان قرآن کو تمہارے ساتھ بھیجتا ہوں ایک ایک مرد انمیں ایک لشکر کی برابر ہے ان سے نرمی و دلجوئی کے ساتھ برتاؤ کرنا۔ کشادہ روی سے کلام کرو اور ہرطرح سے ان کی عزت و آبرو کا لحاظ رکھو۔ کیونکہ یہ لوگ امیرالمومنینؑ کے محل اعتماد و وثوق ہیں انکو ساتھ لیکر کنارہ فرات سے روانہ ہو حتیٰ کہ اس کو عبور کر کے مقام مسکن پر پہنچو۔ پس آگے چلتے رہو تاآنکہ معاویہ سے ملاقات ہو جہاں اس سے ملو راہ روک کر ٹھہر جاؤ آگے نہ بڑھنے دو اور ہر روز اپنے حالات سے ہم کو اطلاع دیتے رہو۔ نیز دو مرد آزمودہ کار قیس بن سعد و سعید بن قیس سے ہر کام میں صلاح و مشورہ کرو غنیم سے ملو تو جب تک ابتدا بجنگ نکرے تم اپنی طرف سے سبقت نکرو وہ بقدم کارزار پیش آئے تو تم بھی جنگ کرو تم کو چشم زخم پہنچے تو قیس بن سعد امیر لشکر ہے اس کو صدمہ پہنچے تو سعید بن قیس سب کا امیر ہے۔ الغرض عبیداللہ روانہ ہو کر شینور پہنچے۔ وہاں سے چلکر ساتھی فرات کے کنارے کنارے فلوجہ اور وہاں سے مسکن وارد ہوئے۔ امام حسنؑ حمام عمر کے راستے سے چلے تاانیکہ دیر لعب پہنچکر پل سے اُس طرف ساباط میں اُترے۔

ذکر توجہ آنحضرتؑ بروایت دیگر

حارث ہمدانی کی روایت ہے کہ امیرالمومنینؑ نے رحلت کی تو اہل کوفہ حاضر خدمت جناب امام حسنؑ ہو کر عرض رساں ہوئے کہ تم اپنے باپ کے خلیفہ و جانشین ہو۔ ہم آپ کے سامع مطیع خدمت اقدس کو حاضر جو کچھ حکم دیں تعمیل کریں گے۔ حضرت نے فرمایا تمنے میرے باپ کی جو مجھ سے بہتر تھے اطاعت نہیں کی تو مجکو تم سے کیا توقع خدمت ہے۔ اچھا تم فلاں مقام پر حاضر ہو پس خود دہاں تشریف فرما ہوئے اہل کوفہ بھی وہاں آئے مگر بہت کم زیادہ خلف وعدہ کر کے بیٹھ رہے اور وہی امور ان سے صادر ہوئے جو پہلے امیرالمومنینؑ کے ساتھ کرتے رہتے تھے پس آپ نے خطبہ کہا کہ لوگو تم اسیطرح مجکو دھوکے دیتے ہو

جیسے پہلے میرے امام اور میرے باپ کو دیتے رہے۔ مَعَ ابی امام تقا تلون بعد نبی تم میرے بعد کس
امام کے ساتھ ہو کر جہاد کرو گے کیا اس کافر ظالم کا ساتھ دو گے جو کبھی صدق دل سے ایمان نہیں لایا
اس نے اور اس کی قوم نے بخوف تلوار اسلام کا اظہار کیا تھا قسم خدا کی اگر بنی اُمیّہ سے ایک پیرزن
دردا[1] بھی باقی رہ گئی تو دین خدا کو کج و ناراست ظاہر کرے گی ھکذا قال رسول اللہ یہی فرمایا ہے
رسول اللہ صلعم نے پھر بنی کندہ سے ایک شخص کو چار ہزار سپاہ دیکر امر کیا کہ مقام انبار میں جاکر توقف کرے
اور جب تک یہاں سے ہدایت نہ ہو کوئی حرکت نہ کرے کندی انبار میں پہنچا تو معاویہ نے آدمی بر آدمی
اسکے پاس بھیجے کہ ملک شام و جزیرہ سے جس حصّہ کی چاہے حکومت تجھ کو دیتا ہوں اور ساتھ ہی پانچ
لاکھ کی بھاری رقم روانہ کی۔ کندی دشمن خدا نے مال لیا اور دو سو آدمی اپنے کنبے قبیلہ کے اور اپنے خواص
سے ہمراہ لیکر معاویہ کے پاس چلا گیا۔ آپ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو مجمع مسلمین کو جمع کر کے خطبہ کیا کہ مسلمانوں
تم نے غادر اور بے وفا کا حال سُنا کہ مجھ سے اور تم سے روگرداں ہو کر معاویہ غاویہ سے جا ملا۔ میں تم سے
بار بار کہہ چکا ہوں کہ تم میں بوئے وفا نہیں اور محض بندۂ دنیا ہو اب میں بجائے اس کے کسی اور شخص کو اس
مہم پر مقرر کرتا ہوں ہر چند کہ اس سے بھی امید ثبات و استقلال کی نہیں یہ کہکر قبیلہ مراد سے ایک مرد کی جگہ
متعین کیا اور اس کو مجمع عام میں حاضر کر کے تاکید کی اور قسمیں دلائیں اور پہاڑ کی مانند پائدار اور اٹل حلف
لئے کہ جادۂ وفا سے قدم نہ ہٹائیگا لیکن انبار پہنچا تو معاویہ کے شیاطین الانس قاصد اسکے پاس آئے
اور وہی حکومت بلاد و عباد کا لالچ دیا اور پانچ لاکھ درہم کی نقد رقم پیش کی مرادی نامراد نے چوں خرور
گِل رہ کر اپنے دین و ایمان کو بیچ ڈالا اور اصلا پاس و لحاظ ان عہد و پیمان کا نہ کیا حضرتؑ کو یہ حال معلوم ہوا
تو جماعت حاضرین کو خطاب کیا بندگان خدا میں نے تم کو بار بار آگاہ کیا کہ عہد خدا و رسول کی وفا تم میں نہیں یہ
تمہارا صاحب مرادی ہے جو تم سے اور مجھ سے روگرداں ہو کر دشمن سے جا ملا اسپر بعض اشخاص نے اُٹھکر
کہا کندی و مرادی نے تمہارے ساتھ غدر و خیانت کی تو بُرا کیا۔ ہم حضرت کے خالص فرمانبردار ہیں۔ ہم کو اپنے
دشمن کے مقابلے میں لیچلو۔ فرمایا تمہاری بھی آزمائش کرونگا۔ اب لشکر نخیلہ میں مجھ سے ملو پس حضرت اس طرف
روانہ ہوئے۔ دس روز وہاں قیام کیا چار پانچ ہزار سے زیادہ سپاہ جمع نہوئی بہت دلگیر ہوئے اور منبر
پر جاکر بہت زجر و ملامت کیا اور فرمایا بندگان خدا نہ تم کو شرم و حیا ہے نہ پاس دین فقط بندۂ دنیا ہو

---

[1] بروزن دردادہ بڑھیا جسکے منہ میں بڑھاپے سے دانت نہ رہے ہوں ۱۲ منہ

طمع وحرص مال تم کو کسی عہد وعقیدہ پر استوار نہیں رہنے دیتی۔ ادہر حضرت اس طرح آدمی پر آدمی بھیج رہے تھے ادہر معاویہ کا خفیہ سازشوں اور پوشیدہ رشوتوں کا سلسلہ برابر جاری تھا بہت سے سگانِ دنیا ادہر سے قطع ہو کر اُدہر وصل ہو گئے تھے۔ بحار میں علل الشرائع شیخ صدوق رح سے نقل ہوا ہے کہ معاویہ نے عمرو بن حریث واشعث بن قیس وحجر بن الحجر وشیث ربعی کے پاس علیحدہ علیحدہ آدمی بھیجکر پیغام دیئے کہ حسنؑ کو قتل کردو جو کوئی یہ مہم سر کرے گا اس کو دو لاکھ درہم نقد اور ایک لشکر کی افواج شام سے سرداری دوں گا اور اپنی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کے ساتھ اس کا نکاح کردونگا۔ حضرتؑ کو یہ حال معلوم ہوا تو جان کی حفاظت واجب جان کر کپڑوں کے نیچے زرہ پہننی شروع کردی حتیٰ کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو زرہ پہنے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک شقی نے بحالت نماز آپ پر تیر چلایا جو بوجہ زرہ کارگر نہ ہوا۔ مروی ہے کہ معاویہ نے حضرتؑ کو لکھا اے پسر عم رحم کو جو میرے اور تمہارے درمیان ہے قطع نہ کرو یہ لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں تم سے وفا نہ کریں گے جیسے اس سے پہلے تمہارے باپ سے انھوں نے وفا نہیں کی۔ اور اسکے ساتھ بہت سے خطوط حضرت کے پاس بھیجدیئے جو آپ کے اصحاب نے اسکو لکھکر اپنی وفاداری کا یقین دلایا تھا لہٰذا حضرتؑ حیران تھے کہ کیا کریں۔

سبط اکبر کے ساتھ انکے نانا کی امت کے سلوک

معاویہ نے اس توڑ جوڑ پر بیٹھے ہی اکتفا نہیں کی بلکہ لشکرہائے شام آراستہ وپیراستہ ساتھ لیکر زوروں میں بھرا بکمال قہر وسطوت رو کی طرح ادہر چڑھا چلا آتا تھا۔ مسکن کے پل تک اس کے پہنچ لینے کی خبر موصول ہوئی تو اپنے مقام سے متحرک ہوئے حجر بن عدی کو کچھ لشکر کے ہمراہ آگے بڑھنے کا حکم دیا اور بقیہ حاضرین کو جہاد کی رغبت وتحریص فرمائی۔ مگر عراقیوں کو جنگ وجہاد کے نام سے لرزہ چڑھتا قدم آگے بڑھاتے ہوئے مچلتے تھے بہرحال اخلاط ناس سے ہمراہ ہوئے جنمیں تھوڑے آپ کے اور علیؑ علیہ السلام کے شیعیان خالص تھے دیگر خوارج نابکار جو ہر طریق حق وباطل کے ساتھ جویائے کارزار رہتے تھے کچھ فتنہ پرداز حیلہ جو لوٹ مار کی طمع لاچار دیگر شکاک شکوک وشبہات کے ہاتھوں گرفتار کچھ اہلِ عصبیت جن کو فقط اپنے قبائل کے رؤسا کی متابعت مدنظر تھی دین والمیان سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے غرض ایسے بے میل مجمع کے ساتھ روانہ ہو کر حمام عمر تک اور وہاں سے دیر کعب پہنچے اور پل سے اسطرف ساباط میں نزول کر کے شب باش ہوئے۔ صبح کو قصد کیا

کہ اِس خوگیر کی بھرتی کی جانچ پڑتال کریں اور دیکھیں کہ یہ ہجوم کہانتک خیرخواہ و اطاعت گزار ہے تاکہ دشمن کے مقابلے کے وقت دوست دشمن میں امتیاز رہے۔ پس منادی ہوگئی الصلوٰۃ جامعۃً لوگ جمع ہوئے آپ نے منبر پر جاکر خطبہ کیا حمد و ثناء الٰہی و درود رسالت پناہی کے بعد فرمایا لوگو! خدا کا شکر ہے کہ میں اسکی مخلوق کا سب سے زیادہ مخلص و نصیحت گزار ہوں اور ان کو بدی و بُرائی میں ڈالنے سے کراہت کرنیوالا آگاہ رہو کہ جو خوبی تمہارے لئے جماعت میں ہے تفرقہ و جُدائی میں نہیں۔ میں جو کچھ کرونگا تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ پس میری صلاح مانو اور مخالفت کا خیال دل سے دور کرو۔ حق تعالےٰ میری اور تمہاری مغفرت کرے اور جس امر میں باہمی محبت و رضا ہو اس کی طرف ہمکو ہدایت فرمائے۔ راوی کہتا ہے کہ اس کلام کو سُنکر بجائے اس کے کہ جراءت و جلادت کا اظہار کرتے اور جنگ و جہاد کی آمادگی سے آپ کی تسکین خاطر کرتے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور باہم اشارہ کنایہ کرنے لگے کہ اس کلام سے کیا مقصود آپ کا ہے اور بالمکرر کہنے لگے کہ واللہ یہ معاویہ کے ساتھ صلح کرنا اور خلافت کو اس کے سپرد کرنا چاہتے ہیں بعض نے صاف کہا قسم خدا کی یہ کافر ہوگیا یہ کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور خیمۂ آنحضرتؑ پر ٹوٹ پڑے اسکو لوٹ لیا۔ حتیٰ کہ مصلےٰ آنحضرتؑ کا آپ کے نیچے سے کھینچ لیا عبدالرحمٰن بن عبداللہ جعال ازدی نے یہ ظلم کیا کہ شانہ مبارک سے چادر اُتار لی۔ پس بلاردا و تلوار لئے اُٹھے اور سواری منگاکر سوار ہوئے خواص شیعہ گرد و پیش حلقہ کئے تھے جو بدبخت حملہ کرنا چاہتا اسکو پیچھے ہٹاتے تھے۔ فرمایا ربیعہ و ہمدان قبیلوں کو بلاؤ کہ میری حفاظت کریں یہ لوگ آکر چارطرف پھیل گئے اور ان ملاعین کو وہاں سے دور کیا۔ مگر وہاں سے روانہ ہوئے تو اغیار و احباب پھر خلط ملط ہوگئے۔ مظلم ساباط تک پہنچے تھے کہ ایک شقی جراح بن سنان نام بنی اسد سے آگے آیا اور اشتر سواری کی باگ ایک ہاتھ سے پکڑی دوسرے میں خنجر لے رکھا تھا پکارا اللہ اکبر یاحسن کما اشرک ابوک من قبل اے حسن تم اسی طرح مشرک ہوگئے جیسے پہلے تمہارے باپ مشرک ہوگئے تھے۔ یہ کہکر خنجر ران مبارک میں اس زور سے مارا کہ استخوان تک شگافتہ ہوگیا آپ نے اس ملعون کو گردن سے پکڑ لیا۔ حتیٰ کہ دونوں زمین پر گر پڑے ایک شیعہ مومن عبداللہ بن حنظل طائی نے خنجر اس کے ہاتھ سے چھین کر اس کے پیٹ میں بھونکدیا ظبیان بن عمارہ نے اس پر وار کیا جس سے ناک اس مردود کی کٹکر علیحدہ جا پڑی اور وہ ہلاک ہوا دوسرا شیطان بھی جو اس کے ساتھ تھا گرفتار ہوکر مارا گیا۔ اور حضرتؑ کو چارپائی پر لٹاکر مدائن لے گئے سعد بن مسعود ثقفی وہاں عہد امیرالمومنینؑ سے حکومت کرتا تھا اور حضرتؑ نے بھی

اس کو اس کے عہدے پر بحال رکھا تھا۔ اس کے یہاں جاکر ٹھہرے اور زخم کی مرہم پٹی ہونے لگی۔

مختار بن ابی عبیدہ کی مشتبہ حالت

کہتے ہیں کہ مختار بن ابو عبیدہ بن مسعود سعد بن مسعود مذکور کا بھتیجا جس نے ثانی الحال خون حسینؓ لینے میں کارہائے نمایاں ظاہر کیے۔ اس وقت اس کے پاس موجود تھا چچا سے کہنے لگا کہ کیا اچھا ہو اگر ہم حسنؓ کو پکڑ کر معاویہ کے حوالے کریں اور اس سے کسی منصب عظیم کے پانیکے مستحق ہوں۔ اس وقت سرداران قبائل نے معاویہ کو خطوط لکھکر اُسکے آگے سمع وطاعت کا اظہار کیا تھا اور اسکو ترغیب دی کہ اس طرف چلا آئے۔ اس وقت یا تو امام حسنؓ کو گرفتار کرکے اسکے حوالے کردیں گے ورنہ خود ان کو مارڈالیں گے۔

اللہ اکبر یہ ہیں سلوک اس اُمت کے اپنے نبی کے لخت جگر۔ ایک صلح جو مرنجان ومرنج شاہزادہ کے ساتھ۔ القصہ عم مختار نے اسے جھڑکا کہ کمبخت دور ہو میرے پاس سے میں ان کا اور ان کے باپ کا نوکر ہوں یہ فعل کرکے نمکحرام بنوں۔ روز قیامت رسول اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا کہ ان کے نور نظر کو دشمن کے ہاتھ میں دیدوں۔ شیعوں کو یہ حال معلوم ہوا تو درپے ہوئے کہ مختار کو قتل کریں مگر سعد بن مسعود نے سفارش کرکے بھتیجے کی جان بخشی کرائی۔ لکھاہے کہ مختار کا دلی ایسا عقیدہ نہ تھا اس نے اپنے چچا کے امتحان لینے کو کہ اس کا خیال حضرتؓ کی نسبت کیا ہے خلوت میں سوال کیا تھا۔ اور یہ حقیر اس سے پہلے کتاب جلاء العینین فی تاریخ علی بن الحسینؓ میں مختار کے بارے میں کافی بحث کرچکا ہے۔ یہاں اسکے اعادہ کی ضرورت نہیں جو کوئی اس کی تفصیل دیکھنا چاہے کتاب مذکور کا مطالعہ کرے۔ بہرکیف مختار اور اسکے چچا کی نہ سہی عموماً آپ کے ساتھیوں دنیا کے کتوں کی باستثنار قلیل یہی رائے تھی القصہ حضرتؓ کو یہ حالات دریافت ہوئے تو فرمایا وائے ہو تم پر قسم خدا کی معاویہ اپنے قول وقرار کو پورا نہ کرے گا جو قول اسنے میرے قتل پر تم سے کیے ان سے ایک کو عمل میں نہ لائیگا۔ میں تو اگر اس سے صلح کروں اور اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں دیدوں تو ایک گوشہ میں بیٹھ کر عبادت خدا میں مشغول ہوجاؤں گا مگر تمہارے نسبت گویا دیکھ رہا ہوں کہ تم اور تمہاری اولاد ان کے دروازوں پر کھڑے ان اشیار خورونوش سے جو ان پر مبذول ہوئیں سوال کررہے ہو اور وہ تمہیں جھڑک کر نکالتے اور ذرہ بھر نہیں دیتے۔ پس تُف یح ہو ان امور کے لئے جو تمہارے ہاتھوں نے کسب کیے ہیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

مقدمہ لشکر سپرکردگی عبداللہ کا انجام

جو چیدہ لشکر کوفہ سے عبداللہ بن عباس کو دیکر معاویہ کے راہ روکنے کو آگے روانہ کیا تھا۔ اور مقرر کیا تھا کہ ان کو کوئی حادثہ پیش آئے تو امارت لشکر قیس بن سعد عبادہ سے متعلق ہوگی۔ اب قیس کے خط سے اس کا انجام معلوم ہوا لکھا تھا کہ ہم چلتے چلتے قریہ جوبیہ میں معاویہ کے مقابل کہ مسکن ہیں مقیم تھا جاکر منزل گزیں ہوئے۔ معاویہ نے عبداللہ کے پاس آدمی بھیجکر اس کو اپنے پاس آجانے کی ترغیب دی اور دس لاکھ درہم کا اس سے وعدہ کیا کہ نصف اس وقت دونگا اور نصف باقی دخول کوفہ پر ادا کیا جائیگا عبداللہ یہ پیغام پاکر معہ اپنے خواص و خدم تاریکی شب میں یہاں سے علیحدہ ہوکر اُدھر چلا گیا صبح کو لوگ بیدار ہوئے تو امیر کو نہ پاکر حیران تھے لاجرم قیس نے نماز صبح انکے ساتھ پڑھی اور ان کو تسلی و تسکین دی اور وہی اب تک اس لشکر کا نگراں ہے۔ تاہم روز راتوں کو لوگ چھپ چھپ کر اسطرف جا رہے ہیں۔ یہ خط قیس کا پاکر اور بھی حالت زبوں اس قوم ملوم کی حضرت پر کھل گئی اور ان کے فساد نیات کا حال روشن ہوگیا۔

الجاؤ اضطرار آنجناب بصلح معاویہ

علامات کفر و نفاق چہرہ ہائے اصحاب سے عیاں تھی خوارج کے خیالات ان کے حالات و مقالات سے پہلے سے ظاہر تھے کہ برملا سب و شتم کرتے اور کافر کہتے حتیٰ کہ سامان و اسباب لوٹنے اور قتل کرنے کو حلال جانتے ہیں اور جو قدر قلیل جماعت شیعیان خالص حضرت اور پدر آنحضرت کی باقی تھی وہ لشکر ہائے شام کے مقابلے کو کسی طرح کافی نہ تھی معاویہ نے دغاباز اصحاب کے خطوط بجنسہ خدمت میں بھیجدیئے تھے جن میں آنحضرتؑ کے قتل کرنے یا گرفتار کرکے اس ملعون کے حوالے کردینے کے وعدے درج تھے اور اپنی طرف سے بہت سے شروط و عہود قبول کرکے آپ کی ذمہ داری سر پر لی تھی جناب امام حسنؑ ان کی باتوں کو مطلقاً نہ مانتے تھے اور اصلاً ان پر وثوق و اعتماد نہ رکھتے تھے الا اس وقت بجز اس کے کہ اسکی انہی باتوں کو قبول کریں اور وثوق و اعتماد کریں چارہ ہی کیا تھا جبکہ غیر تو غیر چچازاد بھائی تک آپ کو چھوڑ کر دشمن سے جا ملے۔ مشاہدہ کر رہے تھے کہ لوگ مال و دولت کے دلدادے آخرت کا خیال تک

ان کے دلوں کو چھو نہیں گیا - تو ناچار اپنی اور اپنی اہلبیت و اصحاب خاص و شیعیان با اخلاص کی حفاظت جان کو غنیمت جانا - معاویہ کو لکھ بھیجا کہ میں امر حکومت و خلافت تیرے حوالے کرتا ہوں، ہر چند کہ یہ ہر تیری مفاد کے لئے خوب نہیں امید ہے کہ تو عہد کر کے اسکو وفا کریگا اور نکث عہد روا نہ رکھے گا اے معاویہ تو عنقریب اسی طرح نادم ہوگا جیسا کہ تجھ سے پہلے اور لوگ نادم ہوئے جنھوں نے باطل کی طرف ہمت کی اور حق کو چھوڑ بیٹھے اور علیحدہ کاغذ پر شروط صلح تحریر کیں کہ سب امیر المومنین کو باہم آں لعین قنوتات نمازیں جاری ہے ترک کی جائے اور آنحضرت کی اور جملہ اہل بیت و شیعیان کی جہاں کہیں ہوں جانیں محفوظ ہوں اور حقدار کو اسکا حق پہنچایا جائے - وغیرہ وغیرہ معاویہ نے جواب میں تمام امور مندرجہ قبول و منظور کئے اور ان کے پورا کرنے کا حلف اٹھایا بروایتے اُسنے ایک کورے کاغذ پر اپنے دستخط کر کے آنحضرت کے پاس بھیجدیا تھا کہ شرائط مجوزہ اسپر لکھدیں - اور صاحب کشف الغمہ نے کمال الدین ابن طلحہ شافعی سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے دو مرد عبد الرحمن بن سمرہ و عبد اللہ بن عامر کو اولاد عبد شمس سے خدمت اقدس میں بھیجا کہ طلب صلح میں آنحضرت سے گفتگو کریں اور شرائط صلح طے کریں اُنھوں نے حاضر ہو کر کہا

اگر کوئی سوال کرنے والا سوال کرے کہ یہ نادم ناقض کون تھا اور نادم قاعد کون تو کہا جائیگا کہ نادم ناقض زبیر بن العوام ہوا ہے کہ امیر المومنین نے اسے تنبیہہ کی اور اسکے فعل کا باطل ہونا اسپر ثابت کیا تو وہ اپنے فعل سے تو باز آیا مگر وفا عہد کی پیروی کر کے اس طرف شامل ہوا کہ نکث عہد کا دھبہ اُس سے دُھل جاتا اور نادم قاعد عبد اللہ بن عمر خطاب تھا کہ صاحبان اخبار و احادیث نے اسکے فضائل میں لکھا ہے کہ کہتا تھا مجھکو کسی امر پر ایسا تاسف نہیں ہوا جیسا کہ علیؑ کے ساتھ ہوکر گروہ باغیہ کے ساتھ جنگ کرنے پر ہوا ایک ان اشخاص سے جو اپنی حرکت پر نادم ہوا وہ ام المومنین عائشہ ہے کہ کوئی جنگ جمل پر ان کو ملامت کرتا تو کہتیں کہ مقدر یونہی تھا اور قلم تقدیر ایسا ہی لکھ چکا تھا قسم خدا کی اگر رسولخدا سے میرے بیس پسر عبد الرحمن بن حارث بن ہشام جیسے ہوتے اور میں اُن کے مرنے یا قتل ہونے پر صف ماتم بچھاتی تو یہ میرے اوپر آسان تھا بہ نسبت اس کے کہ علیؑ سے لڑائی کی فالی اللہ اشکو الی غیرہ اس کی شکایت صرف خدا سے ہے اور کسی سے نہیں - ایک اُن سے سعد بن ابی وقاص ہے کہ جب اسکو خبر ہوئی کہ علیؑ نے نہروان میں ذوالثدیہ کو قتل کیا تو سخت صدمہ اور نہایت قلق ہوا اور کہا مجھے یہ معلوم ہوتا تو ضرور اس جہاد میں علیؑ کے ہمراہ ہوتا گو میری ساتھ کی یارانوں سے جڑی ہوتیں یعنی مرض زمین گیری کا عارض ہوتا - معاویہ عراق آیا تو سعد وقاص اس سے ملے اس نے کہا کہ اے ابو اسحاق تم کو کون امر اس سے مانع ہوا کہ طلب خون امام مظلوم عثمان میں ہمارے معین و مددگار ہو - کہا میں تیرے ساتھ ہو کر علیؑ سے مقابلہ کرتا - حالانکہ رسول اللہ سے سنا تھا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ کہ اے علیؑ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی معاویہ نے کہا تم نے خود رسول اللہ سے یہ سنا کہا میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے جھوٹ کہتا ہوں تو کر ہو جاؤں معاویہ نے کہا تو تمہارا عذر معقول ہے قسم خدا کی میں اگر آنحضرت سے ایسا سنتا تو کبھی اُن سے محاربہ نہ کرتا -

راوی کہتا ہے کہ یہ معاویہ کی سخن سازی و حیلہ بازی تھی ورنہ وہ اُس سے بہت زیادہ آنحضرت سے علیؑ کے بارے میں سُن چکا تھا اور پھر جنگ کیا، جنگ تو جنگ مرنے کے بعد تک ان کی دشمنی سے باز نہ آیا انکو سب و شتم کرتا لعن کرتا اور کراتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اُس کا ملک بادشاہی اس سے پائدار رہے گی مگر سعد کے سامنے دفع الوقتی کے طور پر ایک بات بنادی واللہ المستعان ۱۲ علل الشرائع

کہ معاویہ فلاں فلاں امور اپنے ذمہ لیتا ہے اور آپ سے طلبگار صلح ہے اور ہم اس کے ضامن ہیں حضرت نے جو شرائط پیش کیں اُنھوں نے ان کو قبول کیا اور عقد صلح واقع ہو گیا۔ پھر کہتے ہیں کہ حسن بصری نے ابوبکرہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا میں نے رسولخداؐ کو منبر پر دیکھا کہ امام حسن ان کی برابر کھڑے ہیں حضرتؐ کبھی ان کو دیکھتے ہیں کبھی مجمع حضار کی طرف نگاہ کرتے ہیں پس آپ نے فرمایا ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بین فئتین عظیمتین من المسلمین تحقیق کہ میرا یہ بیٹا سید و سردار ہے۔ شاید کہ اللہ تعالےٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا، پس حسنؑ کا صلح معاویہ کی طرف مائل و راغب ہونا اور امر خلافت کو اس کے حوالے کرنا نبوت کے آثار و اخبار سے ایک امر ہے اور اسکا شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ کے معجزات سے ہے۔ صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں کہ یہاں تک تمام ہوا کلام ابن طلحہ کا مگر ناظرین کتاب ہمارے اس بیان سابق پر قناعت و کفایت کریں کہ امام حسنؑ نے جو معاویہ سے صلح کی اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ اہل عراق برائے کفر و نفاق اس امام آفاق سے پھر گئے تھے اور حق حقیق کو چھوڑ کر راہ باطل اختیار کر لیا تھا حتیٰ کہ معاویہ کو پوشیدہ خطوط آپ کی بغاوت و نافرمانی کے تحریر کئے۔ پس انھوں نے اسی طرح امام حسن کی نصرت ترک کر کے انکا خذلان کیا جیسے کہ اس سے پہلے ان کے باپ علی ابن ابیطالبؑ کا خذلان کیا تھا اور جیسا کہ اس کے بعد ان کے بھائی سبط اصغرؑ کے ساتھ سلوک ہوئے پس غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ پچھلوں نے وہی راہ اختیار کی جو پہلے کر چکے تھے اور آخرین نے اسی منوال پر نسج کیا جس پر اولین کر چکے تھے شاعر کہتا ہے۔

باسیاف ذاک البغی اول سلھا ٭ اصیب علیؑ لا بسیف ابن ملجم

انھی بغاوت کی تلواروں سے جنکو پہلا خلیفہ میان سے کھینچ چکا تھا۔ علی علیہ السلام قتل کئے گئے ابن ملجم کی تلوار سے قتل نہیں ہوئے۔

صورت عہدنامہ

عہدنامہ کہ بغرض اطفاء نائرہ فساد و قتل و قمع خلائق سے حفاظت کی خاطر لکھا گیا، کشف الغمہ میں بروایت کمال الدین ابن طلحہ یہ طرح نقل ہوا ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ کتبہ اسما صلح کی بابت

جو حسن ابن علی ومعاویہ میں واقع ہوئی اوپر اس کے کہ آنحضرتؐ نے ولایت امر مسلمانان اس کے حوالی کی بدیں شرط کہ وہ کتاب خدا وسنت رسولخداؐ وسیرۃ خلفا صالحین کے موافق عمل کرے۔ اسکو اختیار نہیں کہ اپنے بعد کے لئے کسی کو ولی عہد مقرر کرے۔ بلکہ اسکا فیصلہ شورائے مسلمین سے ہوگا۔ بروایت عمدۃ الطالب پہلے شرط اسکی یہ تھی کہ معاویہ کے بعد امر خلافت وحکومت امام حسنؑ کا حق ہے وہ اسپر قائز ہوں اُن کو کوئی حادثہ پیش آئے تو امام حسینؑ ان کی جگہ منصوب ہوں۔ بروایت ابن طلحہ نیز شرط ہے کہ مسلمانان اسکے عہد حکومت میں امن میں ہوں گے۔ شام میں ہوں یا عراق میں یا حجاز میں یا یمن میں خاصکر شیعیان علیؑ اپنی جان ومال ازواج واولاد سے ہر طرح ہر جگہ مامون ومحفوظ ہوں گے، معاویہ بن ابوسفیان پر اس عہد ومیثاق کی پابندی ایسی ہی لازم ہے جیسے کہ اس کے دیگر عہود خلائق یا خدا کے ساتھ پابندی لازم ہے۔ نیز شرط ہے کہ وہ حسن ابن علی اور اُن کے برادر خورد حسین ودیگر اہلبیت رسولخداؐ سے کسی کے ساتھ ظاہر وباطن میں کسی بدی کا خیال دل میں نہ لائے اور دنیا کے کسی گوشہ میں اُن سے کسی کو کسی قسم کے خوف وخطرے میں مبتلا نہ کرے۔ شاہد ہوئے اسپر فلاں وفلاں وکفیٰ باللہ شہیداً یعنی شہادت خدا سب سے زیادہ کافی ہے۔ اور صورت اس کی بموجب تحریر تاریخ طبری اسطرح پر تھی۔

(۱) بر علی علیہ السلام لعنت مکند (۲) حسنؑ را باز بمدینہ فرستد (۳) ہر خواستہ ہا کہ در بیت المال ہست بعراق وکوفہ بحسنؑ رہا کند تا میان او وبرادر انش وخواہرانش باشد (۴) وآن خواستہ پنج ہزار ہزار درہم بود۔ وہم خراج دار الجرد ہر سالے بحسن رضی اللہ عنہ باز دہد وآں شہر یست از شہرہائے پارس نزدیک بصرہ وحسنؑ ابن بداں خواست تا درویش نباشند زیرا کہ چوں علیؑ بمرد از وہشتصد درہم باند پس معاویہ عبد الرحمن بن عمرو وسمرہ بن جندب را فرستاد وباین ہمہ شرطہا وفا کرد مگر بیحرمتی کردن بر علیؑ کہ ایں برنگیرم ولیکن چوں حاضر باشی بفرمایم تا بیحرمتی نکنند پس ایشاں آمدند واز حسن بیعت گرفتند۔ ترجمہ تاریخ طبری مطبوعہ نولکشور۔

دیکھیئے پہلی شرط صلحنامہ کی کہ امام حسنؑ معاویہ کے بعد خلیفہ ہوں نہ ابن طلحہ نے درج کی نہ تاریخ طبری کے مورخ نے صاحب عمدۃ الطالب نے جیسا اوپر ذکر ہوا البتہ اسکا ذکر کیا ہے اور ترک سب علیؑ کے ذکر کو ابن طلحہ کھا گئے۔ مگر یاد رہے کہ اس کاٹ کتر سے بجز اسکے کہ ان مورخوں کی خیانت ظاہر ہو اور کچھ فائدہ نہیں ترک سب علیؑ کا ذکر بہت تاریخوں میں مذکور ہے۔ علیٰ ہذا معاویہ کے بعد امام حسن کی خلافت

پر فائز ہونیکی شرط سے بالمرہ کتب معتبرہ خالی نہیں اس کا بھی ذکر جا بجا موجود ہے استیعاب فی معرفۃ الاصحاب
حافظ ابن عبد البر ترجمہ امام حسنؑ میں لکھتے ہیں واشترط علیہ علے معاویہ الحسن ان یکون لہ الامر من بعدہ
کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے شرط کرلی تھی کہ ان کے بعد امر خلافت امام حسنؑ کی طرف راجع ہوگا۔
روایت ہی کہ امام حسنؑ نے اسکے بعد عبداللہ بن حارث بن نوفل بن عبد المطلب اپنے ابن عم کو مع دیگر اشخاص
کے مزید تاکید و توثیق کے لئے معاویہ کے پاس بھیجا کہ کتاب خدا و سنت رسول خدا پر عمل کرے گا اور امر خلافت
کو بموجب اپنے اقرار کے اپنے اہلبیت سے کسی کے لئے مخصوص نہ کرے گا نیز سب علیؑ کو جواب تک اس کی
قلمرو میں جاری تھی متروک کرے گا اور پانچ لاکھ درسال اور خراج دار الجبرد مد خرچ آنحضرتؐ کے لئے برابر
پہنچائے گا۔ معاویہ نے ان جملہ امور کا اقرار کیا اور ان کے پورا کرنے پر حلف اٹھایا۔ عبداللہ بن حارث
مذکور و عمرو بن ابی سلمہ و عبداللہ بن عامر بن کریز و عبدالرحمن بن ابی سمرہ وغیرہ وغیرہ اسپر گواہ ہوئے۔

نخیلہ کوفہ میں نور و ظلمت کا اجتماع

صلحنامہ گواہی شاہدی سے مسجل اور معاملہ سب طرح مکمل ہوگیا تو معاویہ نے مع اپنے لاؤ لشکر کے کوفہ کی
جانب حرکت کی۔ اور نخیلہ کوفہ میں پہنچکر حق و باطل کا اجتماع ہوا۔
ابو الفرج اصفہانی کی روایت ہے کہ منادی ہوگئی کہ نماز تیار ہی لوگ جمع ہوئے جمعہ کا دن تھا۔ معاویہ
نے پہلے نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر جاکر خطبہ کہا۔ اس میں بیان کیا کہ لوگوں میں نے تمسے اس لئے لڑائی نہیں
کی کہ نماز پڑھو روزہ رکھو حج کرو زکواۃ واجب ادا کرو۔ کیونکہ یہ امور تم پہلے سے بجالاتے تھے۔ مگر یہ
جنگ وجہاد اس واسطے کیا ہے کہ تمپر (خب دلخواہ) حکومت کروں سو یہ بات حقتعالےٰ نے مجھکو عطا کی
ہر چند کہ تم اس سے کراہت رکھتے تھے۔ ابو الفرج کہتا ہے کہ شریک اسکا راوی کہا کرتا تھا کہ ھذا ھو
التھتک کہ یہ تہتک شریعت و توہین اسلام ہے یقیناً اسکے بعد معاویہ نے کہا کہ آگاہ رہو کہ میں نے امام حسنؑ
کے ساتھ کچھہ عہد کئے ہیں یعنی بعض ادا حقوق کی انکو امید دلائی ہے۔ وہ سب اسوقت میرے پاؤں
کے تلے ہیں اس ان سے کسی ایک کو وفا نہ کروں گا۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ مورخان اسلام نے معاویہ کی
اس بیحیائی کا صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ اس نے سر منبر کہا کہ جو عہد و اقرار میں نے کئے ان سے کسی
کو وفا نہ کروں گا اور اسکو بدعہدی و غداری سے تعبیر فرمایا ہے۔ ابو الفرج اصفہانی نے ابو اسحاق

سے یہ روایت کی ہے۔ پھر کہتا تھا کہ ابو اسحاق مذکور نے کہا قسم خدا کی یہ صاف غداری اور بیدینی ہے
ابن اثیر کامل میں لکھتا ہے کہ حسنؑ نے معاویہ سے اموال بیت المال کوفہ جس کی تعداد ہزار ہزار درہم
تھی طلب کی اور خراج دار ابگرد کہ فارس کا علاقہ ہے مانگا اور خواہش کی کہ سب علی ابن ابیطالبؑ کی
کی جائے مگر اُس نے ترک سب کو قبول نہ کیا خواہش کی کہ کم از کم آپ کے سامنے یہ فعل بد نہ کیا جائے اسکو
اجابت کیا ثم لم یف لہ بہ ایضاً مگر بعد میں اس کا بھی ایفا نہ کیا۔ پھر ابن کثیر کہتا ہے واما خراج دار ابجرد
فان اھل البصرۃ منعوہ منہ وقالوا ھو فیئنا لا نعطیہ احدا وکان منعھم بامر معاویۃ ایضاً
یعنی لیکن دارابگرد کا خراج پس اہل بصرہ نے آنحضرتؑ کو نہ دینے دیا اور کہا وہ تو ہمارے لئے بمنزلہ
مال غنیمت ہے وہ ہم کسی کو نہ دیں گے۔ مورخ مذکور کہتا ہے کہ ان کا یہ امتناع و انکار معاویہ ہی کے حکم
سے تھا۔ یعنی معاویہ نے ہی ان کو کہا تھا کہ تم اپنا فے تبا کر دینے سے انکار کر دینا

علی ہذا تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ معاویہ نے کہا یہ شرائط دفع الوقتی کے طور سے مان لی گئی تھیں
ابکہ آتش فساد دب گئی اور پریشانیاں دور ہوئیں۔ اب وہ سب باتیں مردود ہیں اسمیں کیسکو مجال
دم زدن نہیں تمہارا کام فقط اطاعت کرنا ہے ابن اعثم کہتا ہے کہ نوبت کلام یہاں تک پہنچی تو لوگ
اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو گالیاں دیں۔ ترجمہ فارسی تاریخ اعثم کوفی احمد بن محمد ستوفی ہروی
کی عبارت ہے کہ مردمان از سخن معاویہ بہم آمدند و در خشم شدند و او را دشنامہا دادند و قصد زخم
او کردند و نزدیک بود کہ آتش فتنہ افروختہ گردد و خونہا ریختہ شود معاویہ بترسید و از گفتہ خود
پشیمان شد انتہیٰ۔ پشیمانی سے ناظرین یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ اُس نے ان شرائط پر کبھی عمل کیا۔ توبہ توبہ
یہ اسکی دوسری دفع الوقتی و دھوکہ دہی تھی کہ پشیمانی کا اظہار کیا۔ ورنہ وہ دلمیں بالکل پشیمان نہیں
ہوا۔ یہاں دیکھا جائے کہ یہ امیر معاویہ جسکی مدح سرائی کرتے کرتے اہل سنت سیر نہیں ہوتے کیسی
علانیہ عہد شکنی و بیوفائی کے مرتکب ہوتے ہیں کہ اسکی مذمت سے کتاب خدا و احادیث رسول اللہ بھری
پڑی ہیں قال اللہ تعالیٰ الذین یوفون بعھد اللہ ولا ینقضون المیثاق یعنی مقام مدح و فخر
عہد میں ارشاد ہے کہ وہ لوگ کہ عہد خدا کو پورا کرتے ہیں اور اپنے اقرار واثق کو نہیں توڑتے نیز ارشاد
ایزدی ہے یا ایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود اے ایمان والو اپنے عقود کو وفا کرو دیگر فرماتا ہے
اوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وفا کرو عہد خدا کو جب تم عہد کر چکے

اور نہ توڑو اپنی قسموں کو ان کے موکد کرنیکے کے بعد پھر فرمایا او فوا بالعہد ان العہد کان مسئولا وفا کرو عہد کو ضرور عہد کی بابت سوال کیا جائے گا۔

صاحب طرف مذکورہ آیات کے نقل کے بعد کہتے ہیں کہ اس بارہ میں اور بہت سی آیتیں ہیں سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ سبحانہ فرماتا ہے یا ایہا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون اے مومنو کیوں وہ باتیں منہ سے نکالتے ہو جس کو عمل میں نہیں لاتے کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون خدا بہت دشمن رکھتا ہے اس امر کو کہ تم ایسی بات کہو جس پر عمل نہ کرو۔

اور بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں اذا حدث کذب بات کرتا ہے تو جھوٹ کہتا ہے واذا وعد اخلف وعدہ کرتا ہے تو وفا نہیں کرتا واذا اوتمن خان امانت اسکی سپرد کیجاتی ہے تو خیانت کرتا ہے۔ دیکھئے امیر معاویہ ایسی خصلت زبون کا سر منبر فخریہ ذکر کرتے ہیں۔

اسکا ایک سفید جھوٹ بحار میں امالی شیخ طوسیؒ سے نقل ہوا ہے کہ معاملہ صلح طے ہو گیا تو معاویہ نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر جا کر خطبہ کہا کہ حسنؑ نے مجھکو اہل خلافت جانا اور اپنے تئیں اسکے لائق و اہل نہ سمجھے امام حسنؑ اس سے ایک درجہ نیچے کھڑے تھے وہ فارغ ہوا تو آپنے حمد و صلواۃ کے بعد کہا کہ معاویہ کا یہ کہنا کہ میں نے اسکو اہل خلافت اور اپنے تئیں اسکا نا اہل پایا یہ اسکا کلام کذب و دروغ ہے ہم بموجب نص کتاب خدا و ارشاد رسولِ خداؐ خلقت کے لئے تمام خلائق سے بہتر ہیں مگر جب سے حضرتؐ نے انتقال کیا ہم برابر مظلوم و مقہور رہے ہیں۔ پس حقتعالےٰ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان بہتر حکم کرنے والا ہے جو خود ہمارے سر و پر چڑھے اور اوروں کو ہماری گردنوں پر سوار کیا گئے اُنھوں نے اموال غنائم سے ہمارا حصہ روک لیا اور جو مدد معاش رسول اللہؐ نے ہماری مادر گرامی کو عطا کی تھی ان سے چھین لی۔ قسم خدا کی اگر رسولِ خداؐ کی وفات پر میرے باپ کے ساتھ بیعت ہو جاتی تو آسمان سے رحمت کی بارشیں ہوتیں اور زمین اپنی برکتیں اُگل ڈالتی اور طلقا و پسران طلقا کو ہمیں طمع کرنیکی نوبت نہ آتی۔

معاویہ کا کوفہ میں ورود

نخیلہ سے چل کر معاویہ بہ تزک و احتشام تمام داخل کوفہ ہوا، ابوالفرج اصفہانی مقاتل الطالبین میں

لکھتا ہے کہ اسوقت خالد بن عرفطہ اسکے آگے جا رہا تھا اور حبیب بن حماد علم لشکر لیئے اس کے ساتھ ساتھ تھا کوفہ پہنچ کر باب الفیل سے داخل مسجد ہوا تو اہل شہر اسکے گرد و پیش جمع ہو گئے ابو الفرج کہتا ہے کہ عطا بن سائب نے اپنے باپ سائب سے روایت کی ہے کہ انہا نے کہا ایک روز حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب منبر کوفہ پر خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر خبر دی یا امیرالمومنین خالد بن عرفطہ مر گیا پھر دوسرا آیا اور یہی خبر پہنچائی حضرت نے فرمایا وہ نہیں مرا تیسرے نے یہی خبر دی تو آپنے ارشاد کیا کہ وہ نہیں مرا اور نہ مرے گا جب تک کہ اس دروازہ (دروازہ باب الفیل مسجد کی طرف اشارہ کر کے) سے داخل ہو اور نشان ضلالت اس کے ساتھ ہو جسے حبیب بن حماد نے اٹھا رکھا ہو گا۔ اس وقت ایک شخص زیر منبر سے اٹھا اور عرض کی یا امیرالمومنین حبیب بن حماد میں ہوں اور میں حضرت کا شیعہ و ہواخواہ ہوں فرمایا جس طرح کہتا ہوں خدا کی قسم ویسا ہی ہوگا ابو الفرج کہتا ہے کہ مالک بن سعد نے کہا اعمش نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے اور کہا مجھ سے اس گھر والے (ہاتھ سے اشارہ کر کے) خانہ ابو العطا سائب کو بتایا) نے روایت کی کہ میں نے بگوش خود علی ابن ابیطالب کو یہ کہتے سنا تھا۔

مسجد کوفہ میں معاویہ پر علانیہ لعنت

مروی ہے معاملہ صلح طے ہو لینے کے بعد اخذ بیعت کے لیئے معاویہ کوفہ میں چند روز ٹھیرا رہا ان ہی ایام میں ایک روز منبر پر گیا اور امیرالمومنین کا ذکر کر کے آنحضرت کی مذمت کی اور امام حسن کی نسبت جس قدر چاہا بدگوئی کی امام حسن و امام حسین دونوں اس مجمع میں تشریف رکھتے تھے۔ امام حسین نے چاہا اٹھیں اور جواب دیں جناب امام حسن نے انکا ہاتھ پکڑ کر بٹھایا اور خود کھڑے ہو کر کہا اے علی کو بدی سے یاد کرنے والے میں حسن ہوں اور میرے باپ علی ہیں اور تو معاویہ اور تیرا باپ ابوسفیان اور میرے جد امجد رسول اللہ ہیں اور تیرا دادا حرب ہے میری ماں فاطمہ ہے اور تیری ماں ہندہ۔ میری جدہ خدیجہ ہے اور تیری دادی نعشلہ۔ پس لعنت خدا ہو اسپر جو ہم دونوں میں بروئے ذکر و شہرت گمنام اور حسب و نسب میں لئیم اور قدر و شرف میں کمتر و کفر و نفاق میں بڑھ کر ہو ہر گوشہ مسجد سے آوازیں بلند ہوئیں آمین آمین۔ ابو الفرج نقل روایت ہذا کے بعد کہتا ہے کہ راوی اس روایت

کے یعنی یحییٰ بن معین کہتے تھے کہ ہم بھی اس آمین کہنے میں اہل مسجد کوفہ کے ساتھ ہیں پھر ابوالفرج کہتا ہے میں بھی کہ مسمیٰ ابوالفرج اصفہانی مولف کتاب مقاتل الطالبین ہوں اہامعن میں ان سب کے ساتھ شریک ہوں۔

خطبہ آنجناب بعد از صلح در کوفہ

ترجمہ تاریخ طبری مطبوعہ نولکشور لکھنؤ میں لکھا ہے۔ وحسن خواست کہ باہمہ اہل بیت خویش بمدینہ رود عمر عاص معاویہ را گفت پیش از انکہ حسن بمدینہ شود مردمان کوفہ را بفرمای تا حسن خطبہ کند معاویہ گفت خطبہ کردن او مارا بچہ کار آید گفت حسنؑ فصیح زبان بیت بدانند کہ او خلافت راشاید چوں روز آدینہ معاویہ از منبر فرو آمد حسنؑ را گفت خطبہ کن حسن رضی اللہ عنہ بر منبر شد و خطبہ کرد و گفت ایھا الناس ان اللہ ھدٰیکم باولنا وحقن دمائکم باخرنا وان الدنیا دول ولکل شی مدۃ واجل وانکم خلق تموتن علی ھذا البیعۃ اللتی بداھا لغیر اھلھا ووضعھا فی غیر حقھا وانی اقول کما امر اللہ عزوجل وان ادری لعلہ فتنۃ لکم او متاع الی حین (ترجمہ) لوگوں اللہ تعالےٰ نے ہمارے پہلوں سے تمکو ہدایت کیا اور پچھلوں کی بدولت تمکو خونریزی اور ہلاکت سے نجات بخشی بتحقیق کہ دنیا اولنے بدلنے والی شے ہے اور ہر شے کے لئے ایک مدت معین ہے اور تم وہ لوگ ہو کہ اس بیعت پر مروگے جو نااہلوں سے شروع ہوی اور محل ناحق میں رکھی گئی اور میں وہ کہتا ہوں جس کا اللہ بزرگ و برتر نے امر کیا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ شاید تمہارے لئے فتنہ و فساد ہے یا ایک مدت تک تمتع و نفع قلیل ہے۔ ابن اثیر نے کامل التاریخ میں لکھا ہے کہ معاویہ نہیں چاہتا تھا کہ امام حسنؑ خطبہ کہیں مگر عمر عاص نے اصرار کیا کہ ضرور ایسے لوگوں میں خطبہ کہلواؤ تاکہ لوگوں پر انکی کند زبانی کا عیب ظاہر ہوجائے اور جانیں کہ وہ طلاقت کی اہلیت نہیں رکھتے پس معاویہ نے خود خطبہ کیا۔ پھر آنحضرت کو امر کیا کہ منبر پر جاکر خطبہ کہیں پس حضرت اُٹھے اور بدا ہت حمد و ثنائے الٰہی و درود رسالت بناہی کہکر خطبہ کہا حتیٰ کہ آخر خطبہ مذکورہ پر پہنچے تو معاویہ نے کہا اجلس یا حسنؑ اے حسن بیٹھ جاؤ اور عمر عاص سے کہا کہ یہ تیری سو رتدبیری تھی اور اس قدر برہم ہوا کہ اس سے دشمنی کرنے لگا۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ زمانہ حیات امیرالمومنینؑ میں چونکہ حسن مجتبیٰ زیادہ تر خاموش و کم گو تھے

خاصکر حضرت کی حضور میں بملاحظہ ادب آنجناب کمتر زبان کشائی فرماتے ۔کسی معاند بدگو نے کوفہ میں کہا تھا کہ خطبہ گوئی میں آپ (معاذ اللہ) قاصر ہیں، اسلئے حضرتؑ نے حکم دیا کہ سر مجمع خطبہ کہیں آپنے بالبداہت خطبہ کہا اور اسقدر فصیح و بلیغ کہا کہ امیر المؤمنینؑ نے فرط مسرت سے دامن کشاں منبر کے قریب آکر آپنے جگر گوشہ کو سینہ سے لگا لیا اور آواز تحسین و آفرین بلند کی جیسا کہ تشتیر باب اخلاق و عادات آنجنابؑ میں اسکا ذکر گذرا وہی کلام اس معاند مردود کا پسر عاص مطرود کو پہنچا جس پر اصرار کرکے اس نے خطبہ کہلوایا اور اپنے تئیں اور معاویہ کو سر عام رسوا کیا ۔عبارت خطبہ کامل ابن اثیر و مروج الذہب مسعودی کی قریب قریب اسی قدر ہے جتنی کہ تاریخ طبری سے اوپر نقل ہوئی ۔یہ سنی مورخوں کی معاویہ اور عمر عاص کی ہمدردی و ہوا خواہی ہے کہ خطبہ میں کاٹ چھانٹ کرکے اتنا کم کردیا ورنہ دراصل یہ خطبہ طویل الذیل و مبسوط ہے مجلسی علیہ الرحمۃ نے جلاء العیون میں اسکو خلاصہ کے طور پر نقل کیا تب بھی دو اڑھائی ورق پر تمام ہوا ہے اس میں جناب حسن الزکی نے داد فصاحت و بلاغت دی ہے ۔ پہلے شہادتین اعنی وحدانیت خدا اور رسالت محمد مصطفی کی شہادت کو بداہتہً شاندار الفاظ میں ادا کیا پھر فضائل و مناقب خمسہ آل عبا کے ذکر میں اپنی قوت بیانیہ کا کافی اظہار فرمایا حدیث کسا و شان نزول ہل آتیٰ و نزول آیہ تطہیر و حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ وغیرہ کا بوضاحت تمام ذکر فرمایا، بعدہ غصب خلافت کا ذکر اولاً و ثانیاً و ثالثاً درمیان میں لائے اور اپنے اور اپنے والدین اور اپنے بھائی کی مظلومیت کا حاضرین کے دلوں پر نقشہ کھینچ دیا اور فرمایا میں نے اسکے یعنی معاویہ کے ساتھ اضطراری بیعت کی ہے یہ فتنہ ہے تمہارے لئے اور متاع قلیل ہے جبتک کہ دنیا سے رخصت ہو اور حق حقیقی تم پر ظاہر ہو جائے ایہا الناس آدمی کے لئے عیب ہے کہ کسی دوسرے کا حق غصب کرلے مگر اپنا حق دوسروں کے پاس رہنے دینا معیوب نہیں و دیگر دلائل و براہین اپنی حقانیت پر اور معاویہ کے کفر و فسق پر بیان فرماکر منبر سے اترے معاویہ کو اس خطبہ سے سخت صدمہ پہنچا اس نے کہا قسم خدا کی حسنؑ نے جبتک زمین فراخ کو مجھ پر تنگ اور زمانہ کو میری نظر میں تیرہ و تار نہیں کرلیا منبر نہیں چھوڑا میں چاہتا تھا کہ اس کے بدلے انکو ایذا و آزار دوں مگر غیظ اور غصہ کا ضبط کرنا ہی اولٰے ہے ۔چونکہ یہ ذلت اسکو عمر عاص کی وجہ سے نصیب ہوئی تھی دل میں اسکا دشمن ہو گیا ۔

خطبۂ دیگر آنجناب در فضائلِ امیرالمومنینؑ بحضورِ معاویہ

ابن ابی الحدید معتزلی نے ابوالحسن مدائنی سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے صلح کے بعد امام حسنؑ کو کہا کہ مجمع مسلمانان میں خطبہ کہیں۔ آپ نے انکار کیا اُسنے اصرار کیا پس کرسی آپ کے لئے منگائی گئی اس پر بیٹھے اور حمد و ثناء الٰہی بجالائے بعد ازاں فرمایا تمام محامد اس خدا کے لئے ثابت ہیں جس نے تمہارے سابقین کو ہمارے ذریعہ سے کفر و شرک سے نکالا۔ لاحقین کو قتل و خونریزی سے بچایا۔ پس ہمارے احسانات تم پر قدیم و جدید ہیں خواہ ان کو مانو یا کفرانِ نعمت کرو، ایُّها الناس اللہ تبارک و تعالیٰ نے علی علیہ السلام کو اس فضیلت و سابقہ سے اختصاص بخشا ہے جو دوسروں کو نہیں دی۔ افسوس تم ہر امر کو منقلب کرتے رہے مگر حقتعالےٰ ہمیشہ ان کو فضیلت و فوقیت دیتا رہا بتحقیق کہ علیؑ وہ شخص ہیں جنھوں نے جنگ بدر و احد و خندق میں حمایت اسلام میں جنگ کر کے تمہارے دم بند کئے لہذا تم جسقدر ان سے عداوت کرو کم ہے قسم خدا کی امت محمد برابر تنزل میں رہے گی جب تک انکی حکومت کی باگ بنی امیہ کے ہاتھوں میں ہے لوگوں پر یہ ایک بلائے آسمانی ہے جس میں تم مبتلا رہوگے۔ جبتک ان طواغیت و شیاطین کی اطاعت کروگے میں تمہارے کفر و نفاق اور سوء رغبت کی صرف خدا کے آگے شکایت کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اے اہل کوفہ بتحقیق کہ کل خدا کا ایک تیر بے خطا (یعنی امیرالمومنینؑ) تم سے جدا ہوا ہے جو اعدائے خدا فجار قریش کو عذاب خدا میں مبتلا کئے بغیر نہ رہتا تھا کمانوں سے جدا ہو کر ٹھیک ان کے حلقوم میں بیٹھا تھا۔ وہ امر خدا میں کسی ملامت کی پروا کرنے والا مال خدا کا چرانے والا اور جنگ و دشمنان خدا سے فرار کرنیوالا نہ تھا۔ خدا اس کو دعوت کرتا تو اجابت کرتا معرکہائے جنگ میں تقدیم کرتا اور وہ اصلا انحراف نہ کرتا تعمیل احکام ایزدی میں کسیکی ملامت کا سُننے والا نہ تھا پس صلوات خدا اور اسکی رحمت ہو اسکے اوپر یہاں تک پہنچے تھے کہ معاویہ نے کہا بس کرو اے حسنؑ حضرت خاموش ہوگئے۔

حقیر مولف کہتا ہے یہ ہیں بعض ان خطبات سے جو جناب امام حسنؑ زکی نے بعد صلح کوفہ میں مع اجمعہ معاویہ و جم غفیر پڑھے۔ اسی موقع پر معاویہ و عمر و عاص نے بعض اوقات بے جوڑ سوال کر کے

آپ کو بھبگانا اور بدلانا چاہا مگر حضرت فوراً سوال کے جواب دے کر خطبہ میں مشغول ہو جاتے تھے اور نظم کلام میں ذرا فرق نہ آنے دیتے۔ چنانچہ ایکمرتبہ اس نے زبان مبارک سے اپنی مدح کرانی چاہی بولا یاحسن اصعد علی المنبر واذکر فضلنا اے حسن منبر پر جاکر ہمارے فضل وکمال کا تذکرہ کرو حضرت نے بعد حمد وصلوٰۃ شامیان شوم کے سنانے کو جو اس مجلس میں حاضر تھے اپنی مدح اور منقبت اسطرح پر شروع کی کہ اے جماعت حاضرین جو مجھکو جانتا ہے جانتا ہے جو نہیں پہچانتا ہے اسکے لئے کہتا ہوں کہ میں حسن بن علی فرزند رسولخدا پسر بشیر و نذیر ہوں اور پسر ہوں اسکا جس کو حقتعالےٰ نے برسالت برگزیدہ کیا اور ملائکہ آسمان نے اسپر رحمت خدا و درود بھیجا اور پسر ہوں اسکا جس کی بدولت اہل امت کو فخر وشرف حاصل ہوا اور اسکے پاس جبرئیل امین پیام خدا لیکر آتے تھے اور پسر اس کا جو رحمت خدا ہوکر خلقت پر بھیجا گیا تھا، اسوقت معاویہ کو حسد و عداوت نے ایسا مجبور کیا کہ آپ کے بند اور لاجواب کرنیکو بے ساختہ بول اُٹھا کہ یا حسن علیک بالرطب۔ ای اے حسن ذرا رطب (خرمائے تازہ) کی تو تعریف کیجئے فرمایا نعم یامعاویہ الریح تلقحہ والشمس تنفجہ والقمر یکوندوا لحر ینضجہ واللیل یبردہ ہاں اے معاویہ ہوا اس کو الحاق کرتی یعنی شگوفہ سے نکالتی۔ اور گرمی آفتاب اسکو پھلاتی اور بڑا کرتی چاندنی رنگین کرتی اور ہوا پکاتی اور رات ٹھنڈا کرتی ہے۔ بروایتے ارشاد کیا تلقحہ الشمال وتخرجہ الجنوب وتنضجہ الشمس ویطیبہ القمر۔ بادشمال اس کو بارور کرتی، بادجنوب باہر لاتی، دھوپ پکاتی چاندنی خوش ذائقہ بناتی ہے بروایتے دیگر فرمایا ہوا پھلاتی۔ حرارت پکاتی۔ رات ٹھنڈا کرتی اور بامزہ بناتی ہے۔ علیٰ ہذا عمر عاص نے اپنے اسی ارادہ فاسد سے اثنار خطبہ میں لقمہ دیا کہ اے ابو محمد بیت الخلا جانے کے آداب بیان کرو فرمایا ہاں اسکے لئے آدمیوں سے دور جائے زمین ناہموار تلاش کرے۔ رو بقبلہ پشت بقبلہ نہ بیٹھے۔ پارۂ نان و سرگین و استخوان سے محل غائط کو پاک نہ کرے۔ آب راکد میں پاخانہ و پیشاب سے اجتناب کرے غرض اس قدر فرماکر بدستور اپنے نطق وکلام میں مصروف ہوئے اور فرمایا میں پسر مستجاب الدعوات ہوں اور پسر ہوں اُس کا جو اپنے خدا سے فاصلہ دو کمان یا اس سے بھی کمتر پر گیا تھا، میں پسر شفیع مطاع ہوں اور پسر مکہ ومنیٰ اور اسکا جس کے آگے قریش بخواری وزاری خاضع ہوئے اور پسر اسکا جسکی پیروی کرنیوالا

سعید اور چھوڑنے والا شقی ہے زمین جس کے لئے ظہور و جائے سجود ہوئی - اخبار آسمانی اس کے پاس پہنچے اور ہر رجس و پلیدی خدا نے اس سے دور کی اس پر معاویہ بولا اے حسنؑ میرا گمان ہے کہ تمہارا نفس خلافت چاہتا اور ہمسے نزاع کرتا ہے - فرمایا ویل و عذاب ہو تیرے لئے اے معاویہ خلیفہ رسول وہ ہے جو آنحضرتؐ کی سیرۃ پر عمل کرے انکی سنت کا پابند اور طاعت گزار ہو خدا کا - قسم بجان خود ہم نشانہائے ہدایت و منار تقیٰ ہیں مگر تو اے معاویہ سنت ہائے رسول اللہ کا محو کرنے والا، بدعات پھیلانے والا، بندگان خدا کو غلام بنایا اور دین خدا کو کھیل بنا رکھا ہے - عنقریب تیرا چراغ گل ہوگا اور تھوڑی زندگی کر کے بہت سے عذاب کے بوجھ گردن پر لیکر جائے گا اسوقت معاویہ نے کہا اے حسنؑ ہم سے ذرا شب قدر کا تو حال بیان کرو کہ کب ہوتی ہے - فرمایا ہاں حقتعالے نے سات آسمان پیدا کئے سات زمینیں اور جن و انس کو اُن سے خلق فرمایا پس تو تیئس ۲۳ رمضان سے لیکر ستائیس ۲۷ رمضان تک اسکو تلاش کر یہ یہ کہہ کر منبر سے اترے -

معاویہ و قیس بن سعد بن عبادہ

پہلے گذرا کہ عبیداللہ بن عباس معاویہ کی سازش سے لشکر عراق کو بحال خود چھوڑ کر شام کو نکل بھاگا اور جا کر معاویہ سے مل گیا تو اسوقت قیس بن سعد انکے امیر ہوئے اور انھوں نے معاویہ سے لڑنے کے لئے از سر نو لشکر سے عہد و پیمان لئے -

ابن اثیر کہتا ہے کہ قیس بن سعد معاویہ کی امامت سے سخت کراہت رکھتا تھا اس نے شیعیان علیؑ سے معاویہ کے خلاف جان و مال کے اقرار پر عہد واثق لیا - معاویہ نے یہ سنا تو ان کے ساتھ باب رسل و رسائل کھولا اور اپنی اطاعت کی دعوت دی کہ ان کو ورق سادے کاغذ کا نیچے مہر لگا کر بھیجدیا کہ جو شرط چاہو اسپر لکھ دو مجھے سب قبول و منظور ہے، عمر عاص نے کہا معاملہ کو اسقدر وسعت نہ دو معاویہ نے کہا ہم اسکی فوجوں کو قتل نہیں کر سکتے جبتک کہ وہ اہل شام سے اسی قدر آدمیوں کو قتل نہ کر لیں اور اتنے اصحاب کے مارے جانے کے بعد ہمارے لئے کیا لطف زندگانی باقی رہے گا قسم خدا کی میں ہرگز اسکے ساتھ جنگ نہ کروں گا جبتک کہ کوئی

صورت بچاؤ کی نکل سکے قیس کے پاس وہ کورا کاغذ پہنچا تو بغیر اسکے کہ مال سے تعرض کریں صرف اپنی اور اپنے اصحاب کے لیے امان کی شرط اسمیں درج کی جس کو معاویہ نے بخوشی قبول کرلیا اور قیس معاویہ کی اطاعت میں داخل ہوگئے یہ قول ابن اثیر کا ہے راقم الحروف کے نزدیک یہ بیان اس کامل مورخ کا ناقص ہی ہرگز قابل قبول نہیں ۔ قیس سا شخص جو اس زور شور سے معاویہ کے ساتھ لڑنے کے لئے تیار تھا کیونکر قیاس میں آسکتا ہے کہ اس کے ایک کورے پرچہ پر ایسا دست پاچہ ہوا کہ بغیر کسی شرط کے اسکی اطاعت میں داخل ہو اور بیعت کرے ۔ حالانکہ ابن اثیر نے خود لکھا ہے کہ قیس معاویہ کی امارت سے سخت کارہ تھا پس ہمارے نزدیک صحیح وہی ہے جو ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں نقل کیا ہے کہ قیس نے اپنے اصحاب سے کہا کہ دو کاموں میں سے ایک کو اختیار کرو یا بلا امیر جنگ کرنیکے لیے تیار ہو یا امام ضال (معاویہ) کی اطاعت میں داخل ہوجاؤ انھوں نے شق اول کو اختیار کیا قیس اپنے لشکر کے ساتھ افواج شام پر حملہ آور ہوئے اور اس قدر جد وجہد کی کہ غنیم کو پسپا کردیا ۔ اسپر معاویہ نے قیس کو نامہ لکھکر اپنی طاعت کی طرف مدعو کیا قیس نے جواب میں لکھا قسم خدا کی میں بغیر اسکے کہ میرے اور تیرے درمیان نیزہ وشمشیر ہو تجھ سے ملاقات نہ کرونگا اسکی اطاعت سے یاس ہوئی تو معاویہ نے جل کر اسکو لکھا کہ انت یهودی ابن یهودی تشقی نفسک وتقتلها کہ تو یہودی پسر یہودی ہے نیز انفس تجھکو شقاوت میں ڈالتا ہے اور قتل کراتا ہے ۔ نیز لکھا تیرے باپ نے راہ راست سے انحراف کیا اس کی قوم نے اُسے مخذول رکھا ۔ سوتنے اسے دبوچ لیا حتی کہ طرید وغریب حوران میں فوت ہوا ۔

قیس نے جواب میں لکھا انت وثن بن وثن دخلت فی الاسلام کرها واقمت علیه فرقا وخرجت منه طوعا تو بت پرست پسر بت پرست کا ہی بکراہت اسلام میں داخل ہوا اور تفرقہ اندازی کے لئے وہاں قیام کیا ۔ اور بطوع ورغبت اس سے نکل گیا ۔ پس تو دشمن خدا اور سولخدا اور دشمن مومنین بندگان خدا کا ہے تو کہتا ہے کہ میں یہودی پسر یہودی ہوں پس بہ تحقیق کہ تجھکو معلوم ہے کہ میں اور میرا باپ اس دین کے انصار ہیں جس سے تو نکل گیا اور اس مذہب کے دشمن ہیں جسمیں تو داخل ہوا ۔ معاویہ نے یہ خط پڑھا تو اسکا جواب دینا چاہتا تھا ۔ عمر عاص نے اسے روکدیا کہ تو جواب لکھیگا تو وہ اور زیادہ شدید اسکا جواب تحریر کرے گا اور ناحق طول ہوگا

چھوڑ دے گا تو رفتہ رفتہ وہ بھی اس امر میں داخل ہو جائے گا جس میں اور ہوں گے۔ اس لیے باز رہا پس امام حسینؑ اور معاویہ کے درمیان پیام و سلام ہوئے تو قیس اُن کے پاس نہ گئے اور جیسا پہلے ذکر ہوا بالا بالا کوفہ چلے آئے۔

پھر ابو الفرج کہتا ہے کہ معاملہ صلح طے ہوا تو قیس بھی بیعت کے لیے طلب کیے گئے وہ ایک دراز قد آدمی تھے۔ اسپ بلند پر بھی سوار ہوتے تو پاؤں زمین سے لگتے جاتے تھے اور اُن کے منہ پر بال نہ تھے۔ لوگ براہ عداوت انکو خصی الانصار کہتے تھے۔ وہ آئے تو معاویہ کے سامنے لیجانا چاہا۔ لیکن اُنھوں نے کہا میں نے حلف کیا ہے کہ اس سے ملاقات نہ کروں گا جبتک کہ ہمارے درمیان نیزہ و شمشیر نہو۔ معاویہ نے یہ سنا تو کہا کہ ایک تلوار اور برچھی لاکر میرے اور اسکے درمیان رکھدو کہ قسم پوری ہو جائے۔

نیز ابو الفرج کی روایت ہے کہ امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان صلح ہوئی تو قیس چار ہزار سپاہ کے ساتھ علیحدہ ہو گئے۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ حسنؑ اس سے بیعت کریں۔ جب بیعت ہو گئی تو قیس بھی بیعت کے لیے طلب ہوئے۔ اندر مجلس میں گئے تو امام سے خطاب کر کے کہنے لگے۔ میں تمہاری بیعت سے آزاد ہوں! فرمایا ہاں۔ پس ان کے لیے ایک کرسی بچھادی گئی اسپر بیٹھ گئے معاویہ تخت پر بیٹھا تھا۔ امام حسنؑ تخت پر اس کے برابر تھے معاویہ نے کہا اے قیس بیعت کرو گے کہا ہاں اور اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھ لیا یعنی اسکو معاویہ کی جانب دراز نکیا۔ معاویہ تخت پر سے جھکا حتیٰ کہ قیس پر اوندھا ہو گیا اور اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے مس کیا۔ قیس نے ذرا ہاتھ کو حرکت ندی یہی ان کی بیعت تھی۔ تمام ہوئی روایت ابو الفرج کی

اور کشی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ بہنگام بیعت قیس نے امام حسینؑ کی طرف دیکھا کہ اُن کی کیا رائے ہے آپ نے فرمایا یا قیس انہ امامی یعنی حسنؑ امام ہیں انکی اطاعت مجھ پر اور تیرے اوپر لازم ہے اور ابو عبداللہ جعفر صادق سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا قیس ابن سعد حسنی افواج کا سپہ سالار معاویہ کے پاس آیا تو کہا بیعت کرو قیس نے امام حسنؑ کی طرف نگاہ کی کہ اے ابو محمد کیا تم بیعت کر چکے معاویہ بولا اما تنتھی اما واللہ انی اقتلك تو باز نہیں آتا قسم خدا کی میں تجھے قتل کروں گا۔ قیس نے کہا افعل ماشئت جو چاہے سو کر اما واللہ ان شئت لتناقض

قسم خدا کی اب بھی چاہوں تو یہ معاملہ درہم برہم کردوں راوی کہتا ہے کہ قیس شل شتر قدآور اور جسیم تھے - ان کی ڈاڑھی ہلکی اور خفیف تھی امام حسنؑ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا کہ اے قیس بیعت کرو انھوں نے بیعت کی۔

کلام آنحضرت در مقام اعتذار از صلح معاویہ نزد شیعیان وغیرہم

مروی ہے کہ امام حسینؑ اپنے برادر معظم امام حسنؑ کے پاس گریاں داخل ہوئے واپس آئے تو وہ حالت بدل گئی تھی خوش وخنداں تھے لوگوں نے اس تغیر حالت کا سبب دریافت کیا تو فرمایا میں نے امام سے کہا تھا کہ کس لیے آپنے خلافت معاویہ کے حوالہ کی فرمایا جس سبب سے تمہارے باپ علی مرتضیٰ نے خلفاء ثلثہ کے حوالہ کی تھی اس سے میرا اطمینان ہوگیا کہ اسکی علت محض مجبوری و قلت انصار واعوان ہے۔ راوی کہتا ہے کہ معاویہ امام حسینؑ کی بیعت کا خواہاں ہوا تو حضرت نے کہا اسپر اصرار نہ کرو حسینؑ بیعت نہ کریں گے جبتک کہ قتل ہوجائیں اور وہ قتل نہوں گے تا وقتیکہ ان کا خاندان آپ کے اوپر فدا ہوئے اور بنی ہاشم بہت سے شامیوں کو مارے بغیر نہ مرینگے معاویہ خاموش ہوگیا۔

دیگر روایت ہے کہ صلح کے بعد معاویہ نے جناب حسنؑ سے درخواست کی کہ مجمع میں کلام کریں اور لوگوں کو خلافت سے دستبردار ہونے کی خبر دیں پس حضرت نے بعد حمد ثنائے الٰہی ودرود رسالت پناہی کے فرمایا ایہا الناس بڑی دانائی تقوے وپرہیزگاری خدا ہے اور نہایت حماقت فسق وفجور تم اگر جابلقا اور جابرسا کے درمیان بھی تلاش کروگے تو میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے سوا نہ پاؤگے جس کا نانا رسولخدا اور باپ علی مرتضیٰ ہو۔ اللہ تعالےٰ نے تمکو میرے جد امجد کے بدولت ہدایت فرمائی اور جہالت ضلالت تم سے دور کی، ذلت وخواری کے بعد عزت بخشی اور قلت تمہاری جماعت کی کثرت سے بدل دی۔ آگاہ رہو کہ معاویہ نے امر خلافت وحکومت پر جو میرا حق تھا مجھ سے نزاع ونکرار کیا میں نے بنظر صلاح امت اور ان کی خون ریزی سے احتراز کرکے اس سے اعراض کیا اسکو اسپر چھوڑتا ہوں تمنے میرے ساتھ اس اقرار پر بیعت کی تھی کہ جس کے ساتھ جنگ کروں جنگ کرو صلح کروں اس سے مصالحت چاہو۔ بروایتے دیگر فرمایا

میں نے یہ صلح اس لئے کی ہے کہ اپنے تئیں اور اپنے کنبے قبیلے اور خالص شیعوں کو ہلاکت سے بچاؤں اے اہل عراق تم نے میرے باپ کو قتل کرایا میرے مارنیکا قصد کیا جس سے ایسا زخمی ہوا ہوں کہ اب تک اچھا نہیں ہوا۔ میرا مال و اسباب لوٹ لیا مجھکو کوئی امید بہتری کی تم سے نہیں۔

سوال و جواب آنجناب با بعضے از خلص احباب

نقل ہے کہ مسیب ابن بجیۃ فرازی و سلیمان بن صرد خزاعی نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ ہمارے تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپنے معاویہ سے بیعت کر لی حالانکہ عراق[1] کا لشکر کثیر جنگجو آپکے ہمراہ تھا اور حجاز کے بہادر اس کے علاوہ فرمایا اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ عرض کی آپ بھی اس معاہدہ کو توڑ دیں معاویہ خود نقض عہد کر چکا ہے۔ سر منبر کہتا ہے میں نے جو اقرار کئے ہیں ان میں سے ایک کو وفا نہ کروں گا۔ فرمایا اے مسیب نقض عہد میں کوئی خوبی نہیں عذر و نکث عہد ہمارا کام نہیں میرا یہ ارادہ ہوتا تو اول ہی اسے نہ کرتا۔ حجر بن عدی جوش محبت میں کہنے لگے کاش ہم سب کے سب فنا ہو جاتے اور یہ روز نحس نہ دیکھتے لوگ کامیاب مراد ہو کر گھروں کو جائینگے ہم مایوس و ناکام بذلت و خواری مراجعت کریں گے۔ اسکا کچھ جواب ندیا۔ مگر بعد خلوت میں بلاکر حجر کو کہا میں نے تمہارا کلام مجلس معاویہ میں سنا اور دلسوزی دیکھی مگر اے حجر سب لوگ ایسا

---

[1] صلح پر اعتراض کرنے والوں نے کثرت افواج خلافت کا ذکر کرتے ہوئے کبھی کبھی صرف کوفہ کی چالیس ہزار فوج بتلائی ہے۔ مگر ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ ایک اشعث بن قیس بھی ان کے سربرآوردوں سے اب دشمن خدا و رسول و اہل بیت تھا جو لوگوں کو ان کی اعانت اور حمایت سے پھیرتا تھا۔ بیس ہزار کا لشکر اس کے تابع فرمان تھا اس نے بروز صفین جبکہ عمر عاص کی رفع مصاحف والی مکاری سے لشکر جناب امیر المومنین علیہ السلام میں کھلبلی پڑ گئی تھی تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے یہ کہا تھا۔

ان لم یجب الی ما دعیت الیہ لم یرمعک عذاً یمانیان یسہم ولم یطعن برمح ولم یضرب بسیف اگر معاویہ کی دعوت قبول نکروگے تو کل میری ان بیس ہزار فوج یمانیہ سے دو آدمی بھی ایسے نہ لڑینگے نہ تیر پھینکینگے نہ تلوار ماریں گے نہ برچھی لگائینگے۔

ان ہی کوفہ کے سپہداروں میں ایک شیث ابن ربعی شہور اسکا دشمن تھا جو ہمیشہ فتنہ انگیزی کرتا رہتا اور ہر فتنہ پرداز کے ساتھ ملجاتا ان ہی میں ایک عمر بن حریث لعین تھا جو امیر المومنین کا مدمقابل بنا ہوا تھا اور یہی صنبہ پر جو اسکے گردو پیش تھے غدر تھا نیز منذر بن جارود یا عمی طاغی انسے ایک تھا بنا برآں امام حسنؑ نے بہت درست فرمایا تھا کہ لوگ میرے ساتھ ضرور ہیں مگر اکثر اہل غرض طمع نفسانی سے جمع ہو گئے ہیں جو خالصاً للہ و قربۃً الی اللہ جنگ اعدا کے لئے آمادہ ہیں اس قدر قلیل ہیں کہ ہرگز دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ۱۲ منہ عفی عنہ

نہیں چاہتے جیسی تمہاری خواہش ہے نہ تمام کی یہ رائے ہے جو تمہاری ہے میں نے جو کچھ کیا تمہاری ہی جان بچانے کو کیا۔ اللہ کل یوم ھو فی شان اللہ ہر روز نئے حال اور جدید شان میں ہے۔ نیز آپنے مجبوری صلح میں یہ شعر پڑھا تھا ؎

اُجامل اقواماً حیاءً وَلا اَریٰ   قلوبہم تغلی علیّ مراضھا

میں بروئے حیا لوگوں سے ظاہرداری برت رہا ہوں حال آنکہ دیکھتا ہوں کہ ان کے مریض دل میرے اوپر شدت غضب سے جوش زن ہیں، نیز آپنے فرمایا۔

لئن سائنی دھر عزمت تصبّرا   وکل بلاءٍ لایدوم یسیر

وان سرّنی لم ابتہج بسرورہ   وکل سرورٍ لایدوم حقیر

زمانہ مجھے ستاتا ہے تو میں بعزم جزم اس پر صبر کرتا ہوں (اور جانتا ہوں) کہ جو مصیبت ہمیشہ رہنے والی نہیں اسکی برداشت سہل ہے اور جو وہ سرور کرے تو اسکی مسرت پر بھی خوش نہیں ہوتا کیونکہ جو سرور دائمی نہو مبتذل ہے۔

سوال امام حسنؑ نے معاویہ جیسے بیدین فاسق فاجر لعین کے ساتھ کیوں صلح کی اور اپنے تئیں خارج کر کے کس لئے خلافت اسکے حوالے فرمائی باآنکہ آپ کے ساتھ اعوان و انصار جان نثار موجود تھے اس کی بیعت میں داخل ہونے کی وجہ کیا ہے۔ نیز کیوں اس کے جائزے و عطیات و صلات قبول فرماتے تھے۔

جواب اسکا جناب سید مرتضیٰ علم الہدےٰ نے اپنی کتاب تنزیہ الانبیا والائمہ میں اس طرح دیا ہی کہ حسن مجتبیٰ عقلاً و نقلاً بے شبہہ امام منصوص من اللہ والرسول معصوم عن الخطار والزلل تھے جو کچھ وہ کرتے تھے اور جو اس موقع پر کیا عین حق و صواب تھا، آپ کے اقوال و افعال پر گو ہماری ناقص عقلیں فہم مصلحت میں قاصر ہیں کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ وہ بہر حال امام مفترض الطاعۃ تھے۔ خواہ کفار منافقین دشمنان دین کے ساتھ جنگ وجہاد کرتے، یا کسی مصلحت سے جو ہم پر مخفی ہے اس سے کنارہ کش ہوکر بیٹھ رہے باوجودیکہ جو کچھ اس محل خاص میں آپ سے صادر ہوا اس کا سبب ظاہر وعلت باہر تھی کیونکہ جو لوگ آپ کے گرد وپیش جمع ہورہے تھے۔ گو تعداد میں زیادہ تھے مگر ان کے دل ہرگز صاف نہ تھے وہ دنیا کے دلدادے اور معاویہ کی دولت پر فریفتہ اُنھوں نے ہی اُسکے

ساتھ نصرت کا وعدہ کرکے اسکو جناب پر برانگیختہ کیا تاکہ اس وقت آنحضرت کو پکڑ کر اس مردود کے حوالہ کریں اور اسکی دنیا سے مستفید اور بہرہ ور ہوں، آپ کو اسکا احساس ہوا تو قبل اسکے کہ ان کے مکر و دغا میں مبتلا ہوں ان سے اپنی حفاظت کرنے لگے۔ چنانچہ یہ امر مختلف مواضع میں بعبارات عدیدہ کثیرہ آنحضرت صلوات اللہ علیہ کے کلام میں موجود ہے آپ نے بار بار فرمایا کہ میں نے جو معاویہ سے صلح کی تو صرف خونریزی سے بچنے اور اپنے اور اپنے اہل بیت و خالص دوستوں کی جان بچانے کی خاطر کی اور کیونکر ایسا نہ کرتے جبکہ صورت یہ تھی کہ ابتداءً میں کوفہ میں لوگوں کو جمع کرکے جنگ اعدا پر ترغیب و تحریص کی اور ثواب جہاد ان کے روبرو بیان کئے تو سب خاموش بیٹھے سنتے رہے ایک لفظ کسی نے منہ سے نہ نکالا حتی کہ عدی بن حاتم کو غصہ آیا اور کہا سبحان اللہ امام وقت نصرت کو بلائے اور تم چپکے بیٹھے اسکی دعوت کو سنتے رہو، کہاں گئے اس شہر کے خطیب اور زباں آور اس وقت کیوں خاموش ہیں اس وقت قیس بن سعد وغیرہ چند اشخاص اٹھے اور کچھ کچھ تقریریں کیں ظاہر ہے کہ جو لوگ زبان سے بولنے میں بخل کریں وہ جان دینے میں کیا کچھ بخیل نہوں گے کیا جس شخص نے ساباط مدائن میں آپ پر حربہ چلایا کہ گوشت ران مبارک کا کاٹکر استخوان تک پہنچا اپنی صحاب سے تھا تا اینکہ سعد بن مسعود ثقفی کے پاس کہ عامل امیر المومنین تھا اور آپنے بھی اس کو اس منصب پر بحال رکھا تھا۔ پناہ گزین ہوئے، اس نے جراح کو بلاکر علاج کرایا تو اس وقت اسکے بھتیجے مختار نے کہا کہ ان کو پکڑ کر کیوں نہ معاویہ کے پاس بھیج دیں اور اس کے عوض ایکسال کا خراج جو جی چاہے اس سے حاصل کریں مگر سعد نے اُسے جھڑکا کہ قبحک اللہ تیرا برا ہو میں ان کے باپ کا مقرر کردہ عامل ہوں خود وہ مجھ پر اعتماد کرکے یہاں آئے ہیں ان کے ساتھ دغا کروں تو روز قیامت رسول اللہ کو کیا جواب دونگا اور اس ضربت لگانے پر انھوں نے کفایت نہیں کی جملہ سامان آپکا غارت کیا یہاں تک عورات کا زیور اتار لیا۔ مسند جس پر بیٹھتے تھے نیچے سے کھینچ لی پس ان لوگوں میں آپ امن وسلامتی سے تو سکتے ہی نہ تھے، ان سے اعانت و امداد کی کیا توقع کرتے۔ حجر بن عدی نے جو براہ دردو دلی خطاب کیا سودت وجوہ المومنین معاویہ سے صلح کرکے آپ نے مومنوں نے منہ کالے کردئے تو آپنے فرمایا یا حجر ماکل کل احد یحب ما تحب ولا رایہ کرایک انما فعلت ما فعلت ابقاء علیکم اے حجر ہر شخص ایسا نہیں

چاہتا کہ تم چاہتے ہو اور ہر ایک کی یہ رائے نہیں جو تمہاری ہے یعنی جو کچھ کیا صرف تمہارے
بچانے کے خاطر کیا علیٰ ہذا سلیمان ابن صرد خزاعی کا کلام کہ ہمارا تعجب منقضی نہیں ہوتا جبکہ
ہم دیکھتے ہیں کہ آپنے معاویہ سے بیعت کر لی حالانکہ چالیس ہزار مرد کوفہ کے تمہارے ساتھ
تھے حجاز و بصرہ کے اسکے علاوہ معاویہ اپنا عہد و پیمان توڑ چکا تو آپ کس لئے اسکے پابند
رہیں ہمکو اجازت دیں کہ کوفہ جا کر اسکے عامل کو نکال دیں اور خلافت سے خلع کریں ایسے ہی
اوروں نے کلام کئے آپ نے فرمایا تم ہمارے شیعہ و اہل مودت ضرور ہو مگر جو بات میں دیکھتا ہوں
تم نہیں دیکھتے ہو میں نے جو کچھ کیا تمہاری بہتری اور بھلائی کے لئے کیا، قتل اور خونریزی سے
باز رہنا مقصود تھا - پس قضائے الٰہی پر راضی ہو اور اسکو تسلیم کر کے گھروں میں بیٹھو نیز ارشاد
کیا کفوا ایدیکم حتیٰ یستریح بر او یستراح من فاجر اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو تاکہ نیک
آدمی آرام پائیں بدکاروں سے راحت ملے یہ کلمات آنحضرت کے شفاء صدور کو قطعاً کافی ہیں
تمام شبہات جو اس بارے میں پیدا ہوں ان سے دور ہو سکتے ہیں - غرض تمام کلام آنحضرت کا
مُصَرِّح ہے کہ آپ مغلوب و مقہور تھے اور بالجبر و الاضطرار اس کام سے دستکش ہوئے - صلح کر کے
ضررِ عظیم دین مسلمین سے دفع کیا یہ اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے اور سائل کا یہ کہنا کہ کیوں اپنے
تئیں خلافت سے خلع کیا - حاشا کہ آپنے اپنے کو خلافت سے خلع کیا نعوذ باللہ منہا امامت وہ شے ہی نہیں
کہ اس پر فنا اثر ہونیوالا زبان سے کہدینے سے اس سے ہم تو ہم اکثر مخالفین کے نزدیک بھی اگر
امام اپنے آپ کو امامت سے خلع کرے تو کچھ اسکا اثر نہ ہوگا - انکے قول کے موافق ہی احداث سرزد ہونے اور
ارتکاب کبائر سے ہی وہ اس سے نکل سکتا ہے اور آپ اپنے تئیں خلع کرنا اس بارے میں موثر ہو بھی
تو اسوقت ہو سکتا ہے جبکہ بحالت اختیار و بالقصد ہو با کراہ و اجبار اسکا کچھ اثر نہیں رہتا

لہ یہ بات کہ غدر و بیوفائی اصحاب سے مجبور ہو کر آپنے صلح کی ورنہ ہرگز آپکا قصد نہ تھا - کتب معتبرۂ اہل سنت سے بھی عیاں ہے
سبط ابن جوزی تذکرہ خواص الامہ میں لکھتے ہیں ولما رای الحسن تفرق الناس عنه وافتراق اهل العراق عليه
وغدر اهل الكوفة به رغب فى الصلح وكان معاوية كتب اليه فى السر يدعو الى الصلح فلم يجبه ثم اجابه
[illegible] یعنی جب امام حسن علیہ السلام نے دیکھا کہ لوگ ان سے متفرق ہو گئے اور اہل عراق انسے جدا ہو کر معاویہ سے جا ملے
اور اہل کوفہ نے آں حضرت کے ساتھ بیوفائی کی تو معاویہ کے ساتھ صلح کرنے کی طرف راغب ہو گئے -
حالانکہ معاویہ نے پہلے خفیہ آپ کو صلح کرنے کے لئے لکھا تھا تو آپ نے قبول سے انکار کیا پھر ان لوگوں کا یہ حال
دیکھ کر ناچار اس کو قبول کر لیا ۱۲ منہ

دیکھیہ کہ آپ نے کوئی لفظ تسلیم خلافت کا اپنی زبان مبارک سے نہیں نکالا۔ قلت اعوان وانصار
یکدل کی وجہ سے محاربہ اور مقابلہ سے دستکش ہوئے۔ معاویہ بقہر وغلبہ اسپر مسلط ہوگیا جیسا کہ پہلے
ذکر ہوا گو بحالت مجبوری ایسا کہنے میں بھی کچھ ضرر نہیں تھا رہا بیعت کرنا سو اس سے ہاتھ پر ہاتھ
دھرنا و نزاع و تکرار سے باز رہنا اور رضائے ظاہری مراد ہے تو یہ امور البتہ واقع ہوئے
مگر ساتھ ہی ان کے علل و اسباب بھی بیان کر دئے گئے پس کوئی حجت آپ پر عائد نہیں ہوسکتی
جیسا کہ ان کے باپ پر اپنے عہد کے متغلبوں سے جبریہ بیعت کرنے سے کوئی حجت عائد ہوئی
اور جو اس سے دلی رضامندی و طیب نفس مقصود ہے تو واقعات اسکے خلاف شاہد ہیں اور کلام
ہائے مشہور آنحضرتؑ اسپر دلالت واضحہ رکھتے ہیں کہ آپ قطعی مجبور تھے۔ اور یہ کہ خلافت آنحضرت
کا حق تھا اور سب سے زیادہ اس کے حقدار آپ تھے محض دشمن کے قہر وغلبہ سے اور دین و مسلمین
کی حفاظت کے خیال سے دستبردار ہوئے لیکن عطایائے معاویہ کا لینا۔ پس ہم پہلے بیان
کرچکے کہ ظالم جابر متغلب سے انکا لینا جائز و روا ہے، اور لینے والے پر کوئی ملامت وجرح
اس سے عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ اخذ صلات جائز آنحضرتؑ کے لئے جائز ہی نہیں واجب تھا کیونکہ
جو مال ظلمہ کے ہاتھ میں ہے سب امام کا مال ہے اور اسپر اور تمام امت پر واجب ہے کہ طوعاً و
کرہاً جس طرح ممکن ہو اس کے ہاتھ سے نکالیں اور اسکے محل و مقام میں خرچ کریں تمام نہ
لے سکیں تو جس قدر ہاتھ آئے لیں جب آپ پر تمام اموال متعلقہ خلافت کا معاویہ کے ہاتھ سے
نکالنا فرض تھا تو جتنا تمام نہاد صلہ وغیرہ اس سے ہاتھ آیا لیتے اور اسکے محل و مقام میں
خرچ کرتے رہے اور کوئی بعلم و یقین یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ تمام مال اپنے نفس اور اپنے عیال
پر صرف کر دیتے دیگر مستحقین کو اس میں سے کچھ نہ دیتے تھے۔ جبکہ آپ خفیہ طور سے اس کے
دینے پر مامور تھے۔ کیونکہ جیسا ان صلات کا قبول کرنا آنحضرتؑ پر واجب تھا ویسا ہی چھپا کر
اسکے مصرف میں خرچ کرنا بھی ضروری تھا۔ جبکہ وہ حضرت بڑا حصہ اپنے اموال کا فقرا اور
مساکین کو سراً وعلانیتہً دیتے رہتے تھے تو حقداروں کے حقوق کیونکر نظر انداز کرنے لگے تھے،
اور لیکن اسکے موالات اور دوستی کا اظہار پس جیسا کہ یہ امر باطن میں مفقود تھا ویسا ہی اس کا
اظہار بھی کبھی نہیں کیا گیا۔ چنانچہ کلام آپ کا معاویہ کے حضور میں اور اسکے پس پشت اس بارے

میں مشہور و معروف ہے، اور اگر بخیال اصلاح امت و شر عظیم اسکی تلافی و تدارک کے لئے کبھی ایسا کرتے بھی تو اس میں کچھ مضائقہ نہ تھا اور سب سے عجیب تر یہ ایراد ہے کہ آپ اسکی امامت کے قائل تھے۔ حالانکہ روز روشن سے زیادہ آشکار ہے کہ امام حسنؑ اسکے برخلاف اعتقاد رکھتے اور اسکی تصریح فرماتے تھے آپ کے نزدیک معاویہ ادنیٰ ماتحت حکومت کی بھی قابلیت نہ رکھتا چہ جائیکہ ریاست عامہ و ایالت کبریٰ۔ یہ امور آنحضرت کی نسبت ایک سنی حشوی کے سوا کوئی خیال میں نہیں لاسکتا جس کی گردن میں قلادہ تقلید پڑا ہو، اور اسکی تصویب میں ایسا غرق ہو کر جو اخبار و احادیث اس بارے میں وارد ہیں ان دیکھنے اور سننے سے آنکھیں اور کان کور و کر کر لے پس وہ وہی باتیں سنتا اور دیکھتا ہے جو اس کے موافق مزاج ہوں اور انہی امور کی تصدیق کرتا ہے جو اسکی پسندیدہ ہوں واللہ المستعان تمام ہوا خلاصہ ترجمہ تنزیہ الانبیاء کا مجلسی علیہ الرحمۃ جلد عاشر بحار میں بعد نقل عبارت بالا کہتے ہیں کہ ہم اس سے پہلے کتاب الامامہ میں بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت کر آئے ہیں کہ یہ حضرت کوئی کام نہ کرتے تھے جبتک کہ جانب حق تعالےٰ سے کوئی اشارہ نہیں پاتے تھے اور جو اخبار و احادیث کہ دلالت کرتے ہیں اسپر کہ بالخصوص جناب حسنؑ نے اس موقع پر جو کیا عین حکمت و مصلحت تھا کسی کے فارغ صماخ ہو چکے ہوں تو میرا گمان نہیں کہ اسکے لئے اس مقدمہ میں بسط کلام کی ضرورت ہو اور حقیر جامع الاوراق کہتا ہے کہ پیشتر چند کتب سلسلہ ہذا میں گزرا کہ بطرق متعددہ آنحضرت سے وارد ہے کہ ہر ایک امام کو بوقت فوز بدرجہ رفیعہ امامت ایک نامہ سربمہر دیا جاتا ہے تاکہ اس کی مہر توڑ کر جو کچھ اس میں تحریر ہو اس کے موافق عمل پیرا ہوں بموجب اسکے امام حسنؑ نے صلح و بیعت سے جو کچھ کیا بموجب اس صحیفہ کے نوشتے کے کیا فلا یرد علیہ شیٔ۔

بعضے از اخبار و احادیث دیگر در ایں باب

امام حسنؑ کا یہ عمل شیعوں کے لئے دنیا اور ما فیہا سے بہتر تھا

احتجاج طبرسی میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کی تو کچھ لوگ آنحضرت کی خدمت میں داخل ہوئے اور بعض ان سے آپ کو ملامت کرنے لگے حضرت نے فرمایا وائے ہو

تمپر آیا تمکو معلوم نہیں کہ جو کچھ میں نے کیا تمہارے لیے تمام ان اشیاء سے بہتر ہے جن پر آفتاب طلوع و غروب ہوتا ہے تم نہیں جانتے کہ میں تمہارا امام مفترض الطاعۃ اور بنص رسول دو سردار جوانان بہشت سے ایک ہوں۔ خضرؑ نے کشتی میں سوراخ کیا اور گرتی دیوار کو سنبھالا اور لڑکی کو مار ڈالا تو ہر چند موسیٰ بن عمران اس پر معترض ہوئے مگر اللہ تعالےٰ کے نزدیک تینوں کام حکمت و مصلحت سے خالی نہ تھے اور تم آگاہ نہیں کہ ہم سے ایک بھی ایسا نہیں جس کی گردن میں اسکے زمانے کے متغلب کی بیعت نہو سوائے عیسیٰؑ قائم آل محمدؐ کے کہ عیسیٰؑ انکے پس پشت نماز پڑھیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ان کی ولادت کو مخفی اور ان کے جسم کو مستور رکھے گا تاکہ انکی گردن میں کسی کی بیعت نہو وہ اولاد حسینؑ سے نویں پشت میں سیدۃ اماء اللہ کے بطن سے متولد ہونگے حقتعالےٰ مدت ہائے دراز کے بعد انکو چالیس برس یا اس سے کمتر سن و سال میں ظاہر کرے گا تاکہ لوگ جانیں کہ حق تعالےٰ ہر شئے پر توانا اور قادر ہے۔

جواب آنجناب بمعترضین لطرق اہل سنت

تفسیر ثعلبی، مسند موصلی، جامع ترمذی وغیرہ سے نقل ہوا ہے کہ حسن بن علی نے معاویہ سے صلح کی تو لوگوں نے انکو ملامت کی اور یا مذل المومنین و مسود الوجوہ (اے ذلیل کرنیوالے مومنوں کے اور کالا منہ کرنے والے ان کے) سے خطاب کیا حضرتؑ نے فرمایا مجھکو ملامت نہ کرو کیونکہ میرا یہ فعل مصلحت سے خالی نہیں۔ تحقیق کہ رسول اللہ نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ ان کے منبر پر از پے یک دیگر جا کر خطبہ کہہ رہے ہیں حضرتؐ محزون و غمگین ہوئے پس جبرئیل سورۂ انا اعطیناک الکوثر و انا انزلناہ فی لیلۃ القدر لیکر آئے یعنی اللہ تعالےٰ نے اس کے بدلے میں آنحضرتؐ کو حوض کوثر عنایت کیا اور ایک شب قدر کو اپنی نبی کے لئے بنی امیہ کے ہزار مہینے کی حکومت سے بہتر قرار دیا اور سعید بن یسار اور سہل بن سہل سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ اللہ نے خواب میں دیکھا کہ بندر (یعنی بنی امیہ) ان کے منبر پر چڑھتے اترتے ہیں آپ کو یہ برا معلوم ہوا اور غمگین ہوئے حتی کہ تادم آخر کسی نے پھر آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خنداں نہیں دیکھا۔

یہ جعفر بن محمد کی روایت ہے اور مسند موصلی میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خنزیر

منبر پر چڑھتے ہوئے خواب میں دیکھے تھے اور اس سے رنجیدہ ہوئے تھے۔

جواب اُس شخص کا کہ جس نے مذل المومنین سے آپکو خطاب کیا

کشی علیہ الرحمۃ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپنے ارشاد کیا کہ ایک شخص سفیان بن لیلیٰ نام اپنے شتر پر سوار حسن مجتبیٰ کی خدمت داخل ہوا اسوقت آپ صحن خانہ میں دونو ہاتھوں کو زانوؤں پر حلقہ کئے بیٹھے تھے اس نے بیبا کانہ اندر آکر کہا السلام علیک یا مُذل المومنین سلام ہو تم پر اے ذلیل کرنے والے مومنین کے حضرت نے فرمایا اے سفیان جلدی نہ کرو اور سواری سے نیچے آؤ۔ وہ شتر سے اُتر کر حضرت کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ فرمایا تجھے کہاں سے اور کس طرح سے معلوم ہوا کہ میں مذل المومنین ہوں۔ کہا آپ نے قلادہ حکومت کو اپنی گردن سے اُتار کر معاویہ کی گردن میں ڈال دیا کہ وہ احکام خدائی کے خلاف ہمپر حکم کرے۔

بروایت ابو الفرج کہا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تمنے ہماری گردنیں ذلت و خواری سے جھکا دیں کہ اس باغی طاغی پسر آکلۃ الاکباد کے ساتھ بیعت کی باوجودیکہ آپ کے ساتھ ایک لاکھ آدمی لڑنے مرنے کو تیار تھے اور اکثر امت کا آپ پر اتفاق ہو چکا تھا۔ فرمایا اے سفیان ہم اہل بیت پر حقیقت منکشف ہو جاتی ہے تو اس سے متمسک ہوتے ہیں میں نے امیر المومنین سے سنا فرماتے تھے اور رسول اللہ سے روایت کرتے تھے کہ لا تذھب الایام واللیالی حتےٰ تجتمع امر ھذہ الامۃ علی رجل واسع السرم ضخم البلعوم یاکل ولا یشبع لا ینظر اللہ الیہ ولا یموت حتی لا یکون لہ فی السماء عاذر ولا فی الارض ناصر کہ بہت دن اور راتیں نہیں گذریں گے جبکہ اس امت کا کام ایک مرد فراخ مقعد واسع حلقوم پر مجتمع ہوگا۔ جو کھائیگا اور سیر نہ ہوگا حق تعالے ابنظر رحمت اسکی طرف کبھی نہ دیکھے گا وہ نمرے گا جبتک کہ آسمان میں کوئی اسکا عذر قبول کرے زمین پر مددگار رہے پس آپ نے فرمایا وہ یقیناً معاویہ ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کام کا پورا کرنے والا ہے۔ پس از سلطنت فرمایا اے سفیان تیرا کیوں کر آنا ہوا۔ عرض کی قسم اس خدائے بزرگ و برتر کی جسنے محمدؐ کو ہدایت خلق و دین کے ساتھ مبعوث کیا۔ تمہاری محبت مجھکو یہاں آنے کی باعث ہوئی فرمایا بشارت ہو تجھکو ای

سفیان کہ رسولؐ اللہ کا ارشاد ہے۔ میرے اہل بیت اور انکو دوست رکھنے والے حوض کوثر پر اس طرح دو انگلیوں کو ملاکر، ساتھ ساتھ وارد ہوں گے اے سفیان دنیا میں ہر قسم کے نیک پیدا ہوتے ہیں جبتک کہ آلِ محمد سے امام برحق مبعوث نہوں بروایت اول فرمایا اے سفیان قسم خدا کی جو ہمکو دوست رکھے گا ہماری دوستی اسکو نفع پہنچائے گی ہر چند کہ وہ ترک و دیلم کے ہاتھوں میں اسیر ہو اور ہماری محبت کی وجہ سے آدمی سے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے کہ برگ درخت موسم خزاں میں

مزید پیشینگوئی بابت عہد خلافت معاویہ امامت صاحب الامرؑ

احتجاج میں زید بن وہب جہنی سے روایت ہی کہ امام حسن علیہ السلام کے ساباط مداین میں خنجر لگا اور وہ حضرت بستر علالت پر لیٹے تو میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا ابن رسول اللہ اپنے شیعوں کو مانند گلہ بے چوپان حیران و سرگردان چھوڑتے ہو فرمایا قسم خدا کی معاویہ ان لوگوں سے بہتر ہے جو آپ کو شیعہ ظاہر کرتے ہیں انھوں نے مجھکو قتل کرنا چاہا میرے خیمہ پر ٹوٹ پڑے ساز و سامان تمام لوٹ لیا قسم خدا کی معاویہ سے معاہدہ کر کے اپنی اور اپنے اہل بیت کی جان محفوظ کروں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ وہ مجھے قتل کریں اور میرا کنبہ قبیلہ تباہ اور برباد ہو۔ خدا کی قسم میں معاویہ کے ساتھ جنگ کروں تو یہی لوگ جو میری محبت کا دم بھرتے ہیں گردن پکڑ کر اس کے حوالے کریں۔ واللہ کہ میں عزت سے اسکے ساتھ صلح کروں تو اس سے بہت بہتر ہے کہ اسیر ہو کر اس کے آگے جاؤں اس وقت یا تو مجھے قتل کرے یا منت رکھ کر چھوڑ دے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو بنی ہاشم کے لئے عار رہے۔ معاویہ دائماً ہمارے زندوں مُردوں پر احسان جتایا کرے۔

اے برادر جہنی میرے باپ ایکروز مجھے خوش دیکھ کر کہنے لگے اے حسنؑ تو اس وقت مسرور ہے کیا حال ہو گا تیرا اسوقت جبکہ تیرے باپ کو قتل کریں گے اور ولایت و حکومت اس امت کی بنی امیہ کے ہاتھوں میں منتقل ہو جائے گی امیر اُن کا وسیع الحلقوم، فراخ آنتوں والا ہوگا جو کھائیگا اور سیر نہو گا۔ وہ مریگا درحالیکہ آسمان میں کوئی اسکا ناصر خواہ زمین میں عذر پذیر ہوگا وہ مشرق و غرب زمین پر مسلط ہوگا اور بندگان خدا اُس کے مطیع و منقاد اور بادشاہی اسکی دراز ہو گی بدعت و ضلالت پر عمل کرے گا حکم خدا و سنت ہائے رسولؐ خدا اسکے عہد میں معطل

ہو جائیں گے اموال خدا کو اپنے ہواخواہوں میں قسمت کرے گا بندگان خدا اس سے محروم رہیں
گے مومن اس منحوس وقت میں ذلیل، و فاسق و فاجر قوی۔ مال و جائداد کو اپنے معین و مددگاروں
میں دست بدست پھرائے گا۔ بندگان خدا کو اپنا غلام و خدمتگار بنائے گا۔ حق اس کے زمانہ میں
سست۔ باطل زور پکڑے گا۔ صلحاؑ دین پر لعنت کی جائے گی حق پر چلنے والے گرفتار ہو کر قتل کئے جائینگے
اس کے بعد بھی وہی حالت مستمر رہے گی۔ حتیٰ کہ جہالت و بدی حد کو پہنچے گی تو حقتعالےٰ ہم اہل
بیت سے ایک مرد کو مبعوث کرے گا کہ فرشتے اسکی نصرت پر مامور ہونگے اور اسکے مددگار ہر طرح
سے مامون و محفوظ۔ حقتعالیٰ آیات و معجزات سے اسکی اعانت فرمائے گا اور روئے زمین پر غلبہ
بخشے گا حتیٰ کہ تمام خلقت طوعاً و کرہاً دین حق کو اختیار کرے گی وہ زمین کو عدل و انصاف و نور
و برہان سے معمور کرے گا اسکی حکومت عرض و طول عالم میں پھیل جائے گی بحدیکہ ہر ایک کافر اس پر ایمان
لائے گا۔ اور ہر طالح صالح ہو جائے گا۔ درندے اُسکے عہدِ حکومت میں انعام سے صلح کریں گے
زمین اپنی تمام روئیدگیاں اور دفائن نکالدے گی آسمان سے نزول رحمات و برکات ہوگا۔
چالیس سال کامل شرق سے غرب تک حکومت کرے گا۔ پس خوشحال اسکا جو اس زمانہ کا ادراک
کرے اور اسکا کلام سنے۔

امام حسنؑ صلح نکرتے تو روئے زمین پر ایک شیعہ باقی نہ رہتا

علل الشرائع شیخ صدوقؒ میں ہے کہ ابو سعید عقیص نے کہا مینے امام حسنؑ سے کہا یا ابن رسول اللہ
کیوں آپ نے معاویہ ضال اور باغی سے صلح کر لی حالانکہ آپ حق پر تھے وہ باطل پر فرمایا اے ابو
سعید آیا میں اپنے باپ کے بعد حجت خدا اسکی خلق پر نہیں ہوں کہا کیوں نہیں فرمایا کیا رسول خدا
نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں نہیں فرمایا امامان قاما او قعدا دونو امام ہیں جنگ
اعدا کے لئے کھڑے ہوں یا اس سے باز رہیں اور بیٹھ جائیں کہا فی الحقیقتہ ایسا ہی ہے۔ فرمایا
میں ہنگام قیام بھی امام تھا اب جو اس سے بیٹھ رہا تب بھی امام ہوں پھر فرمایا اے ابو سعید
میں نے اسی طرح معاویہ سے صلح کی جیسے کہ رسول اللہ نے بنی ضمرہ و بنی اشجع مکہ والوں سے
بمقام حدیبیہ صلح کی تھی وہ تنزیل قرآن کے کافر تھے معاویہ اور اسکے اصحاب اسکی تاویل کے

کافر ہیں اے ابو سعید میں امام منصوب من اللہ ہوں تو صلح اور جنگ سے جو کچھ عمل میں لاؤں اس میں میری پیروی کرنی چاہیے۔ پھر خضر و خرق سفینہ کی مثال دے کر فرمایا کہ تم بھی اسیطرح میری حکمت پر بوجہ جہالت اعتراض کرتے ہو آگاہ ہو کہ اگر میں یہ صلح نکرتا تو روئے زمین پر ایک شیعہ باقی نرہتا

امام حسنؑ ترک خلافت میں ہارون نبی محمد مصطفیٰؐ و علی مرتضیٰؑ کے مشابہ تھے

احتجاج میں سلیم بن قیس ہلالی سے روایت ہے کہ معاویہ سے صلح ہوئی تو امام حسنؑ نے خطبہ کہا ایہا الناس معاویہ کا گمان ہے کہ میں نے اسکو اہل خلافت جانا اپنے تئیں اسکے لائق اور اہل نہ خیال کیا یہ اس کا دروغ بے فروغ ہے میں خلق خدا کے لیئے ان تمام سے بہتر ہوں بموجب کتاب خدا اور کلام رسولخداؐ کے قسم بخدا کہ اگر یہ لوگ میری اطاعت کرتے اور شرائط نصرت و اعانت بجالاتے تو آسمان سے ہر وقت بارش برستی اور زمین اپنی تمام برکتیں اُگل ڈالتی۔ اور ہرگز معاویہ جیسوں کو اس میں طمع کرنے کا حوصلہ نہوتا بتحقیق کہ رسولخدا نے فرمایا ہے کہ کوئی امت اپنے اوپر اس شخص کو والی امر نہیں بناتی جس سے عالم و داناتر ان کے درمیان دوسرا موجود ہو۔ الا یہ کہ اسکا کام پستی میں گرتا چلا جاتا ہے حتی کہ آخر کار وہ لوگ گوسالہ پرست رہ جاتے ہیں بتحقیق کہ بنی اسرائیل ہارون کو چھوڑکر گوسالہ پر معتکف ہو گئے۔ حالانکہ خوب جانتے تھے کہ وہ حضرت جناب موسیٰ کے وصی جانشین ہیں۔ ایسا ہی یہ امت علی ابن ابیطالب کو چھوڑ بیٹھی گو کہ رسول اللہ سے سن چکی تھی کہ علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارونکو موسیٰؑ سے تھی الا انہ لا نبی بعدی خود رسول اللہ اپنی قوم سے بھاگ کر غار میں جا چھپے تھے ہر چند کہ آپ کا صرف یہ جرم تھا کہ انکو وحدانیت خدا کی طرف دعوت کرتے تھے اگر یاور و انصار پاتے تو ہرگز فرار نہ کرتے مجھے بھی اعوان و انصار ملتے تو کبھی معاویہ سے بیعت نکرتا۔ پس جبکہ حقتعالے نے ہارون کو جبکہ قوم نے اُن کو کمزور کیا اور اُن کے قتل کے درپے ہو گئے وسعت دی، ایسا ہی رسول اللہ کو جو بوجہ قلت انصار و مددگار ہونے کے غار کو فرار کیا وسعت دی اور ایسا ہی میرے اور میرے باپ علی مرتضیٰ کے لیئے خدا کی طرف سے کوئی مضائقہ اور تنگی نہیں کیونکہ اس امت نے ہمکو چھوڑکر اور ونکی متابعت کی اور ہمکو ان کے مقابلہ کے لیئے اعوان و انصار نہ ملے۔ یہ سنتیں اور مثالیں

ہیں کہ ایک دوسرے کی متابعت کرتی ہیں۔ لوگو! اگر مشرق اور مغرب کے درمیان تلاش کروگے تو میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے سوا اولاد نبی سے کسی کو نہ پاؤگے۔

لوگ مصلحت الٰہی کے خلاف صلح کے وقت قتال کے اور جنگ کے وقت ترک قتال کے خواہاں تھے

کافی میں محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ ابو جعفر محمد باقرؑ نے ان سے فرمایا قسم خدا کی جو کچھ امام حسنؑ نے کیا۔ یعنی معاویہ سے صلح کی اس امت کیلئے ان تمام اشیاء سے بہتر تھا جن پر آفتاب طلوع ہوتا ہے قسم خدا کی یہ آیہ شریفہ اُن کے اور اُن کے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی ہے الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم واقیموا الصلواۃ واتوا الزکواۃ آیا تو نہیں دیکھتا ان لوگوں کی طرف جن کو کہا گیا اپنے ہاتھوں کو (قتال) سے بند رکھو اور نماز کو برپا رکھو اور زکواۃ ادا کیا کرو۔ ان پر طاعت امام میں ترکِ قتال واجب تھی لیکن انھوں نے اسکے برخلاف جنگ وجہاد طلب کیا حتی کہ آنحضرت پر ترک قتال کا الزام لگایا اور جب امام حسینؑ کے ساتھ قتال اعدا پر مامور ہوئے تو برعکس اس کے کہنے لگے ربنا لم کتبت علینا القتال ولو لا اخرتنا الی اجل قریب اے پروردگار ہمارے تونے کیوں ہم پر قتال وجدال واجب کیا کس لئے اسکو قریب زمانہ تک تاخیر میں نہ ڈالا نجیب دعوتک ونتبع الرسل اسوقت ہم تیری دعوت قبول کرتے اور تیرے پیغامبروں کی پیروی کرتے امام نے فرمایا وہ جنگ میں ظہور آل محمد تک کی تاخیر چاہتے تھے مجلسی علیہ الرحمۃ بحار میں نقل روایت کے بعد فرماتے ہیں کہ آخر حصہ آیت مذکورہ کا نجب دعوتک ونتبع الرسل قرآن شریف میں آیہ سابقہ کے ساتھ نہیں بلکہ سورۂ نساء کی آیت سے اور بعد کا سورۂ ابراہیم کی امام نے چونکہ دونوں میں اس طائفہ تارک قتال کا حال بیان کرنا مقصود تھا آخر میں اسکو وصل کردیا یا پچھلے آیہ کا ذکر تفسیر آیہ سابق کے لئے فرمایا ہے۔ مدعا یہ کہ امت ہمیشہ حکم الٰہی ومصلحت ایزدی کے خلاف اصرار واستبداد رکھتی تھی جنگ مقصود ہوتا تو مہلت مانگتے اور ظہور صاحب الامر تک اسکی میعاد مقرر کرتی۔ ترک قتال کے موقع پر جنگ وجہاد پر استبداد کرتی اور یہ دونو ان کی متضاد خواہشیں دو فرزند رسول ودو ریحانہ علیؑ وبتولؑ کے زمانہائے امامت میں بخوبی آشکار

ہوگئیں۔ امام حسن نے دیکھا کہ یہ لوگ معاویہ سے بھاری بھاری رشوتیں لیکر یا تو کھلم کھلا اس سے جا ملے یا دلوں میں نفاق پنہاں رکھ کر انتظار کھینچ رہے ہیں کہ موقع پر مجھے پکڑ لیں اور اس لعین کے حوالے کردیں تو حفاظت نفس و آبرو کے لحاظ سے اور اسلئے کہ جو چند مخلص احباب ظاہر و باطن کے جان نثار و وفا شعار ہیں شامیان شوم کے دست جفا سے قتل ہو کر ان کی نسل منقطع نہ ہو جائے اس مردود کے ساتھ صلح کرلی تو اسپر انھوں نے اعتراض کیا کہ لشکر ہائے آراستہ کے باوجود کیوں صلح کی اور یہاں تک بڑھے کہ خیمہ اقدس پر چڑھ گئے اور اساس البیت اسکا لوٹ لیا۔ عورات کے زیورات نکال لئے خود آنحضرت پر ضربتیں لگائیں۔ برخلاف اسکے سبط اصغر ابو عبداللہ الحسین نے یزید فاسق بدکار کی بیعت کو عیب و عار برخلاف شرع رسول مختار جانکر اس سے امتناع و انکار کیا اور بعزم بالجزم جان دینے کا ارادہ کرلیا تو جتنے اشخاص نے آپکے ساتھ ہو کر میدان کربلا میں داد جہاد دی انکی تعداد کسی پر پوشیدہ نہیں غرض صلح و سلوک ہیں ان سے مفر و گزر تھا نہ جنگ و جہاد میں یہ لوگ ساتھ دیتے تھے دونو شہزادوں سے دونو صفت جمالی و جلالی ظاہر ہوئیں مگر امت نے نہ جلالی ہیں حسین کا ساتھ دیا نہ صفت جمالی کو ٹھنڈے دل سے قبول کیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

کلام امام محمد باقرؑ در صحت عمل امام حسن علیہ السلام و شکایت قوم غدار

علل الشرائع میں سدیر سے نقل ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ دریافت کرنا چاہتا تھا حضرت نے سبقت کرکے فرمایا کہ اے سدیر ذرا ٹھیرو میں تمہارے سوال کا جو کرنا چاہتے ہو جواب دیتا ہوں تحقیق کہ جملہ علوم رسول اللہؐ آنحضرتؐ کے بعد امیر المومنین کے پاس آئے جسنے آنحضرتؑ کو پہچانا مومن ہوا جس نے انکار کیا کافر ہوگیا آنحضرتؑ کے بعد امام خلائق امام حسنؑ ہوئے سدیر نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ انھوں نے معاویہ سے بیعت کرکے اسکو خلافت دیدی۔ فرمایا خاموش رہ اے سدیر جو کچھ آنحضرت نے کیا خوب کیا ایسا نکرتے تو عظیم مصیبت کا سامنا تھا۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں روایت کی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے اپنے اصحاب سے ایک سے کہا

کہ اے فلاں قریش نے ہم پر بہت ظلم کئے اور باہم متفق ہو کر ہم پر نرغہ کیا نیز انھوں نے ہمارے دوستوں اور شیعوں کو بیحد ایذائیں دیں گو رسول اللہ نے اپنی زندگی میں بار بار فرمایا تھا کہ ہم خلقت کے لئے اولائے ناس ہیں مگر اُنھوں نے جمع ہو کر حکومت و خلافت کو اسکے بعد آپ سے نکالا اور انصار پر حجت کی کہ ہم رسول اللہ کے پیرو ہیں اور حکومت اسلام اپنے درمیان متداول کرتے رہے حتیٰ کہ چوتھے درجہ پر ہماری طرف رجوع ہوئے تو اُنھوں نے نکث بیعت کیا اور ہم سے لڑنے کھڑے ہو گئے اور صاحب امر امیر المومنینؑ کو ذرا آرام نہ لینے دیا حتیٰ کہ عین نماز میں ضربت کھا کر آنحضرت نے شہادت پائی پھر امام حسنؑ سے بیعت ہوئی اور وفائے عہد کا اقرار کیا گیا تو اہل عراق نے آنحضرت کے ساتھ غدر کیا ان کا خیمہ لوٹ لیا اُن کے پہلو میں خنجر مارا انکی ازواج کی خلخالیں پاؤں سے نکال لیں لاچار آپنے معاویہ سے صلح کر کے ان نامردوں سے اپنی اور اپنے لواحق کی جانیں بچائیں اُس کے بعد بیس ہزار کوفیوں نے امام حسینؑ سے بیعت کی لیکن اس سے پھر گئے اور آنحضرت پر خروج کیا باوجودیکہ آپ کی بیعت اُنکی گردنوں میں تھی۔ حتیٰ کہ ان کو قتل کیا اسکے بعد ہم اہل بیت برابر ذلیل و خوار انواع آلام و مصائب میں گرفتار رہے ہماری اور ہمارے شیعوں کی جانیں محفوظ نہ تھیں پیوستہ مبتلا رخوف و خشیت رہتے قتل کیئے جاتے۔ دشمن دروغگو اپنی دشمنی دروغگوئی کو ذریعہ تقرب حکام جور بناتے ہر شہر و قریہ میں قاضیوں عاملوں تک پہنچتے اور احادیث موضوعہ اُن کے آگے پیش کرتے اور ہماری طرف سے وہ باتیں نقل کرتے جس کو ہم نے کبھی روایت نہیں کیا اور ان افعال کی ہم پر تہمت لگاتے جو ہرگز عمل میں نہیں لائے۔ تاکہ لوگ ہمارے دشمن ہو جائیں۔

امام حسن کی وفات کے بعد معاویہ نے زیادہ زور دیا۔ ہر مقام پر ہمارے دوست ہوا خواہ قتل ہوتے اُن کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ لئے جاتے۔ جس کی نسبت کہا جاتا کہ ہمارا محب اور ہم پر منقطع ہے اسکو قید کرتے۔ مال و اسباب لوٹ لیتے۔ گھر منہدم کر ڈالتے عبید اللہ بن زیاد قاتل حسینؑ کے زمانہ تک یہ بلا بڑھتی گئی۔ اسکے بعد حجاج اُنپر مسلط ہوا اُس نے اور زیادہ آفت برپا کی ادنیٰ مظنہ و تہمت پر پکڑتا قتل کرتا۔ حتیٰ کہ جس شخص کی نسبت زندیق کا ذکر کیتے اس سے اچھا تھا کہ شیعہ و دوست علی کہا جائے تا آنکہ یہاں تک

نوبت پہنچی کہ جن لوگوں کا بھلائی سے ذکر کیا جانا اور ممکن تھا کہ واقع میں پرہیزگار راست گزار ہوں یہی وہ عجیب و غریب حدیثیں گزشتہ سلاطین جور کی مدح و منقبت میں روایت کرنے لگے ہرچند کہ وہ حدیثیں قطعی جعلی تھیں مگر یہ لوگ بہت سی ایسی زبانوں سے انکو سنتے جو معروف بکذب نتھے بلکہ پرہیزگار گنے جاتے تھے لاجرم ان کی حقیت کا اذعان کر لیتے اور بے کھٹکے ان کی روایت کرتے اس لئے جھوٹی حدیثوں کی گرم بازاری ہو گئی فوا اسفاہ

مکالمات و محاجات آنحضرت با اعداء دین معاویہ و عمرو عاص واشباہہما علیہم اللہ تعالٰی

ملا سعد الدین تفتازانی کتاب مطول کی بحث استعارہ میں نقل کرتے ہیں کہ معاویہ بیمار تھا حسن مجتبیٰ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ آپ کو دور سے آتے دیکھ کر باوجود شدت مرض و ضعف و نقاہت اٹھ بیٹھا اور یہ شعر پڑھنے لگا ؎

وتجلدی للشامتین اریھم — انی لریب الدھر لا اتضعضع

یعنی میں اپنی شماتت کرنے والوں کو اپنی جلادت اور بہادری اسلئے دکھلاتا ہوں کہ جان لیں کہ حوادث و مصائب زمانہ مجھکو متاثر نہیں کر سکتے اس اثنا میں حضرت قریب پہنچ گئے اور بگوش خود اسکی زبان سے اسکو سماعت فرمایا تو بلا تردد و تامل یہ دوسرا شعر اسی قصیدہ کا قرات فرمایا ؎

واذا المنیہ انشبت اظفارھا — الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

جب موت اپنے ناخن کسی کے جسم میں گاڑ دیتی ہے تو تو دیکھتا ہے کہ کوئی تمیمہ (تعویذ یا مہرہ کہ رفع نظر بد کے لیے باندھتے ہیں) نفع نہیں دیتا۔ مولف

سالہا سال فکر و غور کریں تب بھی بیت مذکورۂ بالا کے مقابلہ میں اس جواب سے بہتر نہیں ہو سکتا خاصکر جبکہ جوابی شعر اسی قصیدہ کا ہو۔ الحق یہ جواب آنحضرت کا قریب باعجاز پہنچا تھا

جلادت جنان و طلاقت لسان آنجناب در زمرۂ اعداء و ذوی الاذناب

اسلہ احتجاج طبرسی میں شعبی و ابو مخنف لوط بن یحییٰ و یزید بن ابی حبیب مصری سے روایت کی ہے کہ

یہ روایت قدرے اختصار کے ساتھ کتاب ثمرۃ الاوراق مصنفہ تقی الدین بن ابی بکر المعروف بابن حجۃ الحموی الحنفی میں

کہ اُنھوں نے کہا کہ اسلام میں کوئی مناظرے و مشاجرے کا دن اس روز سے بڑھ کر ہمارے
دیکھنے میں نہیں آیا جبکہ معاویہ کے پاس عمرؔ عاص - عمر بن عثمان - عتبہ بن ابی سفیان و ولید
بن عتبہ بن ابی معیط و مغیرہ بن شعبہ جمع ہوئے اور عمرؔ عاص نے اس سے کہا اسوقت حسن ابن
علی کو بلوانا چاہئے کہ وہ اپنے باپ کے بعد مطاع خلائق بنے ہوئے ہیں - لوگ آپکے احکام کی
تعمیل اور اقوال کی تصدیق کرتے ہیں اسلئے ان کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا ہے غرض یہ شرار
سر شان آنحضرت پر یکدل و یکزبان ہو کر کہنے لگے کہ آج آنحضرت کو (معاذ اللہ) ذلیل
و خوار کرینگے ، ان کے باپ کی مذمت کریں گے اور انکی قدر دلوں سے گھٹائیں گے اور اس
میں مشغول رہیں گے جبتک کہ تیری تصدیق نہ کرا لیں - معاویہ نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ حسن
تمہاری گردنوں میں ایسے قلادے نہ ڈالدیں کہ اُن کے عیب و عار مرتے دم تک تمہارا پیچھا
نہ چھوڑیں - قسم خدا کی میں انکو دیکھتا ہوں تو انکا رعب مجھ پر چھا جاتا ہے اور کوئی کلمہ ان کے
خلاف شان منہ سے نکلنے نہیں پاتا اس وقت بھی میرے سامنے تمہاری گفتگو ہوگی تو رعایت
انصاف کے سوا مجھکو کوئی چارہ نہ ہو گا - عمرؔ عاص نے کہا اے امیر کیا تمکو خوف ہے کہ اُن کا باطل
ہمارے حق پر غالب آئے یا ان کا مرض ہماری صحت کو دبالے کہا نہیں عمرو نے کہا تو پھر کسی کو
بھیجکر کیوں انکو بلوا نہیں لیتے - عتبہ اسکے بھائی نے کہا قسم خدا کی میں خوب جانتا ہوں کہ حسنؑ
اس خاندان سے ہیں جو معروف بہ خصومت و جدال ہے میں تو اس رائے سے موافقت
نہیں کرتا اسکے برخلاف ہوں مگر معاویہ نے عمرؔ عاص کے اصرار پر آدمی بھیج ہی دیا - پیامبر نے
معاویہ کا پیام طلب پہنچایا تو آپنے پوچھا کون کون اسکے پاس ہیں کہا فلاں و فلاں فرمایا
اس طلبی سے انکا کیا مدعا ہو سکتا ہے قاتلہم اللہ وخر علیہم السقف واتاہم العذاب من
حیث لا یشعرون خدا ان کو ہلاک کرے اور سقف خانہ کو اُن کے اوپر گرادے اور ایک
دم سے عذاب خدا انپر نازل ہو جس کا انکو شعور بھی نہو - یہ کہکر کنیز کو حکم دیا کہ پارچہ ہائے
پوشیدنی حاضر کرے اور دست دعا بجانب درگاہ کبریا بلند کرکے فرمایا اللھم انی ادرأبک
فی نحورھم واعوذبک من شرورھم واستعین بک علیھم فاکفنیھم ماشئت وانی شئت
من حولک وقوتک یا ارحم الراحمین خداوندا میں تیری مدد سے ان کے سینوں میں

مانتا اور انکی بدیوں کو اپنے سے دور کرتا اور ان کی شرارتوں سے تیری طرف پناہ گزین ہوتا ہوں اور ان پر غلبہ پانے کے لئے تجھ سے امداد کا خواستگار ہوں۔ پس کافی ہو تو ان کو مجھ سے جس شے سے کہ چاہے اور جہاں چاہے اپنی حول اور قوت سے اے زیادہ رحم کرنے والے رحم کرنے والوں کے اور پیامبر سے فرمایا یہ کلمات فرج و کشائش ہیں انہیں یاد کرے ؛

گفتگوئے آنجناب با معاویہ غاویہ

معاویہ کے پاس پہنچے تو اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور سلام کر کے مصافحہ کو ہاتھ بڑھائے پھر بولا ان لوگوں نے میری مرضی کے بغیر تجھکو بلوایا ہے یہ تقریر کریں گے کہ عثمان مظلوم قتل ہوا۔ اور تمہارے باپ علی ابن ابیطالب نے اسکو شہید کرایا تم ان کا کلام سنکر شافی جواب دو اور اصلاً میرا پاس و لحاظ نکرو۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ تیرا امکان اور تیرا اختیار ہے جسے چاہے بولنے بات کرنے کی اجازت دے جسے چاہے نہ دے قسم خدا کی اگر یہ لوگ تیری رضامندی سے بیہودہ بکیں گے تو تو خود فحش و بدکلامی کا شائق ہے ورنہ تیرے ضعف و عجز پر ہزار افسوس مجھکو پہلے سے ان کی غرض و غایت معلوم ہوتی تو اپنی کی تعداد میں بنی ہاشم اپنے ساتھ لیتا آتا۔ اب انشاء اللہ مجھ تنہا کی انکے اوپر وہ ہیبت ہوگی۔ جو اس جماعت کی میرے اوپر ہو گی۔ تحقیق کہ حقتعالے اس وقت اور آج کے بعد یکساں میرا ولی اور مہربان ہے۔ ہاں جو کچھ ان کو کہنا ہو کہیں، ہیں سنوں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ

عمر بن عثمان کی بیہودگی

سب سے پہلے عمر بن عثمان نے کہا ابا دن میرے دیکھنے میں کیا سننے میں بھی نہ آیا تھا کہ بنی عبدالمطلب خلیفہ عثمان بن عفان اپنے ہمشیرہ زادے کے قتل کے بعد جو اسلام میں صاحب فخر و فضیلت تھا اور رسول اللہ ؐ کے نزدیک قرب و منزلت رکھتا تھا۔ روئے زمین پر باقی رہیں گے کیا کرامت خدا کا یہ ہی مقتضی تھا کہ بروئے حسد و عداوت اور فتنہ

انگیزی کے لئے اور اس امر کی طلب میں جس کی وہ اہلیت نہیں رکھتے باوصف ان سوابق و منازل و مراتب کے جو خدا و رسولؐ کے نزدیک اس کو حاصل تھے وہ یوں بیدھڑک قتل کر دیا جائے۔ ہائے افسوس۔ حسن مع دیگر اولاد عبدالمطلب قاتلان عثمان کے زندہ و سلامت رہیں مناکب زمین پر چلیں اور پھریں اور عثمان اپنے خون میں غلطاں ہو کر جاں بحق ہو جائے اسکے سوائے ہاشمیو بنی امیہ کے تمہارے ذمہ انیس خون اور ہیں جبرو زبردستی تمہارے ہاتھ سے مارے گئے

عمرو عاص کی بکواس

اس نے حمد خدا کے بعد کہا اے پسر ابو تراب ہمنے اس لئے تمکو یہاں بلوایا ہے کہ تقریر کریں کہ تمہارے باپ نے ابوبکر کو زہر دیا، عمر فاروق کے قتل میں شریک ہوئے، عثمان کو بکمال مظلومیت مروا ڈالا۔ بعلاوہ ازاں جس امر کے وہ مستحق تھے اسکا دعوے کر کے آہیں ملوث ہوئے پھر فتنہ و فساد ہائے دوران خلافت امیرالمومنین علیہ السلام کا ذکر کر کے انکی بابت عیب نکالے۔ بعد ازاں کہا اے اولاد عبدالمطلب خدا تمکو حکومت و بادشاہی ندے تاکہ تم مرتکب ممنوعات و محرمات ہو اور اے حسن تم نے خیال خام پکایا تھا کہ امیرالمومنین بن جاؤ گے۔ حالانکہ تمکو اس کے لائق فہم و فراست نہیں۔ اور جو تھی بھی وہ بھی سلب ہوگئی اور تم قریش میں احمق و بے شعور گنے جاتے ہو یہ تمہاری اور تمہارے باپ کی بداعمالیوں کی سزا ہے ہمنے تمکو یہاں محض اس غرض سے طلب کیا ہے کہ تمہاری اور تمہارے باپ کی مذمت کریں اور تم ہماری عیب جوئی اور ہماری تکذیب نہیں کر سکتے ہو۔ اگر تمہارے نزدیک ہمنے جھوٹ کہا، تہمت لگائی اور خلاف واقع باتیں بنائیں ہیں تو اٹھو اور اسکی تردید کرو۔ ورنہ جان لو کہ تم اور تمہارے باپ بدترین خلائق ہو۔ باپ کی تو خدا نے ہم سے کفایت کی۔ تم ہمارے ہاتھوں میں اور ہمارے اختیار میں ہو قسم خدا کی تمہیں قتل کریں گے تو خدا کے نزدیک ہم ہرگز گنہگار نہوں گے:

عتبہ بن ابی سفیان کی ہرزہ درائی

پس عتبہ اٹھا اس نے پہلی بات جو کہی یہ تھی کہ اے حسن تمہارے باپ قریش میں بدترین قریش سمجھے جاتے تھے انھوں نے قطع رحم کیا ان کو قتل کرتے رہے۔ وہی عثمان کے بھی قاتل ہیں اس کا قصاص بموجب کتاب خدا تم سے لینا چاہئے ہم البتہ تمکو اس جرم میں قتل کریں گے۔ تمہارے باپ کو تنہا خدا نے قتل کیا اس سبحانہ نے ہم سے

یہ مہم کفایت کی۔ لیکن تمہارا خلافت کی آرزو کرنا سو ہرگز تم اسکے اہل اور لایق نہیں ہو۔

ولید بن عقبہ بن ابی معیط کی ژاژخائی

پس ولید فاسق اُٹھا اور اپنے یاران طریقت کی طرح کی باتیں کیں بولا اے بنی ہاشم تمنے سب سے پہلے عثمان کے حق میں موشگ دوانی کی اسکی عیب جوئی کرتے اور لوگونکو اسپر اکساتے رہے حتی کہ اسکو قتل کرایا۔ اس سے تمنے اس امت کو ہلاک کیا اور صرف ملک و بادشاہی کی ہوس اور دنیائے دنی کی طلب و محبت میں ہمیشہ ہمیشہ کو قطع رحم کے مرتکب ہوئے کیونکہ عثمان تمہارا خال اور اچھا خال اور تمہارا داماد اور اچھا داماد تھا مگر تمنے اول سے اسپر حسد کرنا شروع کیا اور برابر طعن کرتے رہے حتی کہ تمہارے ہاتھوں سے مظلوم مارا گیا۔ پس دیکھ لیا تمنے کہ خدا نے اس کے صلے میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔

مغیرہ بن شعبہ کا ہذیان

یہ اعور ملعون پرلے سرے کا دشمن خدا و رسول تھا اسکا تمام کلام مذمت امیرالمومنین علیہ السلام سے لبریز تھا اس نے کہا اے حسن عثمان مظلوم مارا گیا تمہارے باپنے نہ تو بے لاگ بری الذمہ لوگوں کی طرح اس واقعہ میں معذرت کی اور نہ گناہ کرنے والوں کی مانند عذرخواہ ہوئے۔ ان کا قاتلان عثمان کو پناہ دیکر اپنے جرگہ میں شامل رکھنا اور ان کی حفظ و حمایت میں لگے رہنا اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ آپکی اس حرکت پر رضامند تھے قسم خدا کی انکی تلوار لمبی اور زبان دراز تھی۔ رندوں کو قتل کرتے اور مردوں میں عیب لگاتے تھے۔ بنی امیہ بنی ہاشم کے حق میں اس سے بہتر ہیں جسقدر کہ بنی ہاشم ان کے حق میں ہیں اور اے حسنؑ معاویہ تمہارے لئے اس سے خوشتر ہے جتنے کہ تم اسکے واسطے ہو۔ تمہارے باپ رسول اللہ کی حیات میں اُن کے معاند رہے اور اُن کے مار ڈالنے کے منصوبہ سوچتے رہے تا انیکہ وہ حضرت اس سے آگاہ ہو گئے تھے اس کے بعد انھوں نے ابوبکر کی بیعت سے کراہت کی یہاں تک کہ اسکو زہر دلوادیا۔ پھر عمر سے ان کی نزاع و تکرار رہی چاہتے تھے کہ تلوار سے اسکا گلا کاٹ ڈالیں یہ نہو سکا تو سازش کر کے اسکو مروادیا۔ بعد ازاں عثمان میں عیب نکالتے رہے تا انیکہ اسکو قتل کرا کر چھوڑا پس علی ان سب کے خون میں شریک ہیں ان کا خدا کے نزدیک کوئی مرتبہ نہیں۔ خدا نے اپنی کتاب منزل میں اولیاء مقتول کے لئے سلطان و غلبہ مقرر کیا ہے۔ معاویہ عثمان کے خون ناحق کا ولی و خونخواہ

اگر ہم اسکے خون کے بدلے تمکو اور تمہارے بھائی حسینؑ کو قتل کریں تو یہ حق و صدق ہے۔ بتحقیق کہ علیؑ کا اس کے مقابلہ میں قتل ہو جانا کسی حساب میں نہیں اے اولاد عبدالمطلب خدا تمہارے لیے نبوت اور بادشاہی کو کبھی جمع نہ کرے گا ؛

خطبہ امام حسن مجتبیٰ بجواب فرقہ گمراہ

یہ گروہ اشرار اپنی اپنی بولیاں بول چکا تو ابو محمد حسن بن علی الناصح اُٹھے اور حمد و ثنار الٰہی و درود بر رسالت پناہی صلے اللہ علیہ وآلہ کے بعد فرمایا ایہا الناس میری بات سنو اور اپنا فہم و فراست ذرا مجھکو عاریت دو۔ اے معاویہ میں پہلے تجھی سے ابتدا کرتا ہوں قسم خدا کی اے ازرق (لعین) ان لوگوں نے جو مجھے بدی سے یاد کیا اور جتنی سبّ و شتم کی یہ اُنھوں نے نہیں کیا تو نے براہ بغی و عداوت و کجی عقل و زیادتی حسد اور رسول اللہ کے ساتھ اپنے قدیم بغض و کینہ کے سبب سے ہمکو بُرا کہا اور سب و شتم کیا۔ اسوقت یہ لوگ مسجد رسول میں ہوتے اور جماعت مہاجرین ہمارے گرد و پیش ہوتے۔ تو جو کلمات اُنھوں نے تیرے سامنے اور تیری پشت گرمی سے زبان سے نکالے کبھی نہ نکال سکتے۔ پھر فرمایا لوگوں! جو بات میں کہوں حق ہو تو اُسے مانو باطل ہو تو رد کرو۔ میں معاویہ کے خصائل زبون سے بہت تھوڑا ایسا بیان کروں گا۔ تمکو خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ یہ شخص جس کی تم سب نے مذمت کی آیا دو قبلوں کا نماز گذار رہا ہے۔ جبکہ اے معاویہ تو کفر و ضلالت میں پھنسا لات و عزیٰ کی پرستش کر رہا تھا اور آیا اُنھوں نے دو بیعت (بیعتِ رضواں و بیعت بروز فتح مکہ) نہیں کی جبکہ معاویہ پہلی کے وقت کافر تھا دوسری کا ناکث ہوا۔ وہ روز بدر تمسے ملاقی ہوئے جبکہ علم رسول اللہ آپ کے ہاتھ میں تھا اور تو اے معاویہ علم مشرکین کے سایہ میں تھا اور خدا و رسولؐ کے ساتھ جنگ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ بعد ازاں بروز احد ان کو دیکھا حالانکہ تو نشان کفر کے تلے تھا اور وہ حضرت حامل لوائے اسلام تھے۔ علیٰ ہذا روز احزاب تمہارے باہم ملاقات ہوئی تو تو حامی کفر و شرک وہ علمدار مسلمین تھے ان تمام مواقع میں حق تعالےٰ نے انکی نصرت فرمائی اور ان کا دعوے پایہ ثبوت کو پہنچایا اور رسول اللہ نے ان کی جد و جہد کی داد دی اور ان سے راضی اور خوشنود ہوئے پھر تمکو قسم دے کر پوچھتا ہوں آیا جانتے ہو کہ رسول اللہ نے بنی قریظہ و بنی نظیر کا محاصرہ کیا اس کے بعد ایک اور غزوہ پیش آیا یعنی غزوہ خیبر جس میں عمر ... کو علم لشکر دیکر بھیجا علم انصار سعد بن معاذ کے ہاتھ میں تھا سعد مجروح اور زخمی ہو کر لائے گئے مگر عمر کیا

دہشت غالب آئی اور بغیر جنگ کئے انھوں نے فرار کیا راستہ میں لشکر کو جبن و بزدلی کا الزام دیتے آتے تھے اور لشکر یہ الزام ان کو دیتا تھا اس وقت رسول اللہ نے فرمایا لاعطین الرایتہ غدا رجلاً یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ کرار غیر فرار لایرجع حتی یفتح اللہ علے یدیہ ہر آئینہ کل میں علم اس مرد کو دونگا جو اللہ اور رسول کو دوست رکھے اور اللہ ورسول اسے دوست رکھیں کرار (حملہ آور) ہوگا بھاگنے والا نہو گا۔ واپس نہو گا جبتک اللہ تعالے اس لڑائی کو اس کے ہاتھوں پر فتح نہ کرے گا۔ ابوبکر و عمر اور دیگر مہاجرین و انصار نے اپنے تئیں از روئے علمداری کے پیش کیا۔ کیونکہ علیؑ کی آنکھیں اسوقت شدت سے دکھتی تھیں مگر رسول اللہ نے اُنہی کو بلایا اور لعاب دہن مبارک اپنا اُنکی آنکھوں میں لگایا۔ ببرکت اسکے مرض آشوب چشم سے شفا پائے پس علم لشکر ان کو دیا وہ گئے اور بفضل خدا سے اس غزوہ کو فتح کرکے واپس آئے تو اس وقت اے معاویہ مکہ میں دشمن خدا و رسول تھا پس ایک دشمن خدا و رسول انکی برابر کیونکر ہو سکتا ہے جو ہر موقعہ پر خدمات خالص اسلام کی پیش کرے۔ پھر میں خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ تو جو مسلمان ہوا تو دل سے نہیں ہوا۔ تیری زبان نے اسکے خلاف تکلم کیا جو تیرے دل میں تھا۔ تمہارے جماعت حاضرین تمکو حلف دے کر پوچھتا ہوں راست کہنا آیا تم جانتے ہو کہ رسولخدا جنگ تبوک کو چلے تو بغیر کسی کراہت و ناخوشی کے علیؑ کو مدینہ میں اپنا جانشین کیا۔ مگر منافق اس میں کلام کرنے لگے حضرت نے عرض کی یا رسول اللہ میں کسی غزوہ میں حضور سے جدا نہیں ہوا اس میں کیوں مجھے چھوڑے جاتے ہیں۔ فرمایا اے علیؑ تم میرے وصی اور خلیفہ میرے اہل بیتؑ ہو وانت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ تمکو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ ایہا الناس جس نے مجھے محبت کی اُس نے خدا سے محبت کی اور جسنے علیؑ کے ساتھ محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی۔ علیٰ ہذا میری اطاعت بعینہ خدا کی اطاعت ہے اور علیؑ کی اطاعت بالکل میری اطاعت ہے۔

اور آیا تمکو معلوم ہے کہ آنحضرت نے حجت الوداع میں کہا لوگوں میں تمہارے درمیان دو شئے عظیم چھوڑتا ہوں وہ کتاب خدا اور میرے اہل بیتؑ ہیں پس حلال خدا کو حلال جانو اور اسکے حرام کو حرام محکمات قرآن پر عمل کرو اس کی متشابہ پر ایمان رکھو اور کہو جو کچھ کتاب اللہ میں نازل ہوا ہم اسکے اوپر اعتقاد و ایمان رکھتے ہیں اور میری عترت اور میرے اہل بیت سے محبت کرو اُن کے دوست کے دوست رہو، دشمن کے دشمن اور جان لو کہ یہ دو تو تمہارے درمیان رہیں گی تا اینکہ روز قیامت حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔ پس از اں علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ خداوندا دوست رکھ اسکو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمنی کر اُس سے جو علیؑ سے دشمنی کرے۔

خداوندا علیؑ کے دشمن کو زمین پر پھرنے اور آسمان پر صعود کرنے کی مہلت ندے اور درک اسفل جہنم میں پہنچادے
اے جماعت حاضرین میں پوچھتا ہوں کیا رسول اللہ نے نہیں فرمایا اے علیؑ تم میرے حوض سے لوگوں کو اس طرح
دور کرو گے جیسے کہ اپنے اونٹوں کے درمیان سے شتران اجنبی کو دور کرتے ہیں اور کیا تم نہیں جانتے کہ علیؑ مرض
الموت رسولؐ اللہ میں آنحضرت کی خدمت میں آئے تو آپ انکو دیکھکر رونے لگے علیؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ
اس گریہ کا کیا سبب ہو - فرمایا اسکا سبب یہ ہے کہ تمہاری طرف سے اس امت کے دلوں میں کینے بھرے ہوئے
ہیں جبکو وہ میرے بعد ظاہر کریں گے

پھر فرمایا انشدکم باللہ آیا تم نہیں جانتے کہ رسولؐ اللہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنی اہل بیت
کو جمع کرکے فرمایا اللھم ھولآء اھل بیتی وعترتی اللھم وال من والاھم وانصرھم علی من عاداھم خداوندا یہ میرے
اہل بیت و عترت ہیں دوست رکھ اسکو جو انکو دوست رکھے اور نصرت کر انکی ان کے دشمنوں پر نیز آنحضرتؐ نے فرمایا میرے
اہل بیت کی مثال سفینہ نوح کی مانند ہے جو اس میں داخل ہوا نجات پائی جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا نیز تم سے
خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ کے زمانہ حیات میں اُن کے صحابہ نے امیر لقب و لایت یعنی مولیٰ کہکر سلام
نہیں کیا - اور کیا تم جانتے نہیں کہ اصحاب رسولؐ اللہ میں سب سے پہلے علیؑ ہیں جنہوں نے خواہشات نفسانی کو اپنے اوپر
حرام کیا تو حق تعالےٰ نے اپنے رسولؐ پر یہ آیہ نازل کی یاایھا الذین اٰمنوا لاتحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا
تعتدوا ان اللہ لایحب المعتدین اے ایمان والو وہ پاکیزہ چیزیں جو اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اپنے اوپر
حرام نہ کرو اور تھے وہ حضرت کہ ان کے پاس علم منایا و قضایا تھا اور صاحب خطاب فاصل و علم راسخ کے اور نزول قرآن
سے جس طرح وہ واقف تھے دوسرا نہ تھا اور وہ ان دس اشخاص سے تھے جن کے مومن ہونیکی اللہ نے خبر دی تھی حال آنکہ
تم بھی قریباً اس تعداد میں ہو جو رسول خداؐ کے زبان پر ملعون ہو چکے ہو پس شہادت دیتا ہوں کہ تم ملعونان
خدا ہو اس کے نبی کی زبان سے اور آیا تمکو معلوم ہے کہ اے معاویہ رسولؐ اللہ نے تمکو بلوایا تاکہ بنی حزیمہ کو خط
لکھوائیں جبکہ خالد ولید نے اُن کو ستایا اور ایذا دی تھی پیامبر نے واپس آکر جواب دیا کہ کھانا کھاتا ہے حتی کہ تین مرتبہ
تیرے پاس آدمی گیا اور یہی جواب لایا ہو یا کل اسوقت آپ نے فرمایا اللھم لاتشبع بطنہ خداوندا اس کو شکم سیر
نہ کرنا قسم خدا کی تیرا پیٹ قیامت تک کبھی نہ بھرے گا - پھر فرمایا انشدکم باللہ تمکو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں
آیا تم جانتے ہو کہ میں راست کہتا ہوں اے معاویہ تیرا باپ بروز احزاب شتر سرخ مو پر چڑھا آتا تھا تو اسکو پیچھے

کو اور اس کے ہنکانے والے اور کھینچنے والے کو دیکھ کر کہا لعن اللہ الراکب والسائق والقائد یعنی تم تینوں پر لعنت کی
پھر فرمایا اے معشر حاضرین کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت رسولخدا نے سات مقام پر ابوسفیان کو لعنت کی ہے۔ پہلی مرتبہ جبکہ
وہ حضرت مکہ سے مدینہ کو جا رہے تھے، ابوسفیان شام سے آتا ہوا انکو ملا اور سب و شتم کرنے اور دھمکانے لگا اور آنحضرت
کو مقہور کرنا اور ان پر غلبہ پانا چاہتا تھا اللہ تعالے نے اسکی شرارت کو اپنے رسول سے دفع کیا۔ دوسرے روز عیر کہ ابوسفیان
قافلہ سوداگران کو رسول اللہ کے ہاتھوں سے بچا لیگیا۔ تیسرے روز احد جبکہ آنحضرتؐ نے فرمایا اللّٰہ مولانا ولا مولیٰ لکم
اور ابوسفیان نے کہا تھا لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم عزیٰ (نام بت) ہمارا ہے تمہارا نہیں آپ نے جواب دیا کہ خدا ہمارا
مولیٰ ہے تمہارا نہیں۔ پس لعنت کی اسپر اللہ نے اور اسکے فرشتوں اور نبیوں نے۔ چوتھے روز حنین جبکہ ابوسفیان
جماعت قریش و ہوازن کے ساتھ اور عیینہ غطفان و یہود کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے مقابلہ میں آئے اللہ نے
اُن کے غیظ و غضب کو رسولؐ سے دفع کیا اور کچھ فائدہ انکو نہوا۔ چنانچہ حقتعالےٰ نے دو سورۂ قرآنی میں یہ کیفیت
بیان کی اور دونوں میں ابوسفیان اور اسکے اصحاب کو بلفظ کفار یاد کیا۔ پس اے معاویہ تو اس وقت مکہ میں اپنے باپ کے
مذہب پر مشرک تھا اور علی علیہ السلام رسولخداؐ کے ہمراہ دین اسلام پر تھے۔ پانچویں حق تعالےٰ کا ارشاد ہے
والھدی معکوفا ان یبلغ محلہٗ یعنی قربانی حرم مکہ میں اسکے محل و مقام پر پہنچنے سے روک لی گئی اسکے روکنے والے تو اور
تیرا باپ اور دیگر مشرکین قریش تھے پس خدا نے اسپر لعنت کی جو قیامت تک اس کی اولاد و احفاد کو شامل رہے گی
چھٹے یوم الاحزاب جس روز ابوسفیان نے جماعت قریش کو اور عیینہ بن حصین بن بدر نے قبیلہ غطفان کو ہمراہ
لیکر رسول اللہ پر چڑھائی کی تو آنحضرتؐ نے انکے پیش روؤں و اتباع و اشیاع پر تا قیام قیامت لعنت کی کسی نے
عرض کیا کیا ان کے اتباع میں کوئی مومن مسلمان نہ تھا فرمایا ان میں جو مومن ہو لعنت سے محفوظ رہے گا مگر پیش روؤں
میں کوئی ایسا نہ تھا کہ قبول حق کرکے صاحب ایمان و نجات پانے والا ہو۔

ساتویں روز ثنیہ یعنی روز عقبہ جبکہ بارہ اشخاص نے رسول پر حملہ کیا سات ان میں بنی امیہ تھے اور پانچ باقی
قریش سے۔ پس خدا اور رسولؐ نے عقبہ والوں پر باستثنائے رسولؐ اللہ اور اُن کے قائد اور سائق کے لعنت
فرمائی اور اے مجمع حاضرین بحلف تم سے اس واقعہ کی بابت دریافت کیا کہ عثمان خلیفہ ہوا تو ابوسفیان مسجد رسول اللہ
میں اس کے پاس آیا اور کہا برادرزادے کوئی یہاں دیکھنے والا سننے والا تو نہیں (اسوقت ابوسفیان نابینا
تھا) کہا نہیں تو بولا اے جوانان بنی امیہ خلافت کو شوق سے دست بدست پھراؤ قسم ہے اس معبود کی کہ ابو
سفیان کی جان اسکے قبضہ قدرت میں ہے، نہ کوئی جنت ہے نہ جہنم میں تم سے پوچھتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ زمانہ

خلافت عثمان میں ابوسفیان حسین بن علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر جنت البقیع میں لیگیا اور مقابر کے درمیان کھڑے ہوکر باواز بلند چلایا اے ان قبروں میں سونے والو جس سلطنت و بادشاہی پر تم ہمارے ساتھ لڑتے جھگڑتے تھے وہ آج ہمارے ہاتھوں میں ہے حال آنکہ تم مٹی کے تلے دبے پڑے ہو حسین علیہ السلام نے کہا خدا زشت کرے تیرے منہ کو اور قبیح ہو تیرا بوڑھاپا۔ پھر جھٹک کے اپنا ہاتھ چھڑایا اور اُسے چھوڑ کر چلے آئے۔ نعمان بن بشیر اس کا ہاتھ پکڑ کر مدینہ میں نہ لاتا تو البتہ ہلاک ہوجاتا اے معاویہ بتلا کہ کیا تو ان باتوں سے ایک کا بھی انکار کرسکتا ہے اور تیری ملعونیت یہ ہی کہ تیرا باپ مسلمان ہونا چاہتا تھا تو نے اسے کچھ اشعار لکھ بھیجے جو قریش میں معروف و مشہور ہیں ان میں تو نے اسکو اسلام لانے سے منع کیا تھا اور تیرے قبایح عیوب یہ ہی کہ عمر خطاب نے تجھے شام کی حکومت دی تو تو نے اسمیں خیانت کی اور عثمان نے تجھے اسپر بحال رکھا تو اس کے مرنے کا انتظار کھینچنے لگا سب سے بڑی بات تیرا خدا اور رسول پر جرات کرنا یعنی علی علیہ السلام سے بجنگ و جدال پیش آنا ہے حال آنکہ انکا علم و فضل اور اُن کے سوابق حقوق جو خلافت پر ہیں تجھ سے پوشیدہ نہیں تو خوب جانتا ہے کہ وہ حضرت تجھ سے اور اوروں سے خدا اور خلق کے نزدیک افضل و اولے ہیں۔ کسی طرح کی تہیں کہتے الا تو نے براہ دغابازی و جعلسازی خلقت کو دھوکہ دیا تجھکو معاد کا مطلق خوف نہیں اور عذاب آخرت سے ڈرتا نہیں ڈرتا تا آنکہ وہ وفات پاکر مدارج عالیہ آخرت پر پہنچے اور تو بد سے بدتر ہوگیا۔ اللھم للظالم صادر اللہ تیری گھات میں ہے اے معاویہ یہ چند باتیں تیرے متعلق ہیں اور جو باتیں میں نے بخوف تطویل چھوڑ دیں اس سے کہیں زیادہ ہیں

خطاب لعمرو بن عثمان

اور اے پسر عثمان تو بوجہ اپنی خرافت و حماقت کے اس قابل نہیں کہ ان امور میں دخل دے تیری مثال اس پشہ کی ہے جس نے کھجور کے پیڑ کو کہا ذرا سنبھلے رہنا میں تجھپر بیٹھنا چاہتا ہوں درخت نے کہا مجھکو تیرے آنے کی خبر تک نہوئی تیرا بیٹھنا مجھے کیا تکلیف دیگا اسی طرح قسم خدا کی میں نہیں جانتا تو کسی سے عداوت کرکے اسکا کیا بگاڑ سکتا ہے کہ مجھکو اسکا فکر و اندیشہ ہو میں صرف تیری بات کا جواب دیتا ہوں۔ تو جو علیؑ کی مذمت کرتا ہے تو ان کے حسب و نسب کی منقصت یا رسول اللہ کے ساتھ دور کا

ساتھ محبت کرنے کے سبب ان میں سے ایک بات بھی کہے تو کذب بحت و دروغ محض ہوگا اور تیرا یہ کہنا کہ بنی امیہ کے جنگ بدر میں انیس۱۹ کس مارے گئے ان کے خون ہمارے ذمہ ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ اور اسکے رسول نے ان کو قتل کیا ہے اور قسم خدا کی کہ بنی ہاشم سے بھی انیس۱۹ مرد مارے جائیں گے اور اسکے بعد انیس۱۹ کس اور ان سے قتل ہوں گے اس کے بعد بنی امیہ سے انیس اور انیس ایک خاص موقع پر مارے جائیں گے بعد اسکے کہ لاتعد ولاتحصیٰ اُن سے مقتول ہو چکے ہوں گے بتحقیق کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ جب اولاد وزغ (چلپاسہ) کی تعداد تیس کو پہنچیگی تو مال خدا کو اپنے درمیان متداول کریں گے اور بندگان خدا کو غلام بنائیں گے اور تین سو دس ہوں گے تو لعنت خدا ان پر واجب ہوگی اور جب چار سو پچھتر تک پہنچیں گے تو ہلاکت ان کے لئے دانہ خرما کے منہ میں چبا لینے سے بھی سریع تر ہوگی۔

پس حضرت نے فرمایا یا رسول اللہ اسی کلام میں تھے کہ حکم بن ابی العاص وہاں آیا تو حضرتؐ نے فرمایا اپنی آوازوں کو پست کرو کہ وزغ اسکو سنتا ہے اور یہ اسوقت کا ذکر ہے جبکہ وہ حضرت اس سے پہلے انکو اور جو لوگ کہ ان کے بعد امامت کے والی ہوں گے انکو خواب میں دیکھ چکے تھے اور اس سے کمال محزون و مغموم ہوئے تھے پس اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام مجید و فرقان حمید میں لیلۃ القدر خیر من الف شہر کو نازل کیا پس شہادت دیتا ہوں اور شاہد لاتا ہوں خدا کو اسپر کہ تمہاری حکومت اور سلطنت بعد وفات امیر المومنین علی ابن ابیطالب ایکہزار مہینے ہوگی جو اللہ تعالےٰ نے قرآن میں مقرر کردی۔

جواب عمرو عاص بدنہاد

پھر عمرو عاص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے عاص کے بیٹے تو شانی ابتر۔ یعنی ایک سگ ناپاک ہے پہلی بات یہ ہے کہ تیری ماں ایک زانیہ عورت تھی تیری ولادت میں کئی شخص قریش سے شریک ہیں ابوسفیان بن حرب، ولید بن مغیرہ، عثمان بن حارث، نضر بن حارث، حارث بن کلدہ اور عاص بن وائل یہ سب اسمیں شرکت رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ تو انکا نطفہ ہے۔ ان تمام پر ایک مرد غالب آیا کہ نسب میں سب سے لئیم، اور حسب میں تمام سے خسیس پرلے سرے کا فاسق بدکار یعنی عاص بن وائل نے سب عویداروں پر غلبہ پایا اور تو اس سے منسوب ہوا۔ پس تیرے اس بنیادی باپ نے کہا کہ محمدؐ ابتر ہو لاولد مرے گا اور اسکا نام منقطع ہو جائے گا اور تو نے کہا میں شانی محمدؐ یعنی انکا دشمن ہوں پس آیہ شریفہ قرآن میں نازل ہوئی ان شانئک ھو الابتر کہ تو ابتر نہیں تیرا دشمن ابتر ہوگا۔ نیز تیری ماں قبیلہ عبدالقیس میں بدکاری کی طلب میں جایا کرتی تھی اُن کے گھروں میں منزل گاہ ہوا اور

وادیوں میں حاضر ہوتی تھی - دیگر یہ کہ جس جس موقع پر رسول اللہ کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ ہوتا تو وہاں موجود ہوتا اور سب سے زیادہ اظہار عداوت کرتا اور آپ کی تکذیب کے درپے ہوتا اور تو ان لوگوں میں شامل تھا جو نجاشی بادشاہ حبش کے پاس جعفر بن ابی طالب و دیگر مہاجرین کے قتل کرانے کو گئے تھے - ان کا مکر وغدور انہیں کی گردنوں میں حلقہ ہوا - یہ جماعت خائب و خاسر پھری کافروں کی بات نیچی اور کلمہ خدا بلند ہوا لیکن تیرا کلام عثمان کے بارے میں اے بیحیا و بیدین تو نے اسکے خلاف آگ روشن کی - جب وہ سلگ اٹھی تو فلسطین کو بھاگ گیا اور وہاں بیٹھ کر انقلاب زمانے کا انتظار کھینچنے لگا تا اینکہ اسکے قتل کی خبر تجھکو ملی تو معاویہ کے پاس گیا اور اپنا دین اور دنیا کی عوض بیچ ڈالا - ہم تجھکو اپنی عداوت پر ہرگز ملامت نہیں کرتے نہ اپنے ساتھ محبت نکرنے پر عتاب کرتے ہیں - تو اسلام اور جاہلیت میں برابر بنی ہاشم کا بدخواہ رہا ہے - ستر شعروں میں رسول اللہ کی مذمت کی جن کے جواب میں حضرت نے فرمایا خداوندا میں شعر نہیں کہتا نہ شعر گوئی کا کام میرے مناسب ہے تو ہر شعر پر عمرو عاص کو ہزار بار لعنت کر - نیز اے عمرو تو نے دنیا پر دین کو اختیار کیا نجاشی کے پاس تجھے بھیجے اور دو بارے اسکے پاس گیا پہلے ناکامی سے باز آنے سے تجھے دوسری مرتبہ وہاں جانے سے نروکا - اس بار بار جانے سے تیرا ارادہ جعفرؓ اور اسکے اصحاب کے قتل کرانیکا تھا اور ہر دفعہ زیان و خسران زدہ واپس آتا جب اپنے ارادہ میں ناکام رہا تو اس کام کو اپنے ساتھی عمارہ بن ولید کے سپرد کیا ؛

زجر و عتاب آنجنابؑ بولید بن عقبہ لعین

اسکو فرمایا میں تجھکو علیؑ کے ساتھ بغض و عداوت رکھنے پر ملامت نہیں کرتا کیونکہ آنحضرتؐ نے شرابخواری کے جرم میں تیرے اسی تازیانے لگائے اور تیرے باپ کو جنگ بدر کے بعد اپنے ہاتھ سے کھڑا کر کے قتل کیا تو آنحضرت کی کس منہ سے مذمت کرتا ہے قرآن میں حق تعالےٰ نے دس مقام پر تجھے فاسق انکو مومن کہا ہے - چنانچہ فرماتا ہے افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون کیا وہ شخص جو مومن ہو اسکی مثل ہو سکتا ہے جو فاسق ہو یہ دونو ہرگز برابر نہیں ہو سکتے - نیز حق تعالےٰ کا قول ہے ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علے ما فعلتم نادمین اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس سے گواہ طلب کرو تا کہ جہالت سے کسی قوم پر مصیبت نہ ڈالو پس تم اپنے کئے پر ندامت اٹھاؤ گے اور تو قریش میں داخل نہیں ایک عجمی کافر اہل صفوریہ کا بیٹا ہے جس کا نام زکوان تھا اور تیرا یہ کہنا کہ ہمنے عثمان کو قتل

تو علی پر یہ تہمت عائشہ و طلحہ و زبیر بھی نہ لگا سکے تو کیونکر لگا سکتا ہے - کاش تو اپنی ماں سے پوچھتا کہ تیرا باپ کون ہے اس نے ذکوان کو چھوڑ کے عقبہ بن ابی معیط سے تیرا الحاق کیوں کیا - اسسے وہ اپنے نزدیک رفعت اور بلندی مرتبت سمجھے یا وصف اس عذاب و عار کے جو حق تعالےٰ نے تیرے اور تیرے ماں باپ کے لئے دنیا و آخرت میں آمادہ کیا ہے اور اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں - پھر تو اے ولید قسم خدا کی بروئے ولادت اس سے بڑا ہے (یعنی عمر میں عقبہ سے زیادہ ہے) جس سے تو اپنا نسب چھپایا کرتا ہے تو علی کی مذمت کرتا ہے حال آنکہ دلمیں غور کرتا تو اپنے نسب کو اپنے باپ پر مبنی رکھتا نہ کہ جس سے الصاق و الحاق کیا ہے بتحقیق کہ تیری ماں تجھ سے کہہ چکی ہے کہ تیرا باپ عقبہ کی نسبت زیادہ لئیم و خبیث ہے:

جواب با عتاب آنحضرت لعتبہ بن ابی سفیان

اور تو اے عتبہ اتنی عقل نہیں رکھتا کہ میں تیرے ساتھ ہمکلام ہوں اور اسقدر فہم و فراست تجھے نہیں کہ تیری باتوں کا جواب دوں تجھسے بھلائی کی امید نہ برائی کا ڈر ہے تو علی کی مذمت کرے تو مجھکو اس سے غیرت نہ آئے گی - کیونکہ انکے غلاموں کے غلاموں کی بھی برابری نہیں کر سکتا اللہ تعالےٰ تیرے ماں باپ اور تیرے بھائی کی گھات میں لگا ہوا ہے - تو اپنے ان باپ دادوں کی ذریت ہے جن کی نسبت قرآن میں ارشاد ہے -

عاملۃ ناصبۃ تصلی نارا حامیۃ تسقی من عین انیۃ لیس لھم طعام الا من ضریع لا یسمن ولا یغنی من جوع (ترجمہ) مشقتیں جھیلتے ہوئے - تھکے ماندے بھڑکتی ہوئی آگ میں چلے جائیں گے ان کو کھولتے ہوئے چشمہ کا پانی پلایا جائے گا ان کو ضریع (جہنمی خار دار تلخ گھاس) کے سوا کچھ کھانے کو نہ ملے گا جو نہ فربہ کرے گا - نہ بھوک کو رفع کرے گا - اور لیکن تیرا مجھکو قتل کی دھمکی دینا - پس کیوں نہ قتل کیا تو نے اس مرد کو جسے اپنی زوجہ کے ساتھ ایک بستر پر پایا - حال آنکہ اسکی فرج پر تجھ سے غالب آیا تا اینکہ وہ بچہ جو کہ تیری نطفہ سے نہ تھا تجھ سے ملحق کیا - تو اگر اس سے بدلا لینے میں مصروف ہوتا تو زیادہ اولیٰ اور انسب تھا اس سے کہ مجھے قتل کی وعید کرے میں تجھے مذمت علی ابن ابیطالب میں ملامت نہیں کرتا کیونکہ آنحضرت نے تیرے بھائی کو معرکہ جنگ میں قتل کیا اور تیرے نانا کے قتل میں اپنے چچا حمزہ بن عبد المطلب کے ساتھ شریک ہوئے حتی کہ حقتعالیٰ نے ان دونوں کو ان دونوں کے ہاتھوں واصل جہنم کیا اور عذاب دردناک کا مزہ چکھایا اور تیرا عمو حکم بن ابی العاص بحکم خدا و رسول جلاء وطن کیا گیا اور میں اگر خلافت کی تمنا کروں تو یہ میرا

واجبی حق ہے اور - لیکن تو اور تیرا بھائی معاویہ بوجہ تمرد و سرکشی کے خدا سے اور بباعث خونریزی مسلمانوں کے
اور طلب کرنے اس شے کے جس کے وہ مستحق نہیں اصلاً اس سے مناسبت نہیں رکھتے اور اللہ کے ساتھ خدع و مکر
کرتے ہیں واللہ خیر الماکرین اور اللہ اچھا بدلا دینے والا ہے مکاروں کا اور تیرا یہ کہنا کہ علی علیہ السلام
قریش کے لئے شر قریش تھے - بس قسم خدا کی انھوں نے نہ کسی مرحوم کی حقارت کی نہ مظلوم کو قتل فرمایا۔

تردید کلام مغیرہ ابن شعبہ اعور

اس کے خطاب میں فرمایا اے مغیرہ تو خدا کا اور اس کی مقدس کتاب کا دشمن اور اسکے برگزیدہ رسول
کا چھوڑنے والا اور اسکا جھٹلانے والا ہے - وہ زنا کار ہے جس کا سنگسار کرنا واجب ہو چکا تھا - کیونکہ
شاہدان عادل نیکو کار و پرہیز گار نے تیرے خلاف گواہی دی مگر تیرا رجم کرنا روک لیا گیا اور حق کو باطل
سے دفع کیا گیا اور غلطی راستی پر غالب آئی یہ اس لئے کہ حق تعالیٰ تیرے لئے عذاب آخرت مہیا کر چکا تھا
پس خواری دنیا اور عذاب آخرت تیرے لئے آمادہ ہوئی ولعذاب الاخرۃ اخزیٰ اور البتہ عذاب آخرت
زیادہ خوار کرنے والا ہے او ملعون تو نے بہترین زنانِ عالم فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ پر دست درازی کی کہ انکا
حمل ساقط ہوا اور اپنے خون میں تر بتر ہوئیں یہ اس لئے کہ حضرت رسالت پناہ کی ذرا وقعت تیرے دل میں
نہ تھی اور آنحضرتؐ کو ذلیل جان کر ان کا ہتک حرمت کیا اور آنحضرتؐ کے ارشاد کی صریح مخالفت کی کیونکہ
انھوں نے بارہا اس معصومہ کی نسبت فرمایا تھا کہ زنانِ جنت کی سیدہ و سردار ہے اللہ تعالیٰ تجھ کو اس کی
پاداش میں ضرور جہنم میں ڈالے گا اور جو باتیں تو نے اس وقت کہیں البتہ انکا وبال تجھ پر پڑے گا
تو نے علیؑ کی مذمت کس بنا پر کی کیا اُن کے حسب نسب میں کوئی نقص دیکھا یا رسولؐ اللہ سے ان کو
بیگانہ جانا یا حمایت اسلام میں انکی قربانیاں تیرے نزدیک کمتر تھیں یا کسی قضیئے کے فیصلہ میں انھوں نے خلاف
انصاف حکم کیا یا کسی وقت دنیا کی طرف انکا میلان تجھکو نظر آیا اور اگر تو ان میں سے ایک بات کا بھی قائل
ہوا تو کاذب و مفتری ہے لوگ مقرر تیری تکذیب کریں گے - تیرا گمان ہے کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کیا -
قسم خدا کی علی سب سے زیادہ اس میں بری و پرہیز گار تھے - اور بالفرض انھوں نے ہی اسکو قتل کیا تو تو نے
ہی کیا کیا نہ کبھی زندگی میں اسکی نصرت کی نہ مرنے کے بعد کسی طرح کی حمایت تجھ سے ظاہر ہوئی تو ہمیشہ گھر میں بیٹھا
ہوا بدکار عورتوں کی گھات میں لگا رہتا ہے آثار اسلام کو مٹانا اور رسوم جاہلیت کا زندہ کرنا تیرا دلی مدعا

رہا ہے اس کا انجام جو کچھ ہوا سو ہوا اور تیرا بنی امیہ و بنی ہاشم کے معاملات میں دخل دینا محض معاویہ کی خوشامد کے لئے ہے اور امارت و حکومت پر تیری ہرزہ دراری علیٰ ہٰذا تیرے ہمراہیوں کا سلطنت پر ناز کرنا سو تم سے پہلے فرعون چار سو برس مصر کا فرماں روا رہا اور موسیٰ و ہارون کہ انبیاء مرسلین خدا تھے اس کے ہاتھ سے ایذائیں جھیلتے رہے یہ ملک خدا ہے وہ سبحانہ ہر نیک و بد سے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اس کا ارشاد ہے وان ادری لعله فتنة لکم ومتاع الی حین میں نہیں جانتا کہ تمہارے لئے فتنہ ہی یا ایک مدت مقررہ تک تمتع اور برخورداری ہے نیز حق تعالےٰ فرماتا ہے فاذا اردنا ان نہلک قریۃ امرنا مترفیہا فحق علیہا القول فدمرنٰہا تدمیرا یعنی جب ہم چاہتے ہیں کہ کسی قریہ کو ہلاک کریں تو اس کے مغرور مالداروں کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ فسق و فجور میں پڑ جاتے ہیں پس قول ان پر واجب ہو جاتا ہے اسوقت انکو ایک سرے سے ہلاک کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کپڑے درست کر کے وہاں سے روان ہوئے۔ کہتے جاتے تھے الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات بدیاں بدوں کے لئے ہیں اور بد برائیوں کے لئے پھر فرمایا کہ اے معاویہ تو اور تیرے اصحاب ہیں والطیبات للطیبین الخ وہ علی ابن ابیطالب اور انکے شیعہ و اصحاب ہیں اے معاویہ اپنے کئے کا مزہ چکھا اور اللہ تعالےٰ نے جو تیرے اور اُن کے لئے ذلت و خواری دنیا کی اور عذاب دردناک آخرت کا مہیا کیا ہے اسکے علاوہ ہے آپ تشریف لے گئے تو معاویہ اپنے اصحاب سے مخاطب ہوا کہ تمنے اپنی حرکت کا وبال اٹھایا تو ولید بن عقبہ نے کہا کہ قسم خدا کی اس میں ہم اور تو دونو برابر ہیں تو نے خود اپنے اوپر ان کو جرات دی۔ معاویہ نے کہا میں نے تمکو کہا تھا کہ انکو چھیڑ کر کامیاب مراد ہوگے مگر تمنے میرا کہنا نہ مانا تو وہی طور پر فضیحت و رسوا ہوئے قسم خدا کی وہ یہاں سے نہیں اُٹھے جبتک کہ گھر کو میری نظر میں تیرہ و تاریک نہیں کر لیا۔ اب اس کے بعد تم کبھی خیر و خوبی نہ پاؤگے ؛

مروان علیہ اللعن کی بے حیائی

راوی کہتا ہے کہ مروان حکم اس مجلس میں حاضر نہ تھا اسنے یہ ماجرا سنا تو دوڑا آیا مجمع ہنوز متفرق نہ ہوا تھا اس نے کہا حسن یہاں آئے اور تمنے مجھے خبر نہ کی قسم خدا کی میں انکی اور اُن کے باپ کی اور ان کے گھر والوں کی وہ گت بناتا کہ لونڈی غلام اس کے راگ گایا کرتے۔ اُنھوں نے کہا اب بھی کچھ نہیں گیا

انکو پھر بلوا لیا جائے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مروان ازپس دریدہ دہن، فحاش و بیحیا ہے کہا ضرور بلواؤ معاویہ نے پھر کسی کو حضرت کی خدمت میں بھیجا فرمایا یہ طاغی مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ قسم خدا کی اگر اب کے وہی باتیں پیش کیں تو اسکے کانوں میں وہ کلام بھرونگا جس کا عیب و عار قیامت تک اس سے دھوئے نہیں دھلیگا غرض حضرت تشریف لائے تو مجلس اسی طرح جمی ہوئی تھی جیسے کہ چھوڑ گئے تھے بجز اس کے کہ ایک مروان کا ان میں اضافہ ہوا تھا۔ آپ آکر معاویہ و عمر عاص کے نزدیک تخت پر بیٹھ گئے اور معاویہ سے کہا کیوں تو نے پھر مجھے بلوایا اس مکار نے کہا میں نے نہیں بلوایا مروان نے بلوایا ہے۔ مروان بولا اے حسنؑ تم مردان قریش کی عیب جوئی کرتے ہو اس سے تمہارا مدعا کیا ہے۔ قسم خدا کی میں تمہاری اور تمہارے باپ کی اور تمہارے کنبے کی وہ مذمت کروں گا جس کے ترانے غلاموں اور کنیزوں کی زبانوں پر جاری رہیں گے حضرت نے فرمایا اے مروان مجھکو ضرورت نہیں کہ تیرے کنبے کی عیب جوئی کروں حق تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ کی زبان پر تجھکو اور تیرے باپ کو اور تیرے گھر والوں اور تمہاری ذریت کو تا روز قیامت لعنت کر چکا ہے تو اور جو لوگ اس موقع پر حاضر تھے اسکا انکار نہیں کر سکتے مگر یہ وعید اور اخافت تیرے لئے زیادتی طغیان کی باعث ہوئی اے مروان تو اور تیری ذریت بروئے قرآن شجرۂ ملعونہ ہو رسول اللہ نے تمہاری بابت فرمایا ہے کلام حضرت یہاں تک پہنچا تھا کہ معاویہ نے آگے بڑھ کر دہن مبارک پر ہاتھ رکھ دیا کہ اے ابو محمد تم غلیظ الکلام و فحاش نہیں ہو اب درگزر کرو۔ اسی پر جلسہ ختم ہو گیا امام حسن علیہ السلام اس زبانی پیکار میں مظفر و منصور ہو کر وہاں سے اٹھے وہ لوگ بھی پر از غیظ و غضب محزوں و سیاہ رو متفرق ہوئے۔

مفاخرۂ امام حسن علیہ السلام با معاویہ و مروان حکم و مغیرہ بن شعبہ و ولید بن عقبہ و عتبہ بن ابی سفیان

احتجاج طبرسی میں ہے کہ ایکبار امام حسنؑ معاویہ کے پاس تشریف لائے تو اشخاص متذکرہ بالا اس کے پاس جمع تھے پس ہر ایک ان سے بنی ہاشم کے مقابلہ میں فخر اور انکو گھٹانے اور اپنا رتبہ بڑھانے لگا حضرت کو انکی باتیں ناگوار معلوم ہوئیں اور بہت دلتنگ ہوئے پس آپ نے فرمایا اے معاشر حاضرین میں ایک شاخ ہوں شاخہائے بہترین سے میرے آبا و اجداد کریم ترین عرب ہیں ہمکو مزیت حسب و علو

نسب حاصل ہے۔ہم اس شجرۂ سامیہ سے ہیں جس میں شاخہائے نامیہ و ثمرہائے طیبہ اُگتے ہیں اور ابدان قائمہ اس سے حاصل ہوتے ہیں۔ہم اصل اسلام ہیں و نشان ہائے نبوت۔ہماری جلالت قدر و فخامت فخر زوال پذیر نہیں۔وہ دریا ذخار ہیں جسکا پانی کم نہیں ہوتا اور کوہسار رفیع و شامخ ہیں جنہیں کوئی مقہور نہیں کرسکتا۔مروان بولا اے حسنؑ تم نے اپنی مدح میں زیادتی کی اور بڑائی کو اندازہ سے بڑھا دیا ہیہات ہم ملوک نامدار و عزیزان روزگار ہیں تم خوب جانتے ہو کہ ہماری برابر فخر و عزت نہیں رکھتے پھر یہ اشعار پڑھے

شفینا انفسا طابت وقوداً   فنالت عزھا فیمن یلینا

فابنا بالغنیمۃ حیث ابنا   وابنا بالغنیمۃ مقترنینا

ہمارے نفوس شفایاب و خوش و خورم ہیں اور اپنی ہمسروں میں پوری عزت حاصل کرچکے ہیں ہم معرکوں سے واپس ہوتے ہیں تو مال غنیمت لیکر واپس ہوتے ہیں اور بادشاہوں کے برابر ہوجانے کے بعد۔

بعدازاں مغیرہ بن شعبہ نے کلام کیا کہنے لگا ہم نے تمہارے باپ کو نصیحت کی انھوں نے ہمارا کہنا نہ مانا۔قطع رحم کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اہل شام کے ساتھ شامل ہوجاتا تمہارے باپ خوب جانتے تھے کہ میں چشموں پر وارد ہونے والوں کو بنی قیس کی تندی و تیزی اور ثقیف کی حلم و تجربہ کاری سے روک سکتا ہوں۔پس امام حسنؑ نے کلام شروع کیا اور کہا اے مروان تیری گفتگو تمام تر کمزوری بزدلی و عاجزی پر مبنی ہے تو کہتا ہے کہ میں نے اپنی مدح سرائی کی حالانکہ میں فرزند رسول خدا ہوں اور میں نے فخر و تکبر کیا اور میں سردار جوانان بہشت ہوں۔وائے ہو تیرے اوپر اپنی بڑائی وہ کرتا ہے جو اپنے تئیں دور کھینچتا اور برتری دینا چاہتا ہے۔مگر ہم اہل بیت رحمت و معدن کرامت و برگزیدۂ زمان و خزانۂ ایمان و سنان اسلام و شمشیر دین ہیں۔تیری ماں تیرا ماتم کرے بیہودہ باتوں سے زبان بند کر نہیں تو تجھکو مبتلائے بلا کردوں گا اور وہ داغ عیب و عار تیرے دامن حال پر رکھوں گا کہ چھوڑائے نہ چھوٹے گا اور تیرا بادشاہوں کی طرح غنیمت لیکر واپس آنا۔اسدن کہاں گیا تھا جبکہ شکست کھاکر بھاگا اور ہزیمت ہی تیری غنیمت تھی اور غدر و بیوفائی سے طلحہ کو قتل کیا۔برا ہو تیرا کس قدر شوخ چشم ہے تجھے شرم نہیں آتی مروان نے باآں بیحیائی یہ کلمات سنکر سر جھکا لیا اور مبہوت و حیران رہ گیا۔

پس حضرت مغیرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اے اعور (یک چشم) ثقیف تو قریش سے نہیں کہ میں تیرے ساتھ مفاخرت کرنے بیٹھوں اے مردود تو مجھکو نہیں جانتا کہ میں پسر بہترین زنان سیدۃ نساء عالم ہوں رسول اللہ نے علوم الٰہیہ سے ہمکو غذا دی اور دلائل قرآن و مشکلات احکام تعلیم فرمائے پس ہمارے لئے

ہے عزت غالب ورتبہ عالی تو اس قوم سے ہے جسکو نہ جاہلیت میں رفعت نسب حاصل تھی۔ نہ اسلام میں حظ وافر بلا۔ غلام گریختہ کی مانند تجھکو شیرونکی جنگ آزمائی بہادروں کی لڑائی کے وقت فخر وافتخار سے کیا سروکار ہم سادات کبار واشراف عالی تبار ہیں کہ ذمار کی حمایت کرتے اور عیب وعار کو اپنی تساحت سے دور فرماتے ہیں۔ تو نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو البتہ مشورہ دیا تھا۔ مگر وصی خیرالانبیاء تیرے عجز سے واقف حماقت کے داناتھے وہ حضرت بوجہ تیری نیت فاسد وعزم کاسد کے تجھ پر رد کرنے کے زیادہ لائق تھے۔ و لم یکن متخذ المضلین عضدا وہ گمراہوں کو اپنا عضد ومددگار بنانے والے نہ تھے۔

اور تیرا یہ کہنا کہ میں جنگ صفین میں ہوتا تو بنی قیس کی حدت وتیزی اور ثقیف کی بردباری دکھلاتا ثکلتک امک (تیری ماں تیرا ماتم کرے) کس جرات وجلادت پر کیا جنگ آوری سے عجز وجبن کے اظہار پر یا میدان جنگ سے مکر فرار کرنے پر۔ خدا کی قسم اگر شجاعان شیعہ ومبارزان جناب امیرالمومنینؑ سے اس روز کسی کی نظر پڑجاتا تو تجھے معلوم ہوجاتا کہ کوئی شے تجھے اُنسے روکنے والی نہ تھی اور زنان نامحات تجہیز گریہ وبکا کرتیں اور لیکن زعارت قیس سو تجھے قیس سے کیا نسبت تو ایک بندہ آبق یعنی غلام گریختہ ہے ثقف یعنی پکڑا گیا اس لئے ثقیف کہلایا تو اپنے تئیں کسی اور سے منسوب کر کیونکہ اُن کے مردوں سے نہیں تو میدان جنگ میں دلاوری دکھانیکی بنسبت صید کے لئے دام بچھانے اور صید کے لئے گھات لگانے میں زیادہ مہارت رکھتا ہے اور لیکن حلم پس لونڈی غلاموںکے پاس حلم کیسا اور تیرا حیدر کرار کی مقابلہ کی آرزو کرنا پس تو خوب جانتا ہے کہ وہ حضرت معرکوں میں شیر باسل وسم قاتل تھے۔ بڑے بڑے اہلبیں اشر بر آپ کے سامنے نہیں ٹھیر سکے چہ جائے کہ شغالان صحرائی وحشرات الارض انکا سامنا کریں۔ لیکن تیری رحم وقرابت آپ کے ساتھ بس نامعلوم ہے اور وہ ایسی ہے جیسے آبی جانوروں کو ہرنوں اور بارہ سنگوں سے بلکہ اس سے بھی بعید ہی اس پر مغیرہ اُٹھ کر چلا حضرت نے فرمایا میں نے جو اس غلام کے خطاب میں کلمات مفاخرت کہے حاضرین مجھ معذور رکھیں۔ معاویہ نے کہا واپس آ۔ اے مغیرہ تحقیق کہ اولاد عبد مناف صنادید عالم واشراف بنی آدم ہیں کوئی انکا مقابلہ نہیں کرسکتا اور امام حسنؑ کو قسم دی کہ خاموش رہیں حضرت خاموش ہوگئے۔

مکالمہ با ولید بن عقبہ

امالی میں ابومخنف لوط بن یحیی سے نقل ہے کہ حسن بن علی و ولید بن عقبہ کے درمیان گفتگو ہوئی امام حسنؑ نے

کہا میں تجھکو علی ابن ابیطالب کی مذمت پر ملامت نہیں کرتا کیونکہ آنحضرت نے شرابخواری کے جرم میں تیرے اسی تازیانے لگائے اور تیرے باپ عقبہ بن ابی معیط کو بامر رسول اللہ جنگ بدر میں کھڑا کر کے قتل کیا اللہ تعالےٰ نے قرآن میں ایک بار سے زیادہ تجھے فاسق کہا اور آنحضرت کو مومن سے بتعبیر فرمایا۔ پھر فرمایا ؎

انزل اللہ فی کتاب علینا ۔۔۔ فی علی و فی الولید قرانا

فتبوا الولید منزل کفر ۔۔۔ و علی تبوأ اوایمانا

لیس من کان مومنا یعبد اللہ ۔۔۔ لمن کان فاسقا خزانا

سوف یدعے الولید بعد قلیل ۔۔۔ و علی الی الجزاء عیانا

فعلی هناک یجزی جنانا ۔۔۔ وهناک الولید یجزی هوانا

یعنی خدائے تعالےٰ نے اپنی کتاب مجید میں علیؑ و ولید کے مقدمہ میں ہمپر آیات نازل کیں۔ پس ولید نے منزل کفر اختیار کی اور علیؑ نے ایمان اختیار کیا جو شخص مومن ہو کر خدا کی عبادت کرے وہ فاسق خیانت کنندہ کے برابر نہیں ہوسکتا۔ عرصہ قلیل کے بعد علیؑ اور ولید ظاہر وعیاں طور پر دار الجزا میں بلائے جائیں گے۔ پس علیؑ کو اسوقت جنت بدلے میں ملیگی اور ولید عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔

امام حسن اور زیاد بن ابیہ

ابو الحسن مداینی نے روایت کی ہے کہ زیاد نے اصحاب امام حسن سے ایکمرد کو جسکا نام زمان نامہ میں درج تھا بہ نیت فاسد طلب کیا۔ امام علیہ السلام نے اسکو لکھا یہ خط ہے حسن ابن علی کی طرف سے زیاد کو۔ امابعد میں اپنے جن اصحاب کے لئے امان لیچکا ہوں انکا حال تجھکو معلوم ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو ان میں سے فلاں شخص سے معترض ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو اس سے بھلائی سے پیش آئے والسلام۔ زیاد کو خط پہنچا (یہ اس زمانہ کا ذکر ہے، جبکہ معاویہ نسب میں اسکو اپنے ساتھ شامل کرچکا تھا) تو اسکو غصہ آیا کہ آپنے اسکو ابوسفیان کا بیٹا کیوں نہ لکھا لہذا اس نے جواب میں تحریر کیا یہ خط ہے زیاد بن ابی سفیان کی طرف سے حسن کے نام۔ امابعد تمہارا خط ملا تم ایک فاسق کی جسکو تمہارے اور تمہارے باپ کے فساق شیعوں نے پناہ دے رکھی ہے سفارش کرتے ہو۔ قسم خدا کی میں اسکو تمہارے گوشت و پوست کے درمیان سے نکالوں گا اور محبوب تر گوشت جسکو کھاؤں میرے نزدیک وہ گوشت ہے جس سے تم بنے ہو والسلام۔ امام علیہ السلام نے یہ خط پڑھا

تو اسکو بجنسبہ معاویہ کے پاس بھیجدیا معاویہ اسکو پڑھ کر جھنجھلایا اور زیاد کو لکھا من معاویہ بن ابی سفیان الیٰ زیاد اما بعد بتحقیق کہ تیری دو رائیں ہیں ایک ابو سفیان کی دوسری سمیہ کی۔ ابو سفیان کی رائے حزم و بردباری کی ہے اور سمیہ کی وہی رائے ہے جو اس جیسی سے توقع کی جاسکتی ہے حسنؑ بن علیؑ نے لکھا ہے کہ تو اسکے ایک مصاحب سے تعرض کرتا ہے۔ پس تو اس سے معترض نہو تا تحقیق کہ میں نے ان پر تجھے دسترس نہیں دی۔

دیگر۔ سعید بن سرح زیادہ بھاگ کر امام حسنؑ کے پاس چلا آیا آپ نے اسکی سفارش میں زیاد کو خط لکھا اس بدبخت نمکحرام نے آپ کو جواب لکھا من زیاد بن ابی سفیان الی الحسنؑ بن فاطمۂ ۔ اما بعد تمہارا خط آیا اُسمیں تمنے اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھا تھا۔ حالانکہ تم اہل حاجت ہو اور میں صاحب حکومت پس تم رعایا میں داخل ہو اور اور باتیں اسی قسم کی درج کیں جناب حسنؑ نے اسکا خط دیکھا تو متبسم ہوئے۔ اور اسکو بھی معاویہ کے پاس روانہ کیا۔ معاویہ نے زیاد کو زجر و توبیخ کیا۔ اور امر کیا کہ سعید اور اسکے بھائی اور اولاد و زوجہ کو رہا کردی اور جو مال اسکا ضبط کیا ہے واپس کردے اور مکان جو منہدم کرایا ہے اُسے تعمیر کرادے اور تو نے جو حسنؑ کو خط لکھا۔ اور بجائے باپ کے ماں کی طرف آپکو منسوب کیا تو تجھے یہ معلوم نہیں کہ انکی والدہ فاطمہؑ زہرا دختر رسولخداؐ ہیں۔ غور کرتا تو جان لیتا کہ یہ اُن کے لئے زیادہ فخر کی بات ہے

مفاخرتِ معاویہ بحضور امام حسنؑ

مناقب میں ہے کہ معاویہ ایکروز امام حسنؑ کے سامنے شیخی مارنے لگا کہ میں ہوں پسر مکہ و بطحا اور پسر اس شخص کا جو جود و بخشش میں سرآمد عالم اور باپ دادا اسکے کریم ترین مردم تھے اور اسکا بیٹا ہوں جو جوانی اور پیری میں سردار قریش رہا ہے۔ جناب حسنؑ مجتبیٰؑ نے فرمایا علیّ تفتخر یا معاویہ اے پسر ہند تو میرے سامنے فخر کرتا ہے انا ابن عروق الثریٰ۔ انا ابن ماوی التقیٰ انا ابن من جاء بالھدیٰ۔ انا ابن من ساد اھل الدنیا بالفضل السابق و الحسب الفائق انا ابن من طاعتہ طاعۃ اللہ و معصیتہ معصیۃ اللہ یعنی میں ہوں پسر عروق الثریٰ[1] رگہائے زمین کا اور پسر جائے پناہ تقویٰ و پرہیزگاری کا۔ اور بیٹا اس شخص کا جو خدا کی طرف سے ہدایت لیکر آیا اور پسر اسکا جو فضیلت سابق اور حسب فائق میں سردار ہے دنیا کا اور پسر ہوں اسکا جس کی

[1] یہ کنایہ ہے حضرت ابراہیم کی طرف بوجہ زیادتی اولاد آنحضرتؐ کے کہ صحراؤں میں پھیلی ہوئی تھی اور تعریض ہے معاویہ پر کہ اولاد آنحضرت سے نہ تھا بلکہ ولد الحرام تھا ۱۲ نگار

طاعت بعینہ طاعت خدا ہی اور معصیت اسکی معصیت خدا ہے اے معاویہ کیا تیرا باپ میرے باپ کی مانند ہی کہ تو اس سے میرے اوپر فخر و مباہات کرے اور تیرے سابقین میں وہ لوگ ہیں جن سے مجھپر فوقیت چاہی - پس اگر نہیں کچھ کہہ تو سہی - معاویہ نے کہا میں کہتا ہوں اور تمہاری تصدیق کرتا ہوں - فرمایا حق الامر واضح اور روشن ہوتا ہے اسکی راہ تغیر پذیر نہیں ہوتی اور صاحبان عقل اسکی شناخت کر لیتے ہیں -

دیگر ایک روز معاویہ نے کہا اے حسن میں تمسے بہتر ہوں فرمایا اے پسر ہند کیونکر کہا اس لیے کہ لوگوں نے میرے اوپر اجماع اور اتفاق کیا تمہارے اوپر نہ کیا ارشاد کیا ہیہات ہیہات اے پسر زن جگر خوارہ یہ تیری دلیل فضول ہی جنھوں نے تیرے اوپر اجماع کیا دو طرح کے اشخاص ہیں یا دل سے تیرے اطاعت گذار ہیں یا مجبور و لاچار مگر تیرا اطاعت گذار البتہ خدا کا نا فرمان ہے اور مکروہ و مجبور پیش خدا و رسول معذور حاشا للہ جو میں یہ کہوں کہ تجھ سے بہتر ہوں کیونکہ تجھ میں تو کوئی خیر و خوبی ہے ہی نہیں - ہاں یہ کہتا ہوں کہ حقتعالٰی نے تجھے فضائل سے اسیطرح کورا رکھا جیسے مجھ سے رزائل کو دور کیا -

مکالمہ آنحضرت با یزید بن معاویہ

ایکمرتبہ یزید علیہ اللعن المزید کو بھی شوق چرایا کہ باپ کی طرح بات اٹھا کر اپنے پتر ے آپ کھلوائے کتاب شیرازی میں ہے کہ سفیان ثوری نے وصل بن عطا سے آیہ شریفہ وشارکھم فی الاموال والاولاد کی تفسیر میں روایت کی (شریک ہو اُن کا مال و اولاد میں) کہ ایکبار یزید بن معاویہ اور امام حسنؑ بیٹھے خرما تازہ کھا رہے تھے یزید بولا اے حسنؑ میں ابتدا سے تمہارے ساتھ عداوت رکھتا ہوں - فرمایا اے یزید - شیطان تیری ماں کے جماع کے وقت تیرے باپ کے نطفہ میں شریک ہوا پس انعقادِ نطفہ میں اسکی شرکت ہو گئی یہی باعث تیرے ہمسے عداوت کا ہے بتحقیق کہ حقتعالٰی فرماتا ہے وشارکھم فی الاموال والاولاد نیز شیطان حرب کے ساتھ بوقت جماع شریک ہوا اس سے صخر پیدا ہوا چنانچہ وہ حضرت رسول اللہ کا دشمن تھا اور صخر کے ساتھ بوقت جماع ہند شریک ہوا اس سے معاویہ پیدا ہوا وہ علیؑ ابن ابیطالبؑ کا دشمن ہوا

اقرارِ معاویہ باینکہ خلافت صرف اہلبیت کا حق ہی

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں ذکر کیا ہے کہ سال جماعت کے بعد امام حسن ایک روز

معاویہ کے پاس تشریف لائے وہ ایک تنگ مقام میں بیٹھا تھا آپ اُس کے پاؤں کے نزدیک بیٹھ گئے - بروایتے وہ مردود لیٹا ہوا تھا آپ اسکی پائنتی بیٹھے - پس وہ باتیں کرنے لگا - اثنار کلام میں کہا تعجب ہو کہ عائشہ کے گمان میں میں خلافت کا اہل و مستحق نہیں ہوں ناحق اسپر متغلب ہو گیا ہوں بھلا اُنکو ان باتوں سے کیا نسبت - حضرتؑ نے کہا تو بھی تو اس سے بھی عجیب تر بات تجھے سناؤں کہا وہ کیا ہے فرمایا وہ یہ کہ تو صدر مجلس میں بیٹھا ہے میں تیرے پاؤں میں یا تو لیٹا ہے میں بیٹھا ہوں معاویہ کھکھلا کر ہنسا - بروایتے شرمندہ ہوا اور اُٹھ کر بیٹھ گیا صاحب کشف الغمہ اس مقام پر کہتے ہیں کہ امام حسنؑ کو عائشہ کے اس قول سے کہ معاویہ اہل خلافت نہیں تعجب ہوا کیونکہ یہ ان کے نزدیک ایک ضروری امر تھا اور معاویہ کے عائشہ کے قول پر تعجب نکرنے کا یہ سبب ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے باپ ابوبکر کی خلافت کی مقر تھی باوصفیکہ عدم استحقاق خلافت میں معاویہ اور ابوبکر دونو یکساں تھے نیز وہ معاویہ کو حضرت امیرالمومنینؑ کے ساتھ جنگ کرنے پر اکساتی رہی تھی - رجوع بہ تتمہ روایت پس معاویہ نے کہا برادرزادے اپنے سنا ہے کہ تم قرضدار ہو کتنا قرضہ تمہارے ذمہ ہے فرمایا ایک لاکھ درہم کہا میں تین لاکھ کا تمہاری خاطر حکم دیتا ہوں لاکھ سے قرضہ چکاؤ ایک لاکھ گھر والوں میں تقسیم کرو - ایک لاکھ خاص اپنے لئے رکھو - اب بعزت و احترام یہاں سے تشریف لیجاؤ اور رقم مذکورہ وصول کرو حضرت وہاں سے اٹھ گئے تو یزید نے معاویہ سے کہا حسنؑ نے جو چاہا تمکو سنایا اور الٹا تمنے تین لاکھ روپیہ اُن کو دیدیا - معاویہ نے کہا بیٹا خلافت بحق انکا حق ہے تیرے پاس ان میں سے کوئی آئے تو ان کی فیضرسانی میں دریغ نکرنا ؛

جواب آنجناب بمعاویہ از جنگ فرقہ خوارج

حوثرہ اسدی نے معاویہ پر خروج کیا تو اس نے حضرتؑ کے پاس کسی کو بھیجکر درخواست کی کہ آپ اس کے ساتھ جنگ کرنے کے متولی ہوں آپ نے فرمایا قسم خدا کی میں نے مسلمانوں کی خونریزی سے بچنے کے لیے تیرے ساتھ جنگ نہ کی تو اب تیری طرف سے ان لوگوں سے کیوں لڑنے لگا جن کی نسبت قسم بخدا تو اولی بجنگ ہے - حقیر مولف کہتا ہے کہ حوثرہ مذکور جسنے معاویہ پر خروج کیا غالباً خارجی تھا آپ نے معاویہ سے جنگ کرنے کو اُن کے لڑنیکی نسبت اس لیئے اولی کہا کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے معاویہ اور خوارج کی نسبت فرمایا تھا ھم طلبوا الحق فلم یدرکوا و ھو طلب الباطل فنالہ یعنی یہ خارجیوں نے طلب حق کیا اسکو نہ پہنچے اور معاویہ نے باطل کی خواہش کی اسپر قائز ہوا اس لئے آپ نے اس کے ساتھ جنگ کرنیکو بہ نسبت ایک خارجی کے اولی فرمایا

توجیہ قولِ معاویہ از جناب امام حسنؑ

کسی نے آپ سے کہا تم میں عظمت ہو فرمایا نہیں بلکہ عزت ہے بموجب قول حق سبحانہ تعالیٰ وَلِلّٰہِ العزۃ ولرسولہ وللمومنین عزت اللہ کے واسطے ہے اور اسکے رسول کے اور مومنوں کے لیے۔ نیز معاویہ نے کہا ہاشمی سخی وجواد نہو تو اپنی قوم کے مشابہ نہیں۔ مخزومی میں فخر وغرور نہو تو وہ اپنی قوم سے نہیں اور زبیری میں شجاعت نہو تو وہ اپنے قبیلہ سے ملتا جلتا نہیں۔ اموی میں حلم وبردباری نہیں تو وہ بنی امیہ سے نہیں۔

حسنِ مجتبیٰ نے اسکا یہ کلام سنا تو فرمایا یہ اسکی اپنی قوم کی خیرخواہی ہے اور اورونکی بدخواہی۔ کیونکہ مدعا اسکا یہ ہے کہ بنی ہاشم کے جو کچھ ہاتھ میں ہے اُسے لُٹا کر فقیر ہو جائیں اور زبیری جنگ وجدال میں مصروف رہکر فنا ہو جائیں اور مخزومی فخر وغرور کرکے جہان کو اپنا دشمن بنالیں اور بنی اُمیّہ تحمل سے کام لیکر عزیز ترین خلائق ہو جائیں۔

سوال وجواب مروان با آنحضرت

عقد ابن عبدربہ میں نقل ہوا ہے کہ ایکبار مروان حکم نے بمواجہ معاویہ امام حسنؑ سے کہا اے حسنؑ تمہاری شارب دمونچھوں پر جلدی سے بڑھاپا آگیا اور یہ اہل یمن کے نزدیک حماقت کی نشانی تھی۔ حضرتؑ نے فرمایا تیرا گمان باطل ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ ہم بنی ہاشم کے منہ پاکیزہ اور لب شیریں ہوتے ہیں ہماری عورتیں رغبت سے انکو چومتی اور ان پر سانس لیتی ہیں بخلاف تمہارے اے بنی امیہ کہ گندہ دہن ہوتے ہو لہٰذا تمہاری عورات اپنے مونہوں کو تمہارے رخساروں کی طرف پھیرتی اور وہاں سانس لیتی ہیں اسلئے تمہارے رخساروں کے بال پہلے سفید ہوتے ہیں۔ مروان نے کہا ہاشمیوں میں ایک اور خصلت شہوت جماع کی بڑھی ہوئی ہے فرمایا ہاں یہ خصلت ہماری عورتوں سے اٹھا کر مردوں میں رکھی گئی ہے۔ بخلاف بنی امیہ کے کہ اُن کے مردوں سے لیکر عورات میں داخل ہوئی ہے۔ پس ایک اموی عورت کی تسلی ہاشمی مرد ہی کر سکتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا اتنا کہکر حضرت وہاں سے اُٹھے اور یہ خیال کرکے کہ اس مردو نے کیسی لغو بحث چھیڑ کر مجھکو اسکی جواب دہی پر مجبور کیا اسکا کفارہ یاد مرگ سمجھکر تمثیلاً یہ اشعار پڑھے ؎

وما رست ھذا الدھر خمسین حجۃ   وخمسا ارجی قابلا بعد قابل

فما انا فی الدنیا بلغت جسیمها ولا فی الذی اھوی کدحت بطائل

فقد اشرعتنی فی المنایا اکفھا وایقنت انی رھن موت معاجل

میں نے دنیا کا پانچ اوپر پچاس سال تجربہ کیا اور سال بسال امیدوار کامیابی و مطلب رسی رہا پس دنیا میں مطلب عالی حاصل کر سکا نہ ان امور میں جو میری محبوب شے ہے یعنی دینداری میں نفع اٹھایا حتی کہ اس نے یعنی دنیا نے مار ڈالنے کے لئے اپنے پنجے کھولدئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ جلد آنے والی موت کا ہاتھ میں گرو ہو جانے والا ہوں۔

مفاخرت قریش در مجلس معاویہ

ایک روز قومی دربار تھا معاویہ کے آگے وجوہ قریش جمع تھے اور اپنی بزرگی اور بڑائی کے راگ الاپ رہے تھے۔ امام حسنؑ بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ مگر خاموش بیٹھے انکی لن ترانیاں سُن رہے تھے۔ معاویہ آپکی طرف ملتفت ہوا اور براہ شیطنت کہ چھیڑ کر تماشا دیکھے) بولا یا ابا محمد مالک لا تنطق فواللہ ما انت بمشوب الحسب ولا بکلیل اللسان اے ابو محمد تم کیوں نہیں کچھ بولتے قسم خدا کی تمہارے نسب میں کوئی عیب نہیں اور نہ تمہاری زبان کند ہے آپنے فرمایا کوئی فضیلت انھوں نے بیان نہیں کی الا مجھکو اس کا لب لباب حاصل ہے پھر فرمایا فیما الکلام وقد سبقت مبرزا سبق الجواد مدی المتنفس[1]۔ کس مقدمے میں کلام کروں میں اس مجمع سے اس طرح سے سبقت لیگیا ہوں جیسے کہ اسپ نجیب میدان وسیع میں مقابل گھوڑوں سے سبقت کر کے دور نکل جائے۔

احتجاج امام حسنؑ در استحقاق خلافت پیش معاویہ

بحار میں سلیم بن قیس ہلالی کی روایت ہے کہ عبداللہ بن جعفر طیار نے کہا ایکبار معاویہ مجھ سے کہنے لگا تم حسنؑ اور حسینؑ کی بہت تعظیم کرتے ہو حالانکہ وہ تم سے بہتر نہیں نہ اُن کے باپ تمہارے باپ سے بہتر تھے اور اگر فاطمہؑ رسول اللہ کی بیٹی نہ ہوتیں تو میں کہہ سکتا تھا کہ تمہاری والدہ اسماء بنت عمیس ان سے کمتر نہیں۔ ابن جعفرؓ کہتے ہیں کہ مجھے اسکا کلام نافرجام سنکر غصہ آیا بحدیکہ اسکو ضبط نہ کر سکا

[1] المتنفس البعید ماخوذ ہی تو لہ ع ب انت فی نفس امرک تو اپنے نفس امر یعنی اسکی وسعت وفراخی میں ہے ۱۲

اور اسی حالت غیظ و غضب میں کہا بیٹے کہ تو حسنین علیہما السلام کے مراتب عالیہ سے واقف نہیں اور نہ اُن کے پدر و مادر کے مدارج سامیہ سے آگاہ ہے ہاں خدا کی قسم وہ دونو مجھ سے بہتر ہیں اور ان کے باپ میرے باپ سے اور ماں میری ماں سے اشرف ہیں میں نے رسول اللہ سے اُن کے اور اُن کے باپ کے حق میں اپنے بچپن کے زمانے میں سُنا اور بغور سُنا اور اسکو یاد رکیا ہے اس وقت مجلس آنحضرت میں میرے اور حسنینؑ و عبداللہ بن عباس اور ان کے بھائی فضل بن عباس کے سوا کوئی نہ تھا۔ کہا جو کچھ تمنے سنا ہے بیان کرو قسم خدا کی تم میرے نزدیک دروغ گو نہیں کہا وہ جو کچھ تیرے دل میں ہے اس سے بڑی باتیں ہیں معاویہ نے کہا ان کو بیان کرو ہر چند کہ وہ کوہ حرا سے بڑے ہوں جب شامیوں سے یہاں کوئی سننے والا نہیں تو مجھکو کچھ بھی اندیشہ نہیں اور جب تمہارے طاغی (مراد امیر المومنینؑ) کو خدا نے ہلاک کر دیا اور حق اپنے مرکز کی طرف راجع ہو گیا تو ہمکو ذرا پروا نہیں جو چاہو تم کہو اور جس بات کا چاہو دعوےٰ کرو ہمارا نقصان نہیں عبداللہ نے کہا رسول اللہ نے علیؑ کو فرمایا اے برادر میں مومنوں کے لئے اُن کے نفسوں سے زیادہ اولیٰ ہوں اور جن کے لئے میں انکے نفسوں سے اولیٰ ہوں ان کے لئے اے علیؑ تو اولےٰ ہے علیؑ اس وقت اُن کے سامنے بیٹھے تھے اور مکان میں حسنؑ و حسینؑ و عمر بن ام سلمہ و اسامہ بن زید تھے۔ نیز فاطمہ زہراؑ و ابو ذرؓ و مقدادؓ و زبیر بن العوام بھی حاضر تھے رسولؐ اللہ نے علیؑ کے بازو پر ہاتھ مارا اور جو پہلے کہا تھا اسکا تین بار تکرار کیا پھر دوازدہ امام اہل بیتؑ کی تنصیص و تصریح فرمائی۔ پھر ارشاد کیا کہ میری امت میں بارہ امام ضلالت بھی کھڑے ہوں گے جو خود گمراہ ہوں گے اور اوروں کو گمراہ کریں گے۔ دو قریش سے تین بنی امیہ سے اور سات باقی اولاد حکم بن العاص سے معاویہ نے کہا جو کچھ تو کہتا ہے راست ہی تو میں اور مجھسے پہلے تین خلیفہ سب ہلاک ہوئے اور تمام امت جو ہماری حقانیت کی قائل ہے تمام ہلاک ہوئی۔ عبداللہ جعفر نے کہا جو کچھ ہو قسم خدا کی مینے جو کچھ کہا حق و صدق ہے مینے اسی طرح رسول اللہ سے سنا ہے اس وقت معاویہ نے امام حسنؑ و امام حسینؑ و عبداللہ بن عباس سے کہا تمنے ابن جعفر کا کلام سنا راوی کہتا ہے کہ یہ ذکر اوّل سال جماعت کا ہے جبکہ جناب امیر المومنینؑ درجۂ رفیعۂ شہادت پر فائز ہوئے اور معاویہ پر اجتماع خلائق ہوا اور وہ مدینہ آیا۔ ابن عباس نے اسکے درجواب کہا جن لوگوں کے اُنھوں نے نام لئے ہیں کسی کو بھیجکر ان کو بلا لو اور اُن سے تصدیق کرو معاویہ نے عمر بن ابی سلمہ اور اسامہ بن زید کو طلب کیا اُنھوں نے شہادت دی کہ جو کچھ عبداللہ بن الطیارؓ نے کہا درست کہا ہمنے رسول اللہ سے یہی سنا ہے پھر مزید تاکید کے لئے حسنین علیہما السلام اور ابن عباس اور فضل و پسر ام سلمہ سے مجدداً پوچھا۔ تم سبکے سب نے کہا پسر جعفر کا قول درست ہے سب نے بالاتفاق کہا

اس میں ذرا شک وشبہہ نہیں۔ معاویہ نے کہا اے اولاد عبدالمطلب تمنے عظیم دعویٰ کیا اور بہت بڑی حجت لائے جو کچھ تمنے کہا درست ہی تو سب لوگ اندھے سخت غفلت میں پڑے ہیں اور یہ حق ہے تو تمام امت ہلاک ہوئی اور دین و آئین سے پھر گئی اور خدا و رسولؐ سے کافر ہوگئے سوائے تم اہل بیت کے یا قدرے قلیل تمہارے پیروؤں اور شیعوں کے۔ ابن عباس نے کہا پھر اس میں کیا مضائقہ ہے تابعین حق ہمیشہ کمتر ہوتے ہیں خدا تعالےٰ خود قرآن میں فرماتا ہے وقلیل من عبادی الشکور میرے بندگان شکر گذار کمتر ہیں۔ نیز اسکا ارشاد ہی وقلیل ماھم وہ قلیل کمتر ہیں اے معاویہ یہ تعجب کی کیا بات ہے۔ تعجب کرتا ہے تو ساحران فرعون سے کہ جنہوں نے اس سے کہا فاقض ما انت قاض تو جو چاہے حکم کر ہم تیری پیروی نہ کرینگے یہ کہکر حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے۔ پس تو خیال کر کہ وہ قوم فرعون کی نسبت کس قدر تعداد میں کم تھی۔ نیز بنی اسرائیل جنھوں نے اتباع موسیٰ کیا اور اُنھوں نے عجائبات دریا دکھا کر ان کو عبور کرایا اور قوم فرعون اُن کے سامنے غرق دریا ہوئی وہ سب موسیٰؑ کی تصدیق کرتے تھے۔ مگر نیل سے نکلکر لوگوں کو بت پرستی کرتے دیکھا تو کہنے لگے یاموسیٰ اجعل لنا الٰھا کما لھم الٰھۃ اے موسیٰ تم ہمارے لئے بھی ایک معبود مقرر کردو جیسے اُن کیلئے معبود ہیں اُنھوں نے کہا تم قوم جاہل ہو۔

پھر سب کے سب سوا ہارون کے گوسالہ پرست ہوگئے قالوا ھذا الھکم و الہ موسیٰ اُنھوں نے کہا یہ ہے تمہارا خدا اور موسیٰ کا خدا بعد ازاں حضرت موسیٰ نے حکم دیا کہ ارض مقدس میں داخل ہو تو اُنھوں نے جواب دیا جسکی حقتعالیٰ قرآن مجید میں حکایت کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے فقال موسیٰ رب انی لا املک الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین موسیٰ نے کہا اے پروردگار میرے مجھے فقط اپنا اور اپنے بھائی کا اختیار ہے پس ہمارے اور اس قوم فساق کے درمیان جدائی ڈال۔ پس اس امت کے لوگوں کا اپنے سرداروں کی اطاعت کرنا جو رسول اللہ سے قرابت بھی رکھتے اور دین محمدؐ اور قرآن کا اقرار کرتے گو بعد کو بباعث کبر و حسد اپنے مولے اور امام سے برگشتہ ہوگئے اس سے عجیب تر نہیں کہ بنی اسرائیل نے زیورات کو پگھلا کر گوسالہ بنایا اور اسکی عبادت کرنے لگے اسکو سجدہ کرتے اور کہتے تھے کہ وہ رب العالمین ہے اور سوائے ایک ہارون کے تمام اسپر متفق ہوگئے بیان تو پھر بھی ہمارے امام کے ساتھ جو رسول اللہ سے بمنزلہ ہارون من موسیٰ تھے ان کے گھرانے کے لوگ اور سلمان و بوذر و مقداد و زبیر باقی رہی گو بعد کو زبیر بھی پھر گیا۔ الا دیگر اشخاص مرتے دم تک اعتقاد صحیح پر قایم رہے۔

اور اے معاویہ تو اسپر تعجب کرتا ہے کہ حقتعالےٰ نے آئمہ اثنا عشر کے نام یکے بعد دیگرے بتائے اور رسول اللہ نے بروز غدیر اور دیگر مواقع میں ان پر نص فرمائی اور انکی اطاعت کی تاکید کی اور بتایا کہ اول انمیں علی ابن ابیطالب

ہیں ولی ہر مومن اور مومنہ کے اور خلیفہ اور جانشین آنحضرت کے ہیں حال انکہ تو جانتا ہے کہ آنحضرت نے جنگ موتہ کے
لیئے لشکر بھیجا تو جعفر بن ابیطالب کو اسکا امیر مقرر کیا اور فرمایا کہ انکو کوئی حادثہ پیش آئے تو زید بن حارثہ وہ بھی مارا
جائے تو عبداللہ بن رواحہ امیر لشکر ہو چنانچہ یہ تینوں اسروز قتل ہوئے وہ حضرت خود لشکر کی سرداری کے لیئے
یکے بعد دیگرے چند اشخاص مقرر کرتے تھے تیرے خیال میں آتا ہے کہ اپنے بعد امت کو بے سردار چھوڑ جائیں
کہ وہ اپنے لیئے جسکو چاہیں امیر مقرر کرلیں کیا ان لوگونکی رائے رسول اللہ کی رائے سے صایب تر تھی پس یہ تحقیق
ہے کہ آنحضرت نے انکو ضلالت و گمراہی میں نہیں چھوڑا ان لوگوں نے آپکے بعد جو چاہا کیا جس کو چاہا خلیفہ بنا لیا
اور یہ جو انھوں نے علی کی عداوت میں رسول اللہ پر تہمت لگائی ہے کہ آپنے فرمایا ان اللہ لم یکن یجمع لنا
اهل البیت النبوۃ والخلافۃ کہ اللہ تعالیٰ ہم اہل بیت کے لیئے نبوۃ و خلافت جمع کرنے والا نہیں یہ محض نکا
دروغ بے فروغ و زور و بہتان ہے اپنے دغا اور فریب سے لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں معاویہ امام حسن کی طرف
متوجہ ہوا کہ آپ اسمیں کیا کہتے ہیں حضرت نے فرمایا اے معاویہ تونے جو کچھ کہا اور ابن عباس نے جو جواب دیا میں نے سنا
تعجب ہی تیری بیحیائی پر اور خدا کے سامنے میری جرات پر تو کہتا ہے کہ خدانے تمہارے طاغی کو ہلاک کیا اور حق اپنے مرکز
کی طرف رجوع ہوا پس مرگز معدن و خلافت تو ہوا نہ ہم وائے ہو تجھپر اور تیرے پیش روؤں پر جنھوں نے تجھے اس
جگہ بٹھایا ہے۔ میں جو بات کہنا چاہتا ہوں تو ہرگز اسکا اہل و لائق نہیں الا اس لیئے کہتا ہوں کہ تیرے عزیز و اقارب
جو یہاں جمع ہیں اسکو سنیں ۔ وہ یہ کہ مسلمانوں نے بہت سی باتوں پر اجتماع و اتفاق کیا کہ ذرا اختلاف ان میں
نہیں ۔ مثل اعتقاد و اقرار کلمہ شہادتین لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ کو وجوب نماز ہائے پنجگانہ و زکواۃ
واجبی و روزہ ماہ رمضان و حج خانہ کعبہ وغیرہ اشیاء و طاعت خدا وغیرہ جن کا احصا و شمار مشکل ہے علی ہذا
امور محرمہ زنا، چوری، کذب، قطع رحم، خیانت وغیرہ معاصی خدا ہیں کہ بیحد و شمار ہیں متفق ہین الا بعض امور میں
اُنھوں نے اختلاف کیا اور فرقہ فرقہ ہوگئے یہاں تک کہ ایک دوسرے کو لعنت کرے اور باہم لڑنے جھگڑنے
لگے ۔ وہ خلافت و امامت ہی اسمیں ہر ایک اپنی نیتیں حق پر کہتا ہے دوسرے کو باطل جانتا ہے اور ان سے
برات و بیزاری ڈھونڈتا ہے ۔ ہم اہل بیت رسالت کا یہ قول ہی کہ امام خلائق ہمیں ہیں خلافت ہمارے سوا کسی کو
نہیں پہنچتی اللہ تعالے نے ہمکو بموجب اپنے کلام پاک و سنت صاحب لولاک اسکا اہل و لایق بنایا اور علوم جو
اس منصب عظیم کے لیئے درکار ہیں سب ہمارے پاس مخزون و مجموع ہیں حتی کہ جو حالات قیامت تک حادث ہونے
والے ہیں وہ ہمارے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں رسول اللہ ان کو تبلاتے اور علی ابن ابیطالب انکو لکھتے گئے ہیں

پھر فرمایا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ہم سے اولیٰ بخلافت ہیں حتیٰ کہ تیرا بھی اے پسر ہند یہی خیال ہے تیرا قول ہے کہ عمر خطاب نے امیرالمومنین کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم قرآن ایک صحیفہ میں جمع کرتے ہیں تمہارے پاس جس قدر ہو بھیجدو تاکہ اس میں داخل کردیں وہ حضرت عمر کے پاس گئے اور کہا میں تجھے قرآن نہ دوں گا خواہ اس میں میری جان تک کام آئے کہا کیوں نہیں دینے کے فرمایا الراسخون فی العلم کہ قرآن میں مذکور ہے اس سے مراد خدا وند بجا میں ہوں تو اور تیرے اصحاب نہیں عمر کو غصہ آیا کہا تم کہتے ہو کہ علم میرے سوا اور کسی جگہ نہیں یہ کہکر حکم کیا کہ جو لوگ قرآن پڑھنے والے ہیں میرے پاس چلے آئیں پس جو کوئی آیات قرآنی لاتا اور ایک گواہ اسکے ساتھ ہوتا کہ واقعی یہ قرآن ہے عمر اسکو لکھ لیتا جسکا کوئی گواہ نہ ہوتا اسکو رد کرتا۔ پس کہنے لگے کہ قرآن سے بہت کچھ ضائع ہو گیا یہ انکی دروغگوئی ہے ورنہ قرآن مجید اسکے اہل کے پاس تمام موجود ہے۔ پھر عمر نے اپنے امرا و قضاۃ کو حکم دیا کہ آج سے سبھی اپنی رائے سے فصل خصومات کرو پس عمر اور اسکے نواب قضیئے فیصل کرتے بعض اوقات اس میں عاجز رہ جاتے تو میرے باپ جاتے اور اس مہلکہ سے انکو نجات دلواتے اور حجت انکے اوپر تمام کرتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ وہ لوگ ایک ہی طرح کے احکام مختلف قضایا میں صادر کرتے اور وہ اسکو روا رکھتا کیونکہ حق تعالےٰ نے ان کو علم و حکمت و فصل الخطاب عطا نہیں کیا تھا پھر فرمایا کہ اہل قبلہ سے بعض وہ لوگ ہیں جو ہم سے زیادہ اپنے تئیں شایان خلافت اور معدن علم جانتے ہیں ہم اللہ سے ان ظالموں پر خواہان امداد ہیں اُنھوں نے ہمارے حق کا انکار کیا اور ہم پر ظلم روا رکھا اور ہماری گردنوں پر اوروں کو سوار کیا جیسا کہ تو اے معاویہ ان امور کا مرتکب ہوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

نیز حضرت نے فرمایا کہ لوگ تین طرح پر ہیں ایک اہل ایمان کہ ہمارا حق پہچانتے اور اسکو تسلیم کرتے ہیں اور ہمکو اپنا امام جانتے ہیں وہ بے شک نجات یافتہ ہیں اولیاء خدا ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں کہ ہمارے دشمن ہیں ہم سے برات و بیزاری چاہتے ہیں اور ہمارے حق سے صریح انکار کرتے ہیں حتیٰ کہ ہمارا خون حلال جانتے ہیں وہ قطعی فاسق بلکہ کافر مشرک ہیں اور اپنے کفر و شرک سے واقف نہیں کما یسبوا اللہ بغیر علم جیسا کہ لاعلمی میں خدا کی مذمت کرتے ہیں تیسری وہ لوگ ہیں متفق علیہ امور کو لیتے ہیں اور مشکل باتونکو سپرد خدا کرتے ہیں باوجودیکہ ہم سے محبت رکھتے ہیں مگر ہمکو اپنا امام اور پیشوا نہیں جانتے۔ ہمارے ساتھ دشمنی نہیں رکھتے الا ہمارے حقوق کے عارف بھی نہیں ہمکو امید ہے کہ حقتعالےٰ روز قیامت انکو نجات بخشے اور داخل جنت فرمائے یہ گروہ مستضعفین سے ہیں۔ اسپر جلسہ برخاست ہوا اور معاویہ نے حاضرین کو جائزہ و انعام دیا۔

امام حسنؑ اور عمرو عاص کی گفتگو

ابن ابی الحدید نے ابو الحسن مدائنی سے نقل کیا ہے کہ عمر عاص ایکبار ہنگام طواف کعبہ امام حسنؑ سے ملا اور کہنے لگا اے حسنؑ تمہارا خیال ہے کہ دین تمہارے اور تمہارے باپ کے بغیر قایم نہیں رہ سکتا تم نے دیکھ لیا کہ حق تعالے نے معاویہ کو اسپر قایم کر دیا اب وہ متزلزل ہونے کے بعد استوار ہے اور خفا کے بعد چمک رہا ہے کیا تمہارا گمان ہے کہ وہ سبحانہ قتل عثمان پر راضی ہے، کیا یہ روا ہے کہ تم بغیہ کے پوست اندرونی کی مثل باریک پارچے تھے - مانند ماشتر خراس اس مکان کے گرد گھومتے پھرو حال آنکہ تم نے ہی عثمان کو قتل کیا قسم خدا کی وہ سبحانہ پریشانیوں کا دور کرنے والا اور صعوبتوں کا سہل و آسان فرمانے والا ہے - معاویہ تمکو بھی اُسی حوض سے پانی پلائیگا جس سے تمہارے باپ کو پلایا ہے - جناب امام حسنؑ نے یہ بکواس پسر عاص کی سنکر فرمایا اہل جہنم کی درحقیقت یہی علامت ہے کہ دوستان خدا کے دشمن اور اعدائے خدا کے دوست ہوتے ہیں واللہ کہ تجھکو بخوبی معلوم ہے کہ علی علیہ السلام وہ شخص ہیں جو دین خدا میں بقدر طرفۃ العین شک نہیں لائے - اے پسر ام عمرو اپنی زبان بند کر ورنہ اپنی سنان لسان سے کہ تیغ براں سے کم نہیں تجھکو بری طرح مجروح کروں گا یہ امر تجھپر مخفی نہیں کہ میں زبان آوری میں کسی سے کم نہیں اور قریش میں بمنزلہ واسطۃ العقد (عقد کا درمیانی موتی) ہوں میرا نسب معروف ہے - دعی یعنی باپ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب نہیں کیا گیا برعکس اسکے تو اپنا حال جانتا ہے کہ چند کس تیرے باپ ہونے کے دعوی دار تھے ان میں سے ایک قصاب نحر کنندۂ شتران نے ان پر غلبہ پایا جو نسب میں سب سے پست اور نجابت میں تمام سے گرا ہوا تھا - دور ہو میرے پاس سے کہ تیری اصل بالتحقیق رجس و نجس ہے ہم اہل بیت اطہار ہیں حق تعالے نے ہر رجس و پلیدی کو ہم سے دور کیا ہے اور پاک کیا ہے جو حق پاک کرنے کا تھا عمرو عاص بیچارا نیند و لاجواب ہو کر محزون و غمناک وہاں سے واپس ہوا۔

کید شیطان ضعیف و کید خدا شدید ہے

کافی میں اسمعیل بن ریان سے نقل ہے کہ حسنؑ مجتبیٰ ایک روز مسجد رسول اللہ میں بنی امیہ کے حلقے کے پاس سے گذرے یہ اس زمانہ کا مذکور ہے کہ معاویہ حکومت ظاہری پر غلبہ پا چکا تھا حضرت کو دیکھ کر وہ اشرار باہمدیگر اشارے کنائے کرنے لگے آپ نے وہاں سے گذر کر دو رکعت نماز بدرگاہ بے نیاز پڑھی اور ان کی طرف متوجہ ہوئے

اور فرمایا میں نے تمہارے غمزے اور اشارے دیکھے قسم خدا کی تمہاری حکومت ایک دن ہوگی تو ہماری دو دن اور تمہاری ایک ماہ ہوگی تو ہماری دو ماہ اور تم ایکسال بادشاہی کروگے تو ہم دو سال کریں گے اور خدا کی قسم ہم تمہارے عہد حکومت میں کھاتے پیتے۔ لباس پہنتے سوار ہوتے اور بیاہ شادی کرتے ہیں تم ہماری بادشاہی میں ان سب باتوں سے محروم رہوگے نہ کھا پیوگے اور نہ نکاح زنان کر سکوگے کسی شخص نے کہا اے ابو محمد یہ کیا بات آپنے کہی تم میں سب سے زیادہ رحم ورافت وبذل وسخاوت ہے۔ پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ تم ان کی حکومت میں آرام پاؤ اور ان کو اپنے زمانہ میں کوئی کام کرنے نہ دو۔ فرمایا ہاں یہی بات ہے اُنھوں نے جو ہم سے عداوت کی تو بکید شیطان کی در ہماری ان کے ساتھ عداوت بکید خدا ہے اور کید شیطان ضعیف ہے وکید اللہ شدید کید خدا سخت وشدید ہے۔

ابن زبیر و ابو سعید بن عقیل کی باہمی گفتگو

عبد اللہ بن زبیر بھی وہاں بیٹھا تھا معاویہ کی شیطانی کی عادت تھی کہ قریش کے درمیان تکرار کراکر خود تماشہ دیکھتا کہنے لگا اے ابو محمد علی و زبیر میں عمر میں بڑا کون تھا امام حسنؑ نے کہا دونکی عمر قریب قریب برابر ہی تھی الا علیؑ قدرے بڑے تھے رحمہ اللہ علیا خدا علیؑ پر رحمت کرے۔ ابن زبیر نے کہا رحمہ اللہ الزبیر زبیر پر بھی خدا رحمت کرے۔ ابو سعید بن عقیل بن ابیطالب وہاں حاضر تھے بولے اے عبد اللہ اُنھوں نے جو اپنے باپ پر رحمت خدا بھیجی تو تجھے اسپر جوش آیا کہا میں نے بھی اپنے باپ پر رحمت بھیجی ابو سعید بولے تو نے زبیر کو علیؑ کا ہمسر اور برابر خیال کیا ابن زبیر نے کہا کون سے شے مجھے اس مانع ہے دو نو قریش سے ہیں۔ دونو نے اپنی طرف خلق کو دعوت کیا اور کامیاب مراد ہوئے ابو سعید نے کہا اے عبد اللہ یہ خیال دل سے دور رکھو علیؑ قریش سے ہیں اور رسولؐ اللہ سے جو قرب ومنزلت رکھتے ہیں اس سے تو بھی واقف ہے اُنھوں نے جو اپنی طرف خلائق کو دعوت دی تو انکی متابعت کی گئی اور ریاست اُن کے لئے تھی اور زبیر نے جس امر کی طرف خلقت کو بلایا اس میں رئیس ایک عورت تھی اور جب فریقین کا مقابلہ ہوا تو پچھلے پاؤں پھرا اور پشت موڑ کر بھاگا او قبل اسکے کہ حق الامر ظاہر ہو اُسے اخذ کرے اور باطل پامال ہو اسکو چھوڑ دے پس ایک مرد نے اُسے جالیا کہ اگر اسکے کسی عضو سے قیاس کرتے تو اسکی برابر بھی نہ نکلتا اس نے اسکا سر کاٹا اور سلاح وسلب اتارا کر علیؑ کے پاس سر لے آیا حضرت اس سے اسی طرح پیش آئے جیسا کہ کسی اور ابن عم سے حسب عادت

پیش آتے فرحم اللہ علیا ابن زبیر بولا اے ابوسعید تیرے سوا کوئی اور یہ کلام کرتا تو اُسے حقیقت معلوم ہو جاتی - کہا جسکی طرف تیرا اشارہ ہے (یعنی امام حسنؑ) وہ مجھسے اعراض کرتے ہیں اور تجھکو لائق خطاب نہیں جانتے - معاویہ نے انکو روکدیا دونو خاموش ہوگئے - عائشہ کو جو اس مکالمہ کی خبر پہنچی تو ایک روز ابوسعید اُنکے مکان کے نیچے سے گذر رہے تھے پکاریں اے ابوسعید تمنے میرے خواہرزادہ کے ساتھ یہ اور یہ باتیں کیں - ابوسعید اِدھر اُدھر دیکھنے لگے جب کوئی شے آس پاس نظر نہ آئی - تو بولے شیطان ہے کہ تجھے دیکھتا ہے تو اُسے نہیں دیکھ سکتا - عائشہ نے کہا شاباش کیا لسان تیز زبان ہے (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید)

بعضے از حالات و مقالات اہل زمان آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ

بحار میں خصال شیخ صدوقؒ سے منقول ہے کہ عبدالملک ابن مروان نے کہا ہم ایکروز معاویہ کے پاس حاضر تھے اسوقت قریش کے بہتسے اشخاص انکی مجلس میں تھے منجملہ اُنکے چندکس بنی ہاشم سے بھی شریک تھے - معاویہ نے کہا ای بنی ہاشم تمکو ہمپر کیا فخر و فوقیت ہے - حالانکہ ہم سب ایک ماں ایک باپ سے پیدا ہوئے - ایکجگہ پیدا ہوئے - عبداللہ بن عباس وہاں موجود تھے بولے ہمکو تمہارے اوپر وہ فخر ہے جو تو دیگر قریش پر ظاہر کرتا ہے اور جس سے تمام قریش انصار پر فخر کرتے ہیں اور انصار تمام عرب پر اور کل عرب جملہ اعجام پر فخر کرتے ہیں وہ فخر ذات پاک رسول خدا محمد مصطفیٰ ہے جس سے تو انکار نہیں کرسکتا اور راہ گریز تجھ سے مسدود ہے - معاویہ نے کہا یا ابن عباس تو زبان گویا رکھتا ہے جس سے تیرا باطل ورونکی حق پر غالب آجاتا ہے - ابن عباس نے کہا باطل کبھی حق پر غالب نہیں آیا کرتا مگر حسد بری عادت ہے اسکو چھوڑدے معاویہ نے کہا درست کہا تو نے قسم خدا کی میں تجھکو چار خصلتوں سے دوست رکھتا ہوں اور تیری چار خصلتوں سے درگذر کرتا ہوں لیکن وہ چار خصائل جن سے دوست رکھتا ہوں - ایک تیری رسول اللہ سے قرابت قریبہ ہے دوسرے تو خالص اولاد عبد مناف سے ہے میرے کنبے قبیلہ کا ہے تیسرے میرے اور تیرے باپکے درمیان دوستی تھی چوتھی وجہ یہ کہ تو لسان قریش اور انکا زعیم و فقیہ ہے اور تیری وہ چار باتیں جو معاف کیں ایک تیرا بروز صفین ہمارے دشمنوں کے ساتھ دوڑے پھرنا میں نے اسکو بخشا دوم اور ونکے ساتھ شامل ہوکر تیرا عثمان کے حق میں بدی کرنا تیسرے ام المومنین عائشہ سے تیرا بجنگ وجدال پیش آنا چوتھے زیاد کے نسب کو مجھسے جدا کرنا - پس مینے جو اس معاملہ میں غور وخوض کیا تو کتاب خدا یعنی کلام اللہ سے اور شاعرونکے کلام سے تیرے لئے عذر نکالا کلام اللہ کی یہ آیہ تیرے لئے تیری معذرت کیلئے کافی ہے خلطوا عملاً صالحاً واٰخر سیئاً انھوں نے عملہائے نیک و بد کو باہم خلط ملط کردیا

اور قول شعرا سے برادر بنی دینار کا یہ کلام ہے

ساقبل ممن قد احب جمیلہ　　　　واغفر ماقد کان غیر ذالکا

میں اپنے دوستوں کی نیک کاموں کو قبول کرتا ہوں اور انکے برخلاف کو اُنسے معاف کرتا اور بخشدیتا ہوں اتنا کہہ کر معاویہ خاموش ہوگیا - ابن عباس نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا اے معاویہ تیرا یہ قول کہ قرابت رسول کی وجہ تجھکو دوست رکھتا ہوں سو یہ تیرے اوپر اور ہر مسلمان پر جو خدا و رسول پر ایمان لائے فرض عین ہے کیونکہ بموجب قول حق سبحانہ تعالیٰ یہ اجر رسالت ہے چنانچہ ارشاد باری ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربیٰ کہدے اے محمد کہ میں تمسے اجر رسالت نہیں مانگتا بجز اسکے کہ میرے رشتہ داروں عزیزوں سے محبت کرو پس جو مسلمان رسول اللہ کے اس سوال کی اجابت نہ کرے وہ خسارے اور نقصان میں ہے اور جہنم کا مستحق ہے اور یہ جو کہا کہ میں تیرے کنبے اور قبیلے سے ہوں تو یہ امر واقعی ہے اور تیرا ارادہ اس سے صلہ رحم کا ہے اور خدا کی قسم کہ تو آج اس قطع و برید کا وصل کرنیوالا ہے جو بحالت کفر تجھ سے واقع ہوئی اور جو بقول رسول خدا لا تثریب علیکم الیوم کوئی گرفت آج تمپر نہیں مغفور و معاف ہو چکی ہے اور تیرا یہ کہنا کہ میرے اور تیرے باپ کے درمیان دوستی تھی فی الواقع امر ایسا ہی تھا اور اسمیں قول شاعر سابق ہو چکا ہے ؎

ساحفظ من واخی ابی فی حیاته　　　　واحفظه من بعده فی الاقارب

میں نگہبانی کرتا ہوں انلوگوں کی جنسے میرا باپ اپنی زندگی میں دوستی رکھتا تھا اور انکے بعد انکے رشتہ داروں میں بھی رعایت رکھونگا - پھر کہا اور تو نے جو کہا کہ میں لسان قریش اور انکا زعیم و فقیہہ ہوں اسمیں کوئی ایسی بات بھی ایسی نہیں جو مجھمیں ہو اور تو اسمیں میرا شریک اور سہیم نہو یہ تیرا افضل و احسان ہے کہ مجھکو اپنے اوپر فضیلت و فوقیت دیتا ہے اسمیں بھی پہلے شاعر کہہ گیا ہے ؎

وکل کریم للکرام مفضل　　　　یراہ لہ اہلا وانکان فاضلا

(ترجمہ) کریموں کا دستور ہے کہ دیگر کرام کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں جنکو کہ انکا اہل پاتے ہیں ہر چند کہ وہ خود صاحب فضیلت ہوتے ہیں - اور جنگ صفین میں میرا شامل ہونا پس قسم خدا کی میں ایسا نکرتا تو ناکس و لئیم ترین مردم سے ہوتا اے معاویہ تو جائز رکھتا ہے کہ میں اپنے برادر اور ابن عم امیر المومنین سید و سردار مسلمین کو چھوڑ دوں حالانکہ جملہ مہاجرین و انصار و مسلمانان ابرار آپکے گرد و پیش جمع ہوں کیونکر ایسا کر سکتا تھا - کیا مجھکو اپنے دین و ایمان میں شک تھا یا اپنی سجیت و خصلت میں حیران تھا یا اپنی جان آنحضرت سے دریغ کرتا تھا اور خذلان عثمان کا جو تو نے ذکر کیا پس مجھسے زیادہ قریبی رشتہ دار و نزدیک اسکے مخذول کیلئے اس مقدمہ میں دور و نزدیکوں کی پیروی کی اسپر بھی اسکے قتل میں ساعی نہوا بلکہ اہل مروت و دانش کیطرح اس سے دفع بلا میں سرگرم رہا اور عائشہ کے بارے میں میرا جواب یہ ہے کہ حقتعالیٰ نے اسے اپنے گھر میں رہنے - اور پردے

میں بیٹھنے کا حکم دیا تھا اس نے چادر شرم و حیا سر سے اتار ڈالی تو ہم نے اسکے ساتھ حتی المقدور اچھا سلوک کیا اور اسکے مکان میں اسے پہنچا دیا اور زیاد کو تیرے نسب سے مینے دور نہیں کیا رسول اللہ نے اسے نفی کیا ہے۔ جبکہ فرمایا الولد للفراش وللعاھر الحجر کہ مولود صاحب فراش یعنی شوہر کا ہوگا اور زنا کار کے لئے سنگ حرمان ہے مدعا یہ کہ زیاد بموجب حدیث شریف رسول اللہ تیرے باپ ابو سفیان زانی کا جائز پسر نہیں ہو سکتا ان باتوں کے سوائے معاویہ میں جمیع امور میں تیری خوشی کا خواستگار ہوں۔

عمر عاص کی ابن عباس سے گفتگو

اسپر عمر عاص نے کہا قسم خدا کی اے امیر المومنین یہ کبھی تمہارا دوست نہیں ہوا صرف تیز زبان اس کے منہ میں ہے اسکو جس طرف چاہتا ہے پھیر لیتا ہے اسکی اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے شاعر نے کہا یہ کہکر ایک شعر پڑھا۔ ابن عباس نے کہا قسم خدا کی اے عمر میں تجھ سے للہ و فی اللہ عداوت رکھتا ہوں کبھی اس سے عذر خواہی نہ کروں گا تو نے خطبہ میں کہا تھا انا شانی محمد میں محمد کا دشمن ہوں۔ حقتعالے نے قرآن میں نازل کیا ان شانئک ھو الابتر پس تو دین و دنیا میں ابتر (دم بریدہ ہے) اور شانی محمد یعنی دشمن آنحضرت ہے اسلام و جاہلیت میں حقتعالے فرماتا ہے لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ نہیں پائے گا تو اے محمد ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں خدا اور اس کے رسول پر کہ محبت کریں وہ دشمنان خدا و رسول سے۔ پس تو ہمیشہ خدا و رسولؐ کا دشمن رہا اور رسولؐ اللہ کے مقابلہ میں جد و جہد کرتا رہا سوار اور پیادے ان سے لڑنے کو لایا تا اینکہ حق تعالے نے آنحضرت کو تجھپر غلبہ دیا اور تیرے کید و مکر کو تیرے حلقوم کی طرف رد کیا کہ بحسرت و یاس اپنی حرکات سے باز رہا مگر رسولؐ اللہ کی وفات پر آنحضرت کا اہل بیت کی عداوت کو تازہ کیا یہ باتیں محبت معاویہ و آل معاویہ میں تجھ سے ظاہر نہیں ہوئیں۔ بلکہ محض عداوت خدا و رسولؐ سے اور اس سے کہ قدیم سے آل عبد مناف کا بدخواہ رہا ہے صادر ہوئی ہیں اور میری اور تیری مثال شاعر کے اس قول کے موافق ہے ؎

تمنا ھو لی تدّ فاشتم عرضہ　　　واو ھولی عبد فابطش بالعبد

عمر یعنی عمر و عاص براہ خرزی و خواری مجھ سے معترض ہوا جس طرح کہ بیابان بے آب و دانہ کی رہنی والی کفتار شیر سرخ رنگ کے ساتھ تعرض کرے وہ میری برابر کا نہیں کہ اسکی بے آبروئی کے درپے ہوں نہ وہ

میرا غلام ہے کہ غلاموں کی طرح اسے جھڑک دوں۔ عمرو عاص نے کچھ بولنا چاہا معاویہ نے اسے منع کیا کہ اے عمرو تو اسکا مرد میدان نہیں عمرو نے اسکو غنیمت جانا اور خاموش ہو گیا ابن عباس نے کہا اے معاویہ اسے بولنے دو خدا کی قسم میں اسے ایسا ذلیل کروں گا اور وہ داغ عیب و عار اسپر لگاؤں گا جو قیامت تک چھوٹے اور لونڈی غلام اسکا مدام تذکرہ کریں اور مجالس و محافل میں اس کے گیت گایا کریں معاویہ نے ابن عباس کے منہ پر ہاتھ رکھدیا کہ اے پسر عباس برائے خدا خاموش رہ اسکو اندیشہ ہوا کہ اہل شام یہ فضیحت و رسوائی سنکر کیا کہیں گے ابن عباس کا آخری فقرہ یہ تھا اخسا ایھا العبد وانت مذموم دور ہو اے سگ ناپاک جیسے غلام بحالیکہ تو مذمت کیا گیا ہے اسپر علیحدہ ہوئے ؎

معاویہ کی ابن عباس سے ایک اور چھیڑ چھاڑ

بھائی کا حضرت معاویہ پر خاتمہ تھا کہ بار بار چھیڑ خانیاں نکالتے اور ناشنیدہ باتیں سنتے انکو اچھی طرح معلوم تھا کہ میں ابن عباس کے مقابلہ کا مرد میدان نہیں اور حق حقیق ہمیشہ انکے خلاف ہے مگر سر میں خارش اٹھتی بے اختیار چپت کھانیکو جی چاہتا پھلی صحبت بھولجاتی تو پھر ولولہ پیدا ہوتا اور دو چار صلواتیں سنکر تسلی پاتے۔ یہاں ایک اور انکی رسوائی کی داستان سنیئے بحار میں مجالس شیخ مفید رحمۃ اللہ سے نقل ہوا ہے کہ عبداللہ بن عباس ایکبار معاویہ کی مجلس میں داخل ہوئے اس نے کہا اے ابن عباس تم چاہتے تھے کہ منصب خلافت بھی حاصل کرلو جیسے نبوت سے اختصاص رکھتے ہو قسم خدا کی یہ دو تو کام ایک جگہ جمع نہ ہونگے تمہاری حجت خلافت لوگوں پر مشتبہ رہی تم کہتے ہو کہ اہل بیت نبی ہیں تو خلیفہ بھی ہم ہی ہوں یہ ایک شبہہ یعنی کلام مشابہ بحق ہے اور اس میں شائبہ عدل و انصاف ہی مگر حق حقیق اسکے خلاف ہے۔ خلافت قبائل قریش میں رضاء عامہ و شورائے خاصہ سے گردش کرتی رہے گی ہمنے ابتک کیسکو یہ کہتے نہ سنا کہ کاش بنی ہاشم ہمارے والی ہوتے تو ہماری دنیا و آخرت کے کام درست ہوتے اگر تم ابتداء میں اس سے علیحدہ رہے جیسا کہ کہتے ہو تو اب اسکے لئے جنگ و جدل نہ کرو قسم خدا کی اے بنی ہاشم اگر تم اسپر قبضہ پالیتے تو اس امت کے لئے ریح عاد و صاعقہ ثمود سے زیادہ ہلاکت کے باعث ہوتے عبداللہ بن عباس نے اسکو جواب میں کہا اے معاویہ تیرا یہ قول کہ ہم استحقاق خلافت میں نبوت سے احتجاج کرتے ہیں سچ ہے نبوت سے استحقاق خلافت نہو تو پھر کا ہے سے ہوگا اور تونے جو کہا کہ نبوت و خلافت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے

یہ تیرا کلام کلام خدا کے خلاف ہے حق تعالےٰ فرماتا ہے ام یحسدون الناس علےٰ ما اتٰھم اللہ من فضلہ فقد اٰتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ و اٰتینا ھم ملکا عظیما آیا حسد کرتے ہیں وہ لوگوں پر اوپر اسکے کہ عطا کیا ہے حق تعالےٰ نے انکو اپنے فضل سے یعنی ہمنے ابراہیم کو کتاب و حکمت عطا کیا اور دیا ہمنے انکو ملک عظیم یہاں مراد کتاب وحکمت سے کتاب و سنت یعنی نبوت ہے اور ملک و بادشاہی سے خلافت پس ہم آل ابراہیم ہیں اور حکومت ہمارے درمیان قیامت تک جاری رہے گی اور تیرا یہ دعوے کہ ہماری حجت مشتبہ ہے ہرگز ایسا نہیں وہ آفتاب سے زیادہ روشن اور ماہتاب سے بڑھ کر نورانی ہے قرآن ہمارے ساتھ اور سنت رسولؐ ہمارے درمیان ہے اور تو خود اچھی طرح ان باتوں سے واقف ہے مگر بھائی و خال وعم کے مارے جانے نے تیری حالت بدل دی پس اے معاویہ تو استخوانہائے بوسیدہ پر گریہ نہ کر اور ارواح ہالکہ پر کہ جہنم میں داخل ہو چکیں غضبناک نہو جو خون کہ شرک نے بہائے۔ اور کفر نے حلال کئے اور اسلام نے ان کو مباح رکھا ان کا خیال دلمیں نہ لا اور یہ کہ ہمکو امت نے مقدم نہ کیا اور ہمارے پیشوا تیانے پر جمع ہوئے اسکی نسبت یہ ہے کہ انھوں نے ہمکو اتنا محروم نہ کیا جس قدر وہ ہمارے خلاف ہو کر خود محروم ہوئے تو اس ملک و بادشاہی پر کہ زائل ہونے والی ہے ہمپر ناز کرتا ہے تجھ سے پہلے فرعون نے ایک عالم پر حکومت کی اور واصل جہنم ہوا اے بنی امیہ تمہاری سلطنت ایک دن ہو گی تو ہماری دو روز ہو گی اور تم ایک مہینے بادشاہی کروگے تو ہم دو مہینے کریں گے۔ علیٰ ھٰذا ایک سال کے مقابلہ میں ہمارے دو سال ہیں اور یہ بات کہ ہماری حکومت ریح عاد و صاعقہ ثمود سے بڑھ کر لوگوں کو تباہ کرتی پس قول خدا اسکی تکذیب کرتا ہے وہ سبحانہ فرماتا ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کہ ہمنے تجھکو اے محمدؐ عالم کے لوگوں پر رحمت کر کے بھیجا ہے۔ ہم آنحضرتؐ کے قریبی رشتہ دار اور اہل بیت ہیں۔ بڑا عذاب خلائق پر اسوقت تیری سلطنت سے نازل ہو رہا ہے تیرے بعد تیرے بیٹے کی بادشاہی مسلمانوں کے حق میں ریح عقیم سے زیادہ مہلک آنیوالی ہے پھر اللہ تعالےٰ اپنے دوستوں کے ہاتھوں اس کا بدلا لے گا والعاقبۃ للمتقین اور انجام کار پرہیزگار دیکھ لے ہے

معاویہ اور ابن عباس میں ایک اور جھڑپ

احتجاج میں سلیم بن قیس ہلالی سے روایت ہے کہ معاویہ اپنی عہد سلطنت میں کوفہ آیا تو کوفہ کے لئے کوفہ سے گذر رہا تھا ناگہاں اسکا گذر قریش کے ایک حلقہ کے پاس سے ہوا اسکو دیکھکر لوگ اٹھ کھڑے ہوئے

الا ابن عباس نہ اُٹھے معاویہ بولا یا ابن عباس تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ میرے لیئے نہ اُٹھے - کیا اسکی وجہ تمہارا وہ غصہ ہی جو جنگ صفین سے تمہارے دلوں میں پیدا ہو رہا ہے اے پسر عباس اسکا خیال چھوڑ دو کیونکہ میرا ابن عم عثمان بن عفان بظلم قتل ہوا ابن عباس نے کہا کیا کہا جائے - عمر خطاب بھی بظلم قتل ہوا معاویہ نے کہا عمر کو کافر نے مارا ابن عباس نے کہا اور عثمان کو کس نے قتل کیا کہا اُسے مسلمانوں نے مارا - ابن عباس نے کہا نیز یہ بیان خود تیری حجت کے بطلان پر دلیل واضح ہے - یعنی خود تیرے قول سے اسکو مسلمانوں نے قتل کیا تو وہ البتہ کشتنی وگردن زدنی تھا - اسکا خون طلب نہیں کرنا چاہیئے - معاویہ نے قطع کلام کر کے کہا ہمنے تمام قلمرو میں فرمان بھیجکر علی ابن ابیطالب کے ذکر مناقب سے لوگوں کو منع کر دیا ہے یا ابن عباس تم بھی زبان بند رکھو - ابن عباس نے کہا تو ہمکو تلاوت قرآن سے منع کرتا ہے کہا نہیں کہا تو کیا اسکی تفسیر اور تاویل سے باز رکھتا ہے کہا ہاں - - - - - - - - ابن عباس نے کہا قرآن پڑہیں اور یہ نہ کہیں کہ حق تعالٰے کی اس سے یہ مراد ہے - پھر کہا زیادہ تاکید کس امر کی ہے آیا قرأت قرآن کی یا اسکے بموجب عمل کرنے کی - معاویہ نے کہا تو اسپر عمل کر ابن عباس نے کہا کیونکر عمل کیا جائے جبتک ٹھیک نہ جانیں کہ اس سے مراد خداوندی کیا ہے - کہا اسکی تاویل ان لوگوں سے دریافت کرو جو تیرے اور تیرے اہل بیت کے برخلاف تاویل کرتے ہیں - کہا قرآن میری اہل بیت پر نازل ہوا ہے اسکے معنی آل سفیان سے پوچھنے جاویں اے معاویہ تو ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم خدا کی عبادت بقرآن نکریں یعنی جو حلال وحرام اس میں ذکر ہوئے ہیں اُن کے موافق عمل پیرا ہوں -

معاویہ نے کہا قرآن پڑھو اور اسکی تفسیر و تاویل کرو الاجس قدر اس سے تمہارے حق میں ہی اسکی روایت نکرو باقی کی روایت کرو ابن عباس نے کہا حقتعالٰے فرماتا ہے یریدون لیطفؤا نور اللّٰہ بافواھھم الخ کہ لوگ نور خدا کو اپنے مونہوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور اللّٰہ اپنے نور کا کامل کرنیوالا ہے ہرچند کہ مشرک اس سے کراہت کریں - معاویہ نے کہا اے پسر عباس اپنی جان پر رحم کر و اور اپنی زبان کو بند رکھو اگر ایسا ہی کرنا ہے تو اس طرح قرآن کے معنی بیان کرو کہ علانیہ اسکو کوئی نہ سُنے - یہ کہکر اپنی قیام گاہ پر گیا اور ایک لاکھ درہم کا جائزہ ابن اعباس کو بھیجدیا اور اس طرح اُن کے جوش کو ٹھنڈا کیا ؛

اُسامہ بن زید و عمرو بن عُثمان کا تنازعہ اور معاویہ کا فیصلہ

امالی شیخ میں نقل ہوا ہے کہ عمرو بن عثمان عفان و اسامہ بن زید کے درمیان ایک باغ دیوار بست پر تکرار ہوا انھوں نے اپنا مقدمہ معاویہ کے سامنے جبکہ وہ مدینہ آیا پیش کیا اور زور زور بولنے اور نزاع کرنے لگے عمر نے کہا تو میرے سامنے بولتا اور چیختا ہے حال آنکہ میرا مولا (آزاد) کردہ ہی اسامہ نے کہا قسم خدا کی میں تیرا مولی نہیں بلکہ تیری قوم و قبیلہ سے ہونا بھی عار جانتا ہوں میرے مولا و آقا صرف حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ ہیں۔ عمر بولا لوگو ان سنتے ہو کہ یہ غلام میرے ساتھ کیا باتیں کرتا ہے اور اس سے کہا اے پسر زن سیاہ کس قدر طغیان تجھ میں بھرا ہے۔ اسامہ نے کہا تیرا طغیان مجھ سے بڑھا ہوا ہے تو میری ماں پر عیب لگاتا ہے۔ حال آنکہ میری ماں رتبہ میں تیری ماں سے زیادہ ہے وہ ام ایمن آزاد کردہ رسول اللہ ہے جسکو بارہا آنحضرت نے جنت کی بشارت دی۔ اور میرا باپ تیرے باپ سے بہتر زید بن حارثہ صاحب رسول خدا اور ان کا خلیل و مولی ہے کہ جنگ موتہ میں طاعت خدا اور رسول میں قتل ہوا میں خود تیرے باپ پر اور اُن لوگوں پر جو اس سے بہتر تھے یعنی ابوبکر عمر، ابو عبیدہ و دیگر بزرگان مہاجرین و انصار پر امیر رہا ہوں اے پسر عثمان تو مجھ پر کس بات میں فخر کرتا ہے عمر نے کہا اے جماعت حاضرین سنتے ہو کہ یہ غلام کس طرح میرا مقابلہ کر رہا ہے امیر مروان اٹھا اور عمر کے پہلو میں آ بیٹھا اُدھر حسن مجتبیٰ اٹھے اور اسامہ کی برابر آ بیٹھے پس سعید بن عاص مروان کے پہلو میں بحمایت عمر آ بیٹھا اور عبد اللہ بن جعفر امام حسنؑ کے ساتھ آکر بیٹھ گئے معاویہ نے دیکھا کہ بنی امیہ و بنی ہاشم دو فریق ایک دوسرے کے مقابل ہو گئے اسکو اندیشہ ہوا کہ نوک جھوک ہو کر کہیں فتنہ و فساد نہ قایم ہو جائے۔ بولا اس باغ کی نسبت میں ذاتی علم رکھتا ہوں اُنھوں نے کہا اپنے ذاتی علم پر فیصلہ کر دو۔ ہم دو فریق اسپر رضامند ہیں۔ کہا شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ نے یہ باغ اسامہ بن زید کو دیا تھا۔ اُٹھو اے اسامہ اور اپنے باغ پر قابض ہو خدا تجھے مبارک کرے۔

اسامہ اور بنی ہاشم معاویہ کو دعائیں دیتے اٹھ کھڑے ہوئے مگر عمر بن عثمان جل گیا اور معاویہ سے کہنے لگا خدا تجھ کو رحم و قرابت سے جزائے خیر ندے تو نے میری بھلائی نہ چاہی۔ ہمارے دعوے کی تکذیب کی اور حجت کو باطل کیا دشمن سے ہمیر شماتت کرائی۔ معاویہ نے کہا وائے ہو تجھپر اے عمر دیں نے ان جوانان بنی ہاشم کو دیکھا اُن کی آنکھیں روز صفین کے خودوں کے نیچے چمکتے یاد آئیں تو قریب تھا کہ میرے ہوش و حواس پرواز کر جائیں میں ان لوگوں سے کیونکر بے خطر ہوں جبکہ اُنھوں نے تیرے باپ کے ساتھ وہ کچھ کیا۔ میری جان لینے کی فکر میں تھے تا اینکہ خطب جلیل و جنگ عظیم کے بعد اُن کے ہاتھوں سے رہا ہوا

جاکہ ہم تیرے اس باغ سے بہتر نئے تجھکو دیدینگے انشاء اللہ راوی کہتا ہے کہ اُسکو بعد اُسکو خراسان کا صوبہ دار بنادیا تھا

صعصعہ بن صوحان کا معاویہ کو دنداں شکن جواب

معاویہ نے ایکروز مسجد جامع دمشق میں خطبہ کہا اس وقت ملک شام میں ہر طرف سے وفد آئے ہوئے تھے علماء قریش وخطباء ربیعہ واشراف وملوک یمن زیر منبر جمع تھے۔ معاویہ نے کہا اللہ تعالےٰ نے اپنے خلفاء کا اکرام کیا جنت کو ان کے لئے واجب فرمایا اور جہنم سے رہائی بخشی۔ شکر ہے کہ مجھکو ان میں سے ایک کیا اور اہل شام کو میرا معین و مددگار بنایا کہ حرام خدا کے نگہبان اور ظرف خدا سے تائید یافتہ اور دشمنان خدا پر خشمند ہیں اہل عراق سے احنف بن قیس صعصعہ بن صوحان اس وقت حاضر مسجد تھے احنف نے صعصعہ سے کہا تو اس مہم کو کفایت کرے گا یا میں ہی اُٹھوں اُس نے کہا نہیں تمہاری ضرورت نہیں میں اسکے لیۓ کافی ہوں پس صعصعہ اُٹھے اور کہا یا ابن ابی سفیان تو نے کلام کیا اور داد بلاغت دی یعنی اپنے مدعا حاصل کرنے میں کمی اور کوتاہی نہیں کی مگر تجھے معلوم ہے کہ ہماری مرضی سے تو ہمارا والی نہیں ہوا بقہر وجبر ہم پر قبضہ پایا۔ بطریق ناحق ہمسے سلوک ہوتا۔ اسباب دنیا سے ہمپر فضیلت وفوقیت طلب کرتا ہو اور اہل شام پر تیرا اترانا اور فخر کرنا ما رأیت اطوع لمخلوق واعصے لخالق منھم میں نے انسے زیادہ مخلوق کا اطاعت گزار وخالق کا نافرمان دوسرا نہیں دیکھا تو نے مال دنیا دیکر انکا دین وایمان جسم وجان خرید کیا ہے دیتا رہے گا تو تیری اطاعت کرینگے مددگار رہیں گے بند کریگا تو تیری نصرت سے دست بردار ہو جائیں گے معاویہ نے کہا خاموش اے پسر صوحان قسم خدا کی اگر میں اپنے غیظ وغضب کو بحلم وکرم ضبط نکروں تو تجھ جیسوں کو میرے سامنے بولنے کا مقدور نہیں۔ صعصعہ بیٹھ گئے معاویہ یہ شعر پڑھتا ہوا منبر سے اترا ؎

قبلت جاھلھم حلما ومکرمۃ　　　　والحلم عن قدرۃ فضل من الکرم

میں جاہلوں کی باتیں حلم وکرم سے سن لیتا ہوں اور قدرت کے باوجود ضبط کرنا بڑی کریمی ہے۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ صعصعہ بن صوحان معاویہ کے لئے بلائے بے درمان تھے بھری محفل میں نہ چوکتے اور بے تکلف اسکو ذلیل کر ڈالتے۔ حکایت مذکورہ کی مثل ایک اور موقع پر آپ اسی مسجد جامع میں خطبہ کہہ رہے تھے کہ آپ ایک دو گوز صادر ہوئے یہ بیحیائی دیکھ کر حاضرین پریشان ہوئے آپ چالاک تو تھے ہی مضمون خطبہ کو وہیں چھوڑا اور ایک اور راگ یہ الاپنا شروع کیا کہ حمد وثنا ناتمام ہے اس خدائے عزوجل کے لئے جسنے ہمارے

ابدان میں ارواح اور ریاح پیدا کیں اور ان کے خروج کو باعث راحت و آرام نفوس بنایا صعصعہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے فی الحقیقۃ خروج ریاح باعث سوء و راحت ہی الا درسالہا فی الکنائف سنۃ وعلی المنابر بدعۃ مگر ان کا چھوڑنا بیت الخلاؤں میں سنت ہی اور منبروں پر یہ حرکت صادر کرنی بدعت ہے اٹھوائے اہل شام فقال خز اامیر کم کہ تمہارے امیر نے منبر پر ہگدیا۔

دیگر بحار میں اختصاص شیخ مفید علیہ الرحمۃ سے نقل ہوا ہے کہ معاویہ کے پاس عراق سے وفد گیا تو اہل کوفہ سے عدی بن حاتم اور بصرہ سے احنف بن قیس وصعصعہ بن صوحان اسمیں شامل تھے عمر عاص نے اس سے کہا یہ لوگ مردان عالم شجاعان جہاں وشیعیان علی ہیں اسکے ساتھ ہوکر جمل وصفین میں جنگ کر چکے ہیں انسے ڈرتے رہنا پس معاویہ نے ہر ایک کیلئے ایک منزل شریف مقرر کی اور بڑے تپاک سے انکا استقبال کیا دربار میں داخل ہوئے تو کہا اہلاً وسہلاً ومرحبا تم ارض مقدس محل انبیاء و رسل وجائے حشر ونشر میں داخل ہوئے اسپر صعصعہ بولے۔ راوی کہتا ہے وکان من احضر الناس جوابا آپ حاضر جوابی میں اپنا مثل ونظیر نہ رکھتے تھے اور کہا اے معاویہ تیرا یہ کہنا کہ یہ زمین انبیاء و رسل کی ہے تو جس قدر اس میں اہل نفاق ونفاق وکافر گذرے ہیں اور جتنے فراعنہ وجبابرہ یہاں ہوئے ہیں انکی تعداد نبیوں اور رسولوں سے بہت زیادہ ہے اور یہ کہنا کہ ارض حشر ونشر ہے۔ مومن کو محشر کا دور ہونا ضرر رساں نہیں جیسا کہ منافق کو اسکا نزدیک ہونا فائدہ نہیں دیتا معاویہ نے یہاں یہ اور ایک فقرہ بھی بے جوڑ کہا کہ اگر تمام خلقت ابوسفیان کی پشت سے پیدا ہوتی تو سب کے سب عقلمند و دانا صاحب رشد وتمیز ہوتے۔ صعصعہ نے اسکے جواب میں کہا۔ تمام آدمی اس شخص کی پیٹھ سے وجود میں آئے جو ابوسفیان سے بدرجہا بہتر تھے۔ پھر بھی ان میں فاسق احمق مجنون دیوانے پیدا ہوئے وہ آدم ابو البشر ہیں کہ ابوسفیان ان کے خاک پا کی برابر نہیں ہوسکتا معاویہ خجل ہوکر خاموش ہوگیا۔

جاریہ بن قدامہ اور معاویہ کی دلچسپ سوال و جواب

حارثہ بن قدامہ سعدی معاویہ کے پاس آیا اس وقت اسکے پاس احنف بن قیس وحباب مجاشعی تخت پر بیٹھے تھے۔ یہ شخص اپنی قوم وقبیلہ میں شرفا و صنادید سے تھا معاویہ نے کہا تو کون ہے کہا حارثہ بن قدامہ معاویہ نے کہا تو کیا تسے ہو سکتا ہے تو تو ایک کھجور کے پیڑ کی مانند ہے حارثہ نے کہا تونے

یہ کیا کہا مجھکو کھجور سے تشبیہہ دی وہ بھی بھی اچھی چیز ہے خلش خار سے خالی مُنہ میٹھا کرنے والی برخلاف اس کے معاویہ اس کتیا کو کہتے ہیں جو کتوں کو دیکھ کر بھونکے اور اُمیہ دراصل امۃ (کنیز) کی تصغیر ہے۔ معاویہ نے کہا خاموش ہو۔ حارثہ نے کہا تو نہ بولے گا تو میں بھی خاموش رہوں گا یہ جوابہائے شافی پاکر معاویہ کا رنگ بدلگیا ازراہ شفقت بولے میرے پاس تخت پر آکر بیٹھو۔ حارثہ نے کہا ان دونوں نے آگے ہی تجپر جگہ تنگ کر رکھی ہے میں انکے بیچمیں کیونکر داخل ہوں کہا اچھا نزدیک ہو تیرے کان میں بات کہوں۔ کان پاس کیا تو فرمایا میں نے ان دونوں کا دین خرید لیا ہے۔ حارثہ نے کہا میرا دین بھی خرید لے کہا خاموش یہ روایت شیخ مفید علیہ الرحمۃ کی ہے مستطرف میں اسکو اور طرح پر نقل کیا ہے وہاں حارثہ نہیں جاریہ بن قدامہ ذکر ہوا ہے بہت ممکن ہے کہ کاتب کی غلطی ہو کہ جاریہ کو حارثہ لکھ گئے چنانچہ میں نے اسی لئے عنوان میں جاریہ ہی درج کیا ہے۔ غرض لکھتے ہیں کہ معاویہ جاریہ نام معلوم کرکے بولا تو اپنی قوم کے نزدیک بہت ہی ذلیل شخص ہے کہ انھوں نے تیرا نام جاریہ (کنیز) رکھا اسنے کہا تو اپنے کنبہ میں مجھ سے بھی ذلیل تر تھا کہ تیرا نام معاویہ رکھا۔ جو مادہ سگ یعنی کتیا کا نام ہے۔ معاویہ نے کہا اسکت لا امر لک خاموش ہو اے بے مادر جاریہ نے کہا کہ میری ماں ہوتی تو تو کیونکر پیدا ہوتا۔ قسم خدا کی وہ قلوب جنسے ہم تیرے ساتھ جنگ آور ہوئے ہنوز ہمارے پہلو و سینہ میں موجود ہیں اور وہ تلواریں ہماری ہاتھوں میں ہیں، تو نے شجاعت سے ہمکو ہلاک نہیں کیا نہ بقہر و غلبہ فتحیاب ہوا ہے ایک عہد و میثاق کے ساتھ ہم سے صلح کی ہے اسکو وفا کرے گا تو ہم بھی وفا کرینگے۔ کوئی دوسرا ارادہ ہے تو ہماری پشت پر مردانِ شجاع و بہادرو سناہلے نیز موجود ہیں۔ معاویہ نے کہا لا اکثر اللہ مثلک فی الناس خدا کرے تجھ جیسے دنیا میں کمتر ہوں۔

تاریخ الخلفا میں بھی یہ روایت ذکر ہوئی ہے مگر ایک اور رنگ سے۔ سیوطی لکھتے ہیں کہ جاریہ مذکور معاویہ کے پاس داخل ہوا وہ اُسے دیکھ کر بولا تو ہی ہے کہ علی ابن ابیطالب کی ہمراہی میں ساعی و سرگرم تھا آتش فتنہ و فساد روشن کرتا گاؤں گاؤں عرب کی خوں ریزی کرتا پھرتا تھا جاریہ نے کہا اے معاویہ اب علیؑ کے ذکر کو چھوڑو ہم نے ان کے ساتھ دوستی کرکے عداوت نہیں کی اور خلوص کے بعد غش و دغل ہم سے ظاہر نہیں ہوا کہا وائے ہو تیرے اوپر اے جاریہ تو اپنے اہل کے نزدیک کسقدر حقیر و خفیف تھا کہ تیرا نام انھوں نے جاریہ رکھا اسکے بعد ان کے درمیان وہی جواب و سوال ہوئے جو دو روایت مذکورۂ بالا میں ذکر ہوئے ہیں آخر میں ہے کہ اُسنے کہا اے معاویہ تیرا کچھ اور ارادہ ہے تو ہم اپنے پیچھے مردان المنید

قیامت وزرہ ہائے شدید وسنا نہائے تیز وتند چھوڑ دئے ہیں تو ہمارے ساتھ غدر و بیوفائی کرے گا تو ہم بھی تجھ سے جنگ وجہاد کے لئے تیار ہیں ؛

معاویہ و شریک بن اعور

مکرر ذکر ہوا کہ معاویہ کو لوگوں میں عیب نکال کر اپنے عیب نکلوانیکا مرض تھا ایسے ہی ایک موقعہ پر اسنے شریک بن اعور کو چھیڑا کہ تو ذمیم یعنی بھونڈی شکل کا ہے اور صاحب جمال ذمیم (بدرو) سے بہتر ہوتا ہے۔ نیز تیرا نام شریک ہے اور اللہ کا کوئی شریک نہیں اور تیرا باپ اعور (کانا) تھا اور دونوں آنکھوں والا یکچشم سے بہتر ہوتا ہے تجھے اپنی قوم کی سرداری کیونکر ملی۔ شریک بھی زبان آور حاضر جواب تھا بولا تو معاویہ ہے اور معاویہ وہ کتیا ہے کہ خود بھونکے اور کتوں کو بھونکا دے اور پسر صخر (سنگ سخت) ہے اور سہل سنگ سے بہتر ہے۔ نیز تیرے باپ کا باپ حرب تھا اور صلح حرب (جنگ) سے بہتر ہے اور تیرا پردادا امیہ تھا جو امۃ یعنی کنیز کی تصغیر ہے فکیف صرت امیر المومنین تو امیر المومنین کس طرح بنگیا۔

لطیفہ۔ نیز تاریخ الخلفاء میں ہے کہ خریم بن فاتک کی ساقیں، پا کھلی دیکھ کر آپنے کہا لو کانت ھاتان الساقان لامرأۃ دو ساق پا تمہاری بہت خوبصورت ہیں کاش کسی عورت کی ہوتیں اس نے بے دھڑک کہا فی مثل عجیزتک یا امیر المومنین اے امیر اس کے ساتھ چوتڑ تمہارے جیسے ہوتے۔ از بسکہ آپ کی سرین فربہ اور بھاری تھی تو اُسنے یہ پھبتی کہی۔ معاویہ خاموش ہو گئے

دیگر۔ ایک شخص نے رو در رُو کہا اے امیر تمہاری مقعد تمہاری اماں ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کے سفل سے بہت مشابہ ہے شرمگاہ کے ساتھ مادر گرامی کا نام سنکر افروختہ ہو جاتے یہ تو کہا بولے ذاک الذی اعجب ابا سفیان اسکی ایسی ہی مقعد پر تو ابو سفیان فریفتہ تھا۔ مستطرف۔

ان سب باتوں سے بڑھ کر ایک اور گرما گرم حکایت سنئے اور آپ کی حیا وغیرت کی داد دیجئے کہ اپنی حرم (زن مدخولہ) کے ساتھ غیر مرد کو غٹ پٹ دیکھتے ہیں اور اخفا کی وصیت کر کے اسکو چھوڑ دیتے ہیں اسی مستطرف فی کل فن مستظرف کے صفحہ ۱۵۴ - مطبوعہ مصر پر لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ہاتھی شہر دمشق میں لایا گیا لوگ اُسکے دیکھنے کو جمع ہو گئے - امیر صاحب بھی کسی بلند مقام پر چڑھ کر تماشا دیکھنے لگے - اسی تماشبینی میں مصروف تھے کہ ناگہاں آپ کی نظر اپنی قصر کے ایک حجرے پر جا پڑی اسمیں ایک مرد کو اپنے حرم کے ساتھ دیکھا

وہاں سے آکر در حجرہ زبر دق الباب کیا چار ناچار دروازہ کھولا گیا تو اس مرد اپنے رقیب کو دیکھ کر بولے اے شخص میرے ہی محل میں۔ میرے ہی ہاتھ تلے میری ہتک حرمت کرتا ہے اس وقت میرے قبضہ قدرت میں ہے بتلا کہ کیا باعث اسکا ہوا وہ مبہوت و حیران رہ گیا بولا تمہارے تحمل و برداشت کے بھروسہ پر مجھ سے ایسا سرزد ہوا فرمایا اگر گناہ تیرا معاف کردوں تو تو اس پردہ دری کو چھپائے گا کہا ہاں چھپاؤں گا اسپر اسکو معاف کردیا وہ وہاں سے چلتا پھرتا نظر آیا صاحب کتاب کہ اس واقعہ کو آپ کے فضائل میں شمار کرتے ہیں اسکی نقل کے بعد کہتے ہیں وھذا من الحلم الواسع ان یطلب الستر من الجانی کہ یہ امر حلم فراخ سے ہے کہ جرم کرنے والے سے اُسکے چھپانے کی درخواست کی جائے راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ مصنف کی خام خیالی ہے معاویہ نے اسکو اسکے جرم کے چھپانے کی نہیں خود اپنے ننگ و ناموس کو جو اس نے خاک میں ملایا اسکے چھپانے کی استدعا کی اس لئے ان کا یہ فعل بجائے حلم واسع ہونے کے پرلے سرے کی بیحیائی اور کمال دیوثی تھا لاحول ولا قوۃ ؛

معاویہ و سعد بن ابی وقاص

مروی ہے کہ معاویہ شام سے حج کو آیا تو زیارت روضہ رسول اللہ کی خاطر مدینہ آیا دوران قیام مدینہ میں ایکمرتبہ سعد وقاص اس سے ملنے گیا اس نے اپنے جلیسوں کو کہہ رکھا تھا کہ سعد آئے تو علی ابن ابی طالب کی مذمت کرنے لگنا اجازت ہوئی اور سعد اندر آکر معاویہ کے پاس تخت پر بیٹھے تو ان ملاعین نے سب امیر المومنین صلوات اللہ علیہ شروع کی۔ راوی کہتا ہے کہ ان کی یہ باتیں سنکر سعد کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ معاویہ نے کہا اے سعد کیوں روتے ہو کیا اس لئے کہ تمہارے بھائی عثمان کے قاتل کی مذمت کی گئی۔ سعد نے کہا قسم خدا کی میرے آنسو جاری ہونے کے وجوہ ہیں ایک اُن سے یہ ہے کہ ہم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو اس مسجد (یعنی مسجد رسول اللہ) میں نزول کیا یہیں رات کو سوتے اور اسی میں دن کو آرام کرتے۔ یہاں تک کہ ہمکو یہاں سے نکلنے کا حکم دیا گیا۔ الا علی ابن ابیطالب کہ اُن کا قیام بدستور آہیں رہا۔ ہمکو یہ امر ناگوار ہوا اور رعب حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ مانع تھا کہ آپ سے اسکا سبب دریافت کریں پس بی بی عایشہ کے پاس گئے اور کہا یا ام المومنین

وجہ ہے کہ ہمکو مسجد سے نکالا گیا وہ رہنے دیے گئے نہ معلوم کہ ناراضگی خدا اسکا باعث ہی یا ناراضگی رسولؐ تم اسکا تذکرہ آنحضرت سے کرو کیونکہ ہمکو آپ کی ہیبت مانع ہے اُنھوں نے ذکر کیا تو رسول اللہ نے فرمایا اے عائشہ واللہ کہ میں نے ان کو نہیں نکالا اور نہ میں نے علیؑ کو وہاں رہنے کی اجازت دی بلکہ حقتعالےٰ نے ان کو نکلنے کا حکم دیا اور علیؑ کو رہنے کا۔

دوسرے جنگ خیبر کو گئے اور وہاں سے واپس آئے تو جناب رسولخدا نے کہا اب نشان لشکر اس شخص کو دوں گا جو اللہ و رسولؐ کو دوست رکھے اور اللہ و رسول اُسے دوست رکھیں یہ کہہ کر علیؑ کو بلایا حالانکہ انکی آنکھیں دکھتی تھیں انکو علم لشکر عطا کیا اور اللہ تعالےٰ نے وہ غزوہ آپ کے ہاتھ پر فتح کیا۔

تیسرے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہمرکاب جنگ تبوک کو گئے تو علیؑ وداع کے لیے ثنیۃ الوداع تک ہمراہ گئے اور رخصت کے وقت رونے لگے فرمایا اے علی روتے کیوں ہو عرض کی کیونکر نہ روؤں جب سے حق تعالےٰ نے آپکو مبعوث بہ نبوت کیا میں کسی غزوہ میں ہمرکابی سے محروم نہیں رہا کیا بات ہے کہ اس مرتبہ آپ مجھکو مدینہ میں چھوڑے جاتے ہیں رسول اللہ نے ارشاد کیا اما ترضےٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی اے علیؑ تم راضی نہیں کہ مجھ سے بمنزلہ ہارون نبی کے ہو موسیٰ سے بجز اسکے کہ میرے بعد کوئی نبی نہو گا علیؑ نے کہا رضیت میں راضی ہوا

احنف بن قیس و معاویہ

مستطرف میں عقد الفرید سے نقل ہوا ہے کہ معاویہ بیٹھا تھا اور امرا و رؤسا اس کے پاس حاضر تھے اسوقت ایک مرد اہل شام سے وہاں آیا اور بے ساختہ بولا لعن اللہ علیا حاضرین نے یہ سنکر اپنے سر جھکالئے۔ احنف بھی انمیں تھا بولا اے امیر اگر یہ قائل جانے کہ تو اپنا دم ملین پر لعنت کرنے سے خوش ہوتا ہے تو البتہ انپر لعن کرنے سے بھی دریغ نہ کرے پس خدا سے ڈر اور علیؑ کی مذمت کو ترک کر بتحقیق کہ اُنھوں نے اپنے پروردگار سے ملاقات کی اور سب سے جدا ہو کر گوشہ قبر میں آرام لیا اب وہ ہیں اور ان کے اعمال۔ قسم خدا کی وہ سبقت اسلام میں مبرد تھے۔ پاک دامن مبارک نفس سخت مصائب کے جھیلنے والے تھے معاویہ نے کہا تیری آنکھ میں قذی ہے واللہ کہ اے احنف تجھکو منبر پر جاکر طوعاً و کرہاً علیؑ پر لعن کرنی ہو گی احنف نے کہا مجھے تو اس سے معاف ہی رکھیے تو بہتر ہے اور جبر کرتا ہے تو قسم خدا کی تو مجھ ان سے کبھی شقی نہ پائے گا۔ معاویہ نے کہا تو تو کیا کہے گا کہا میں حمد خدا او

صلوات بر محمد مصطفیٰ کہونگا پھر کہوں گا کہ امیر المومنین معاویہ نے مجھے علیؑ پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے آگاہ رہو کہ علیؑ و معاویہ میں اختلاف ہوا اور نوبت تقبال پہنچی ہر ایکنے دعوےٰ کیا کہ دوسرے نے مجھ سے بغاوت کی۔ ایہا الناس میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہنا رحمتِ خدا ہو تم پر پھر کہوں گا اللھم العن انت وملائیکتک و انبیائک وجمیع خلقک الباغی منھما علے صاحبہ والعن الفئۃ الباغیۃ فآمنو رحمکم اللہ خداوندا تو لعنت کر اور جمیع فرشتے اور تیرے نبی اور تمام مخلوقات تیری لعنت کریں اسپر جس نے ان دونوں سے دوسرے پر بغاوت کی ہو۔ اور لعنت کر گروہ باغی پر آمین کہو اے جماعۃ حاضرین رحمت خدا ہو تم پر اے معاویہ میں ایک حرف اس سے زیادہ نکہونگا نہ کم خواہ اسمیں میری جان ہی کیوں نہ جاتی رہی معاویہ نے کہا تو میں تجھے معاف رکھتا ہوں۔

عقیل بن ابیطالب و معاویہ

نیز مستطرف میں ہے کہ معاویہ نے عقیل سے کہا۔ علیؑ نے تجھ سے قطع رحم کیا اور میں نے وصل کیا میں راضی ہونگا جبتک تو سر منبر اسپر لعنت نہ کرے گا کہا اچھا پس عقیل منبر پر گئے اور حمد و ثنائے خدا کے بعد کہا کہ لوگو معاویہ مجھے کہتا ہے کہ علیؑ پر لعنت کر۔ پس لعنت کرو اسکو لعنت خدا و ملائکہ و جمیع خلائق کی اسپر ہو یہ کہکر منبر سے اترے معاویہ نے کہا اے عقیل تمنے یہ ظاہر نہیں کیا کہ ہم دونوں میں مراد تمہاری کون سا ہے۔ کہا قسم خدا کی میں اس سے ایک حرف زیادہ نہ کہونگا۔

احنف و معاویہ

معاویہ نے ایک روز اپنے خطبہ میں کہا اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وان من شئی الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم۔ کوئی شے نہیں الّا یہ کہ ہمارے پاس اسکے خزانے موجود ہیں۔ اور ہم مقدار معین میں یعنی تھوڑا تھوڑا اسکو نازل کرتے ہیں۔ جب خدائے تعالےٰ کا یہ ارشاد ہو تو پھر کس لئے تم مجھے ملامت کرتے ہو جب میں تمہاری عطایا میں کمی کرتا ہوں احنف نے یہ سنا تو کہا قسم خدا کی ہم تجھے اسپر ملامت نہیں کرتے جو خزائن خدا میں جمع ہے بلکہ اسپر کرتے ہیں جو وہ سبحانہ اپنی خزائن سے ہمارے لئے نازل کر چکا ہے اور تو نے اسکو اپنے خزانوں میں رکھ چھوڑا ہے اور ہمارے اور اس کے

درمیان حائل ہو رہا ہے:

معاویہ کی بنی ہاشم کے بارے میں زبان درازی و ابن عباس کا اسکو شافی جواب

ایکمرتبہ بنی ہاشم معاویہ کے پاس جمع تھے کہنے لگا اے بنی ہاشم میری بخشش تمپر جاری ہے باز نہیں رہتی اور میرا دروازہ تمہارے سامنے کھلا ہے بند نہیں ہوتا مگر میں اپنی اور تمہاری عجیب حالت پاتا ہوں تمہارے نزدیک جو کچھ میرے پاس ہے سب تمہارا مال ہے جب بنظر ادائے حقوق کچھ تمکو دیتا ہوں تو کہتے ہو کہ ہمارے حق سے کمتر دیا پس میری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کوئی شئے چھین لی اس سے وہ کسی مدح اور شکر کا مستحق نہیں ہوتا۔ یہ تمہارا منصفانہ کلام ہے زیادتی پر آؤ تو جو چاہو کہو عبد اللہ بن عباس نے کہا قسم خدا کی تو ہمکو کچھ نہیں دیتا جبتک ہم سوال نہیں کرتے اور اپنا دروازہ ہم پر نہیں کھولتا جبتک ہم اسکو نہیں کھٹکھٹاتے تو اپنی عطا اور بخشش ہم سے بند کرے عطا و بخشش خدا اس سے فراخ تر ہے اپنا دروازہ ہم پر بند کرے تو تیرے پاس نہ آئیں گے مگر یاد رہے کہ اس مال میں تیرا اسی قدر حصہ ہے جتنا کہ کسی ایک مرد مسلمان کا اسمیں ہمارا حق نہ ہوتا تو کوئی پیادہ یا سوار ہم سے تیرے پاس نہ آتا۔

پھر کہا اے معاویہ اتنا کہنا تیرے لئے کافی ہوا یا کچھ اور کہوں معاویہ نے کہا بس کر اے ابن عباس اسی قدر مجھکو کافی ہے از مستطرف۔

انصار اور معاویہ

ایکروز آپنے خطبہ کہا ایہا الناس حقتعالے نے قریش پر قرآن میں تین جگہ تحیہ بھیجا یعنی بھلائی سے یاد کیا ایک جگہ فرمایا وانذر عشیرتک الاقربین انذار کرو اور خوف دلاؤ تم اپنے قبیلہ کے نزدیک ترین کو ہم اُن کے کنبہ کے قریب ترین ہیں دوسرے مقام پر ارشاد ہے وانہ لذکر لک ولقومک بتحقیق کہ یہ یاددہانی ہے تیرے لئے اور تیری قوم کے واسطے ہم انکی قوم ہیں ایک اور جگہ فرمایا لایلف قریش واسطے الفت دینے قریش کے ہم قریش ہیں اسپر انصار سے ایک شخص اٹھا اور کہا اے معاویہ ذرا ٹھیرو اور میری گذارش سنو حقتعالے فرماتا ہے وکذب بہ قومک وھو الحق تکذیب کی اسکی تیری قوم نے حالانکہ وہ حق الامر ہے اور تم انکی قوم ہو نیز ارشاد خداوندی ہے ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا

قومک منہ یصدون جبکہ مثال بیان کی پسر مریم نے تو اے محمد تیری قوم اس سے روگردانی کرتی ہے
اور تم انکی قوم ہو۔ نیز اس نے فرمایا وقال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً یعنی
رسولخدا نے کہا اے پروردگار میرے چھوڑ دیا اس قرآن کو میری قوم نے اسکے بعد انصار نے کہا تم انحضرت کی وہی
قوم ہو جنھوں نے قرآن کو مہجور اور ترک کیا۔ پھر کہا یہ تین باتیں تیری تین کی جواب ہیں زیادہ اگر کہتا
تو ان کا جواب سنتا۔

معاویہ کا ایک مرد یمنی نے ناطقہ بند کر دیا

ایک شخص باشندہ یمن کے ساتھ معاویہ کا سوال و جواب ہوا کہنے لگے کہ اے یمنی تمہاری قوم کیسی جاہل
تھی کہ ایک عورت کو فرمانروا بنا رکھا تھا اس نے برجستہ کہا کہ تمہاری قوم ان سے جاہل تر تھی کہ رسول اللہ
نے انکو بطرف حق دعوت کیا تو اُنھوں نے کہا اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ
من السماء خداوندا یہ امر جو تیرا نبی تیری طرف سے لایا ہے یعنی امامت و خلافت امیرالمومنین اگر یہ حق ہے اور
تیری طرف سے ہے تو ہم اسکو قبول کرنے کو تیار نہیں ہم پر آسمان سے پتھر برسا یہ قصہ حارث بن نعمان فہری
کا ہے اسکو عداوت جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے اس قدر لاچار کیا تھا کہ بمقابلہ آنحضرت کی خلافت انکی
کے اُسنے اپنے اوپر پتھر برسنے کی دعا کی خدائے تعالے نے دعا اس شقی ازلی کی قبول کی آسمان سے پتھر گرا اور
وہ اصل جہنم ہوا چنانچہ قرآن شریف کی سورہ سال سائل بعذاب واقع الخ میں اسکا ذکر ہے۔

قیس بن سعد عبادہ کا معاویہ کو مسکت جواب

احتجاج میں ہے کہ معاویہ حج کو آیا تو مدینہ بھی آیا اہل مدینہ اسکے استقبال کو نکلے مگر استقبال کرنے والوں میں
قریش ہی قریش تھے دوسرا کوئی نہ تھا منزل پر پہنچا تو کہا انصار کو کیا ہوا کہ کوئی اُن سے میرے استقبال کو
نہ آیا کسی نے کہا وہ مفلس ہیں سواری نہیں رکھتے کہا کیا شتران آبکش بھی نہ تھے انہی پر سوار ہو کر چلے آتے
قیس بن سعد عبادہ رئیس انصار اور رئیس زادہ ان کا حاضر تھا بولا اُنھوں نے شتران آبکش بدر و احد
وغیرہ غزوات رسول اللہ میں ہلاک کر دئے جبکہ تجھ سے اور تیرے باپ سے حمایت اسلام پر لڑتے تھے
حتی کہ امر خدا ظاہر ہو کر رہا حالانکہ تم اس سے کراہت کرتے تھے۔ معاویہ یہ سنکر دم بخود ہو گیا

قیس نے پھر کہا کہ رسول اللہ نے ہمکو خبر دی ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد ہمکو مصیبتیں پیش آئیں گی معاویہ نے کہا
تو اس وقت کے لئے تمکو کیا حکم دیا ہے۔ کہا امر کیا ہے کہ صبر کرنا جبتک کہ آنحضرت سے ملاقات ہو معاویہ
نے کہا تو صبر کرو

امام حسنؑ نے درخواست رشتہ یزید کو حقارت سے ٹھکرا دیا

بحار میں بعض کتب مناقب قدیمہ سے نقل ہوا ہے کہ معاویہ نے اپنے عامل مروان بن حکم کو لکھا کہ عبد اللہ
بن جعفرؓ کی دختر کا یزید کے لئے خطبہ کرے بدیں شرح کہ اسکے باپ کو اختیار ہے جسقدر چاہے مہر مقرر کرے نیز اسکا
قرضہ جو کچھ ہوگا چکا دیا جائے گا اور بڑا فائدہ اس رشتہ سے یہ ہوگا کہ قبیلہ بنی امیہ و بنی ہاشم میں جو قدیم سے
عداوت چلی آتی ہے دور ہو کر صورت مصالحت و یگانگت پیدا ہو جائے گی مروان نے عبد اللہ کو بلا کر یہ مضمون
اُن سے بیان کیا اُنھوں نے کہا ہماری لڑکیوں کا اختیار امام حسنؑ کو ہے ان سے درخواست کرو مروان نے
حاضر خدمت حسن مجتبیٰؑ ہو کر یہ سوال پیش کیا حضرتؑ نے فرمایا جن جن لوگوں کو چاہو بلوالو۔ مروان نے دونو
قبیلوں کے چیدہ اشخاص کو طلب کیا جمع ہو گئے تو حمد و ثناء الٰہی کے بعد کہا اما بعد امیر المومنین معاویہ بن
ابی سفیان نے مجھے امر کیا ہے کہ دختر عبد اللہ بن جعفر کی اس کے بیٹے یزید کے لئے درخواست کروں
اس شرط سے کہ اسکا باپ جس قدر چاہے اسکا مہر مقرر کرے قبول ہوگا نیز اسکا تمام قرضہ جو کچھ اسکے ذمہ ہے
سب ادا کر دیا جائیگا اور بڑی مصلحت اس مصلحت میں یہ ہے کہ دو قبیلوں میں جو عداوت ہے رفع ہو کر
صلح و سلوک ہو جائے گا۔ پھر کہا آگاہ ہو کہ یزید بن معاویہ وہ کفو ہے کہ کوئی اسکا ہمسر نہیں ولعمری
لمن یغبطکم بیزید اکثر ممن یغبط یزید بکم و یزید ممن یستسقی الغمام بوجہہ اور مجھکو اپنی جان
کی قسم ہے کہ یزید پر تمہاری قرابت کی وجہ سے اس قدر غبطہ نہو گا جتنا کہ تمپر یزید کی خویشی سے غبطہؔ کیا
جائے گا اور یزید وہ شخص ہے کہ جس کی وجہ سے بادلوں سے بارش طلب کی جائے اسپر کلام کو تمام کیا
اسکے بعد امام حسن اُٹھے اور حمد و ثناء خدا کے بعد کہا اے مروان تو نے جو کہا کہ مہر جو اسکا باپ کہے منظور ہے
تو ہم اپنی لڑکیوں کا وہی مہر مقرر کرتے ہیں جو رسول خدا نے اپنی ازواج و دختران کا کیا اس سے تجاوز

غبطہؔ۔ دوسرے کی خوشحالی دیکھکر اسکی آرزو کرنا بغیر اسکے کہ اس سے اس کے زوال کی خواہش کی جائے بخلاف رشک و حسد کے
کہ اس میں اپنے لیے حصول نعمت کی تمنا کے ساتھ دوسرے سے اسکا زوال بھی ملحوظ ہوتا ہے ۱۲ منہ۔

نہیں کرتے اور اسکے باپ کے قرضوں کا ادا کرنا تو کب ایسا ہوا ہے کہ ہماری لڑکیوں نے ہمارے دیون کو ادا کیا ہو اور دو قبیلوں کی باہمی مصالحت تو ہماری عداوت تمہارے ساتھ لِلّٰہ دنی اللہ ہے دنیا کے واسطے صلح ہو گی اور تیرا یہ کہنا کہ اس قرابت سے ہمیں غبطہ زیادہ ہوگا بہ نسبت اسکے کہ یزید پر اس سے غبطہ کیا جائے تو اگر خلافت نبوت سے بڑھ جائے تو ایسا ہو سکتا ہے جبکہ نبوت خلافت سے یقیناً مرتبہ میں زیادہ ہے تو یزید اس سے مغبوط ہوگا نہ ہم اور تیرا یہ کہنا کہ یزید کی وجہ سے سحاب سے بارش طلب کی جاتی ہے تو ان الغمام لیستسقی بوجہہ کے صحیح مصداق ذات پاک رسولخدا صلی اللہ علیہ واٰلہ ہے دوسرا کوئی نہیں آگاہ ہو کہ ہمنے زینب بنت عبداللہ کا عقد اسکے ابن عم قاسم بن محمد بن جعفرؓ کے ساتھ کر دیا اور اسکے مہر میں اپنا مزرعہ جو مدینہ میں ہے اور جس کے معاویہ دس ہزار دینار ہمکو قیمت دیتا رہا اور ہمنے قبول نہ کیا تھا وہ اسکو بخشا وہ اسکے نفقہ کے لئے کافی اور وافی ہے۔ مروان نے کہا اے بنی ہاشم یہ تمہاری غدر و بیوفائی ہے امام حسنؑ نے کہا واحدۃ بواحدۃ[1] کہ یہ ایک کے مقابلہ میں ایک ہی۔ مروان نے یہ کیفیت معاویہ کو لکھی تو اسنے کہا ہمنے اُن سے لڑکی کی درخواست کی اُنھوں نے ہماری درخواست قبول نکی وہ ہم سے خطبہ کرتے تو ہم ان سے انکار نہ کرتے

معاویہ نے امام حسنؑ پر اظہار حسد کر کے خفت اٹھائی

منقول ہے کہ معاویہ مدینہ میں آیا تو دیکھا کہ قریش امام حسن کے گرد مجتمع رہتے ہیں اور ان کی تعظیم اور تکریم مدرجہ غایت بجا لاتے ہیں یہ حالت دیکھ کر اُسکے دل میں حسد پیدا ہوا اور ابوالاسود دئلی اور ضحاک بن قیس الفہری کو بلا کر اپنا خیال اُن کے آگے ظاہر کیا اور جو کچھ حضرت امام حسن کے بارے میں اُس نے ارادہ کیا تھا اس میں مشورہ چاہا۔ ابوالاسود نے کہا جو امیر المومنین کی رائے میں آئے افضل ہے مگر میرے نزدیک تو بہتر ہے کہ یہ ارادہ ترک کیا جائے کیونکہ جو کچھ تم ان کے بارے میں کہو گے لوگ اُسے

---

[1] ظاہر مراد اس سے یہ ہے کہ تیری ہر ایک بات کا جواب میں ایک بات ہے یعنی جیسا تو نے کہا ویسا جواب پایا اور ممکن ہے کہ اشارہ ہو طرف اس قصہ کے کہ آپ نے اس سے پہلے عائشہ بنت عثمان کے ساتھ اپنے عقد کی خواہش کی تھی اور مروان نے کہا تھا کہ اس کو عبداللہ زبیر کو دونگا۔ مگر مناقب میں یہ حکایت امام حسینؑ کے زمانہ کی بیان کی گئی ہے یعنی آنحضرت نے مروان کے یزید کے واسطے خطبہ کرنے پر ام کلثوم بنت عبداللہ کا عقد قاسم بن محمد طیار سے کیا اور جب اسنے کہا غدر کیا اے بنی ہاشم تو حضرت نے عائشہ بنت عثمان کے امام حسن کو دینے سے انکار کرنے کے قصہ کو یاد دلایا جیسا کہ آنحضرت کے حالات میں آئندہ اسکا ذکر ہو گا

حد پر محمول کریں گے اس سے انکا رتبہ اور اونچا ہو گا اے امیر حسن کا شباب اعتدال پر ہے وہ حاضر جوابی میں
یگانۂ روزگار ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارے کلام کو اس خوبصورتی سے رد کریں گے کہ تیرے تیر پلٹ کر تیرے
ہی لگیں گے اور تیری ساق پا کو چھید دیں گے اور تیرے عیب کھل جائیں گے تو اسوقت تیرا کلام بجائے ذلت
کے انکی فضیلت کو ظاہر اور تمہاری منقصت کو آشکار کرے گا ہاں کوئی عیب اُن کے حسب و نسب میں ہوتا
تو اسکو زبان پر لا سکتے تھے مگر وہ اپنی ذات سے کمال مہذب و شائستہ ہیں اور نسب میں صریح عرب اور انکا
لب لباب ہیں اور پاک عنصر اور اصل کریم سے بنے ہیں - میں تو پھر یہی کہتا ہوں کہ امیر المومنین اُن کے مقابلہ سے
باز رہو مگر ضحاک بن قیس نے کہا اے امیر جو کچھ اُن کے مقدمہ میں اندیشہ کیا ہے البتہ اسکو امضا کرو اور اپنی
عقوبت اور ایذا رسانی کو اس سے باز نہ رکھو بتحقیق کہ تم اپنے جارحانہ خطاب و محکم جواب سے ان پر گرفت کرو گے
اور وہ تمہارے آگے اس طرح ذلیل ہوں گے جیسے شتر پیر گلہ شتران جوان کے سامنے - معاویہ نے کہا ایسا
ہی کروں گا - جمعہ کا دن آیا تو وہ منبر پر گیا اور حمد خدا و درود بر محمد مصطفےٰ کے بعد امیر المومنین علی ابن ابطالب
کا ذکر درمیان لایا اور تنقیص اور توہین کی آنحضرت کی - پھر کہا کچھ لوگ قریش سے اہل سفاہت و طیش ہیں
مقدر نے انکو مبتلائے مصیبت کیا شیطان نے اُن کے سر و پر آشیانہ بنایا اور ان کی زبانوں پر قبضہ پایا - اُن کے
سینوں میں انڈے بچے دئے اور بچے نکالے اور گوشت و پوست میں سرایت کر گیا کہ خطا و خلل اُن سے ظاہر
ہوتے اور راہ راست انکی نظر میں دھندلا و تاریک دکھائی دیتا اور وہ طرف بغی و عدوان و زور و بہتان
کی طرف رہبری کرتا ہے پس وہ شیطان کے شرکاء ہیں اور وہ ان کا قرین ومن یکن الشیطان لہ
قرینا فساء قرینا جس کا شیطان قرین اور ہمنشین ہو پس برا قرین ہے اسکا میں انکی کافی تادیب
کروں گا اور حق تعالےٰ سے خواستگار اعانت ہوں گا امام حسنؑ اسکا کلام سنکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور منبر کا
بازو پکڑ کر خطبہ فصیح و بلیغ متضمن بمدح اہل بیت و رسالت دربارۂ ازفضل خود کہا معاویہ اور برہم ہوا اور
بیچ میں درک دے کر غیر متعلق سوال کرنے لگا حضرت اس کا جواب دیکر پھر مشغول خطبہ ہوتے تھے معاویہ نے
کہا تمہارا النفس خلافت کی خواہش رکھتا ہے مگر تم اسکے اہل و شایاں نہیں ہو - حسن مجتبیٰ نے فرمایا جو کتاب خدا
و سنت رسول پر عمل پیرا ہو وہ اسکا اہل ہے - اہل خلافت وہ نہیں جو کتاب خدا اور سنت رسول اللہ
کو معطل رکھے اسکی مثال ایسی ہے کہ کسی کو بادشاہی ملے وہ خوب عیش و عشرت کرے پھر اس سے چھن جائے
اور مطالبات اسکے ذمے رہ جائیں معاویہ نے کہا قریش میں کوئی ایسا نہیں جس کے اوپر ہمارے احسان اور

دست جمیل نعمت کا ہو حضرت نے کہا ہاں وہی لوگ ہیں جن کی وجہ سے ذلت و خواری سے نکلکر تو نے عزت پائی اور قلت کے بعد کثرت سے فائدہ اٹھایا کہا اے حسنؑ وہ کون لوگ ہیں فرمایا وہ ہیں جو معرفت خدا سے تجھے باز رکھتے ہیں اور گمراہ کرتے ہیں یدطولیٰ انکو حاصل ہی پھر قدرے اپنے اب وجد کی مدح کر کے فرمایا اے معاویہ تو ان کی برابری کر سکتا ہے کہا نہیں اور تمہارے قول کی تصدیق کرتا ہوں فرمایا حق واضح اور روشن ہے اور باطل متروک و مردود۔

ذکر بعضے از حکام ستم انجام کہ معاویہ نے اپنی مملکت کے طول و عرض میں جاری کئے

معاویہ نے خلافت پر استقلال پاکر جو فرامین بلاد و امصار اسلام میں جاری کئے ان کا بیان اس سے پیشتر بروایت مورخ سنیہ ابو الحسن مدائنی ہم تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین میں کر چکے یہاں بروایت سلیم بن قیس ہلالی بحار الانوار سے مکرراً اسکا ذکر ہوتا ہے لکھا ہے کہ تمام قلمرو میں اعلان عام کر دیا گیا تھا کہ حکومت اس کے خون کی ذمہ داری سے بری ہے یعنی کچھ اسکی بابت پوچھ پرسش نہ کرے گی جو منقبت علیؑ اور انکی اہل بیت کی فضیلت میں کوئی حدیث بیان کرے۔ سب سے زیادہ مصیبت میں اس عہد میں اہل کوفہ تھے۔ کیونکہ وہاں شیعہ بہت تھے اس لئے زیاد کو وہاں کی حکومت دی اور عراق عرب و عجم یعنی کوفہ و بصرہ کی فرمانروائی کو اسکے لئے جمع کیا وہ شیعوں کو چن چن کر پکڑتا چونکہ انسے واقف تھا کیونکہ پہلے انہیں شامل تھا ہر سنگ و کلوخ کے نیچے سے نکلوا کر قتل کراتا تھا ڈراتا اور دھمکاتا ہاتھ پاؤں کٹوا ڈالتا شاخہائے خرما میں باندھ کر لٹکاتا۔ آنکھیں نکالتا ورنہ شہر بدر اور آوارہ وطن کر دیتا تا اینکہ عراق ان سے خالی ہو گیا کوئی مشہور و معروف ان سے باقی نہ رہا یا قتل ہوئے پھانسی دے گئے یا قید ہو کر زندان میں ڈالے گئے یا جلا وطن کر دئے گئے۔ نیز معاویہ نے تمام دیار و امصار میں لکھ بھیجا کہ شیعیان علیؑ اور ان کے اہل بیت کی گواہی کہیں قبول نہ کی جائے اور لکھا کہ نظر کرو طرف شیعہ عثمان اور اس کے اہل بیت کے اور ان کے فضائل و مناقب بیان کرنے والوں کے اور دیکھو انکا اعزاز و اکرام کرو اور مجالس میں انکو نزدیک بٹھاؤ اور جو کوئی انکی مدح و منقبت کرے۔ اسکا اور اسکے باپ کا نام لکھ لو اور اسکے کنبے قبیلے کا نشان درج کرو حکام و عمال نے پسر عمل کیا حتیٰ کہ عثمان کے فضائل میں ہزارہا احادیث وضع ہو گئیں کیونکہ انکی عزت ہوتی یا علام ہوتے تو آزاد کئے جاتے اور جائزے و انعام بھیجے جاتے خلعتیں عنایت ہوتیں۔ جاگیریں بخشی جاتیں ہر بلدہ و قصبہ میں ان

امور کی کثرت ہوئی - ہر ایک کو طمع اموال دنیا نے گھیرا کیونکہ جہاں کوئی مدح عثمان میں روایت کرتا فوراً اسکا نام درج رجسٹر کر لیا جاتا انعام دیتے مقرب بنالیتے اسپر عرصہ گذر گیا تو معاویہ نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ حادیث عثمان کے حق میں بہت ہوگئیں ہر قریہ اور قصبہ میں پھیل گئیں - اب لوگوں کو لکھو کہ میرے یعنی معاویہ کے حق میں یعنی اسکے فضل و سوابق میں حدیثیں وضع کرنی چاہئیں کہ یہ امر ہمارے نزدیک محبوب تر ہے اور باعث ہماری خنکی چشم کا ہے اور اس گھرانے یعنی اہل بیت رسالت کی حجتیں اس سے پامال ہوتی ہیں اور کام اپنر دشوار ہوتا ہے پس ہر ایک قاضی و حاکم نے اسکے خطوط عاملوں کے سامنے پڑھے لوگ ہر گوشہ و کنار میں معاویہ کے حق میں روایتیں بیان کرنے لگے ان کو معلمین مکاتب کو دیتے وہ بچوں کو ان کی تعلیم کرتے حتیٰ کہ زنان و دختران دوشیزہ و نوکران و خادمان خانگی تک ان سے واقف ہو گئے یہ صورت بھی عرصہ دراز تک جاری رہی - زیاد بد نہاد نے معاویہ کو لکھا کہ اہل حضرموت علیؑ کے دین و مذہب پر ہیں - معاویہ نے جواب میں لکھا جسے اس مذہب پر پائے بیدریغ قتل کرے اس نے انہیں قتل کیا ناک کان کاٹ کر مثلہ بنایا - پھر اس مردود نے تمام ملک میں نامے بھیجے کہ دیکھو اور نظر کرو جسپر گواہ شہادت دیں کہ علیؑ کو اور ان کے اہل بیت کو دوست رکھتا ہے اسکا نام دفتر عطیات سے محو کردو - دوبارہ خط لکھا جسپر دوست و شیعہ علیؑ ہونے کی تہمت بھی ہو ہر سنگ و حجر کے نیچے سے نکالکر قتل کرو گواہ شہادت ندیں تو تہمت شبہہ و مظنہ پر قتل کرو حتیٰ کہ ان کی طرف میلان کا ایک کلمہ بھی کسی کے منہ سے نکلتا تو اسکی گردن مارتے اور نوبت یہاں تک پہنچی تھی اگر کسی کو کفر و زندقہ کی تہمت لگاتے تو اسکی عزت ہوتی کوئی بری آنکھ سے نہ دیکھ سکتا حالانکہ شیعہ علیؑ کسی جگہ جان و مال سے ایمن نہ تھے خاصکر کوفہ اور بصرے میں ان کی حالت زبون تھی حتیٰ کہ کوئی معتمد علیہ و ثقہ سے بھی بات چیت کرنا چاہتا تو اسکے گھر جاتا اسکے غلام و خادم تک سے ڈرتا حلف اس سے بھی غلیظ و شدید قسمیں اخفا کی لیکر بات کرتا پس کام شدید ہوتا گیا حتیٰ کہ جھوٹی حدیثوں کی کثرت و شہرت ہوئی لڑکوں نے اسپر تعلیم پاتے ہوئے نشو و نما پائی شدید تر اس مقدمہ میں قاریان قرآن و ریاکاران[1] متصنع تھے کہ خشوع و پرہیزگاری کا اظہار کرتے -

پس جھوٹ بولتے اور جعلی حدیثیں بناتے اور امرا و حکام سے فائدہ اٹھاتے تقرب پاتے اور نقد مال اور جاگیریں و مکانات انعام میں لیتے یہانتک کہ انکی روایت کردہ حدیثیں ان کے نزدیک حق و صدق ہو گئیں ان کو قبول کیا اور اوروں کو تعلیم کی - اور بنا و محبت اسپر رکھی اور انکو رد کرنیوالوں اور ان میں شک و شبہہ کرنے

[1] ریاکاران متصنع یعنی ریاکاری میں تصنع و بناوٹ کرکے اپنے آپ کو متقی و پرہیزگار دکھاتے تھے ۱۲ منہ

کرنیوالوں سے یہ عداوت رکھنے لگے - پس اس جماعت نے اسپر اتفاق کیا اور ان سے یہ اخبار اہل عبادت و تمکین دینداروں تک پہنچے جو کذب و افتعال کو حلال رکھتے تھے انھوں نے حق جان کر انہیں قبول کیا - اگر اسکا بطلان جانتے اور معلوم ہوتا کہ مفتعل اور بناوٹی ہیں تو البتہ اُن سے اعراض کرتے اور انکو مخالفوں سے بغض و عداوت نہ رکھتے پس حق انکو نہ دیکھ باطل اور باطل حق ہوگیا اور کذب کو راست اور راست کو کذب جان لیا امام حسنؑ نے وفات پائی تو بلا و فتنہ میں اور زیادتی ہوئی کوئی ولی اور دوست خدا ایسا باقی نہ رہا کہ اپنی جان پر خائف اور ترساں نہو یا قتل کر دیا جاتا یا وطن آوارہ مارا مارا پھرتا کہیں جائے امن نہ تھی

شہادت آنحضرت صلوات اللہ علیہ

بنا بر مشہور ۲۸ صفر ۴۹ھ کو بمقام مدینہ سکینہ واقع ہوئی - بروایتے روز پنجشنبہ، صغر عمر شریف اس وقت ۴۷ سال کی تھی کلینی علیہ الرحمۃ نے بسند معتبر جناب صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ نے ۵۰ سنہ ہجری میں وفات پائی عمر ۴۷ سال کی ہوئی چالیس سال رسول اللہ کے بعد زندہ رہے بعض دیگر علماء نے ۴۸ سال کی عمر بیان کی ہے اور کشف الغمہ میں آنحضرت سے روایت ہے کہ عمر شریف بوقت شہادت ۴۷ سال کی تھی اور آپ کے اور آپ کے برادر گرامی قدر امام حسینؑ کے درمیان مدت حمل ۶ ماہ فاصل تھی اپنے جد امجد رسالت پناہ کے ساتھ سات سال رہے اور پدر بزرگوار امیر المومنین کے ساتھ تیس سال اور دس سال آنحضرت کے بعد زندہ رہے ؛

علّتِ شہادت

معاویہ نے صلح کے وقت جیسا پہلے گذرا تھا قبول کر لیا تھا کہ اس کے مرنے پر خلافت امام حسنؑ کا حق ہے وہ خلیفہ ہوں گے جو کاغذ معاہدہ کا لکھا گیا اس میں یہ درج تھا ورنہ امر خلافت شورائی مسلمین سے طے کیا جائے اس سبب سے امارت اور حکومت پر مستقل ہونے سے اسکو فکر ہوا کہ امام حسنؑ کا قدم درمیان سے نکالا جائے اور یزید کو اپنا ولیعہد تجویز کرے پس وہ اسپر تل گیا کہ جس طرح بنے عالم کو آپ کے وجود ذی جود سے خالی کر دے اس مدعا کے حاصل کرنے کے سبب اس نے آپکی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس کو پیغام بھیجا - اسکے پاس ایک لاکھ درہم یا دس ہزار دینار سرخ بحسب اختلاف الروایت بقول دسند جہانگیر

بعض دیہات نواح کوفہ وشام کی قاصد کے ہاتھ بھیجی اور زہر قاتل اسکے ہمراہ کیا کہ اس زہر سے آنحضرتؑ کا کام تمام کرو ے تو اس جائزے اور انعام کے سوا یزید کے ساتھ انکا نکاح کردیا جائے گا۔

جلاء العیون میں ہے کہ معاویہ نے شاہ روم کو لکھا تھا کہ قدرے زہر قاتل اسکو بھیجدے اسنے جواب میں لکھا کہ میرا طریق و مذہب یہ نہیں کہ کسی کے فنا و ہلاکت میں ساعی ہوں جو ہمارے ساتھ جنگ آور ہو معاویہ نے کہا جسکو میں اس زہر سے ہلاک کرنا چاہتا ہوں وہ ایک مرد ہے کہ مکہ میں بدعوائے پیغمبری ظاہر ہوا ہی خروج کرکے اپنے باپ کی بادشاہی لینا چاہتا ہے اس لئے میری خواہش ہے کہ اُسے زہر دے کر بلاد و عباد کو اس کے فتنہ و فساد سے پاک کروں اور بہت سے تحف و ہدایا اُس کے لئے روانہ کئے تب اُس نے بشرائط بسیار و عدے لیکر زہر مطلوب اُسے بھیجا۔

تعیین قاتل آنحضرت

فرزند دلبند محمد مصطفیٰ حسن مجتبیٰ کو جعدہ بنت اشعث بن قیس آپکی زوجہ نے یقیناً زہر دیا یہ جعدہ ملقب بہ اسماء ام فروہ خواہر ابوبکر نابینا کے بطن سے تھی خلیفہ اول نے بعہد خلافت خود اس کی شادی اشعث مذکور کے ساتھ کردی تھی اسی وجہ سے عداوت اہل بیت رسالت اُن کے رگ و پے میں سرائت کرگئی خود اشعث امیرالمومنینؑ کے خون میں شریک ہوا اس کی بیٹی جعدہ مذکور نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا۔ محمد پسر اشعث عبیداللہ زیاد کے مقربوں سے امام حسین کی خونریزی میں شرکت رکھتا ہے۔

نقل ہے کہ حضرتؑ نے اپنے اہل بیت سے کہا اے معاشر اہل بیت میں زہر سے شہید ہوں گا جیسے حضرت رسولخداؐ زہر سے شہید ہوئے۔ عرض کی کون حضرت کو زہر دے گا فرمایا زوجہ یا کنیز میری اس کار کی مرتکب ہوگی عرض کی اسکو گھر سے نکال دیجئے فرمایا کیونکر نکالوں جبکہ میری موت اسکے ہاتھ پر مقدر ہو چکی ہے اس سے چارہ نہیں اسکو نکال دوں تو پھر کون مجھ کو قتل کرے گا اسی کے ہاتھ سے مارا جانا ہے نیز فرمایا کہ کیونکر اسکو نکالوں حال آنکہ ہنوز کوئی فعل اس سے سرزد نہیں ہوا جس سے وہ سزا کی مستوجب ہو۔ نیز حضرت نے فرمایا جو کچھ ہونیوالا ہے وہ تو ہوکر رہے گا اسوقت اسے نکالوں تو اسکو خلائق میں ایک عذر اس ارتکاب کا پیدا ہو جائے گا۔ اس گفتگو کے کچھ عرصہ بعد معاویہ نے جعدہ کو زہر بھیجکر

آمادہ قتل کا کیا۔

واقعہ ہائلہ شہادت

ایک روز وہ امام مظلوم موسم گرما رشد بدیں صوم سے تھے بوقت افطار پیاس کا غلبہ ہوا۔ جعدہ ملعونہ شربت شیردار آنحضرت کے لئے لائی جس میں زہر فرستادۂ معاویہ شامل کیا تھا آپنے اسکو پی کر فرمایا اے دشمن خدا قتلتنی قتلك الله خدا تجھے قتل کرے تونے مجھے مار ڈالا۔ قسم خدا کی تجھے مجھ سے بہتر مرد نہ ملے گا اس ملعون (معاویہ) نے تجھے فریب دیا حق تعالےٰ اسکو اور تجھے دونوں کو عذاب ابدی میں معذب فرمائیگا آگاہ رہ کہ اُسنے جو وعدہ تیرے ساتھ کیا اسکو وفا نہ کرے گا حقیر مؤلف کہتا ہے کہ جیسا حضرت نے خبر دی تھی ویسا ہی واقع ہوا معاویہ نے یہ کہکر یزید سے اسکی شادی نہ کی کہ اس نے ریحانہ رسول وجگر بند علیؑ وبتولؑ سے کیا سلوک کیا جو یزید کے حق میں کرے گی اور اسکا انجام وہ ہوا جو آئندہ باب ازواج آنحضرت میں آتا ہے۔

کلینی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جعدہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا تو آپ کے ساتھ ایک کنیز کو بھی وہ شربت زہر آلود دیا مگر کنیز نے قے کر کے اسے نکالا اور شفا پائی حضرت کے معدہ میں باقی رہ گیا جس نے جگر مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کہتے ہیں کہ بُرادۂ طلا پانی میں گھول کر پلایا گیا تھا مروی ہے ایک شخص آیا، آپ کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ ناگاہ خون حلق مبارک سے آیا طشت منگا کر اس میں اس خون کی قے کی تو طشت اس سے پُر ہو گیا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ یہ کیا صورت ہے۔ فرمایا معاویہ نے زہر بھیجا وہ مجھکو کھلایا ہے اس نے میرے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے ہیں وہی پارہ ہائے جگر ہیں جو اس طشت میں گرے ہیں میں نے عرض کی آپ علاج نہیں کرتے فرمایا پیشتر دو مرتبہ مجھکو زہر دیا گیا۔ یہ تیسری باری ہے اب اسکی دوا نہیں ہو سکتی

زمانہ مرض آنحضرتؑ

مدت مرض آنحضرت باختلاف ذکر ہوئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ چالیس یوم و کم از کم دو روز جُنادہ بن ابی امیہ سے منقول ہے۔ اس نے کہا میں حسنؑ ابن علی کی خدمت میں آپ کے مرض موت

میں داخل ہوا تو آپ کے آگے ایک طاس رکھا ہوا تھا جس میں حضرت دہن مبارک سے خون ڈال رہے تھے جگر اطہر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس میں گرتا تھا بوجہ اس زہر کے جو بامر معاویہ آنحضرت کو کھلایا گیا تھا میں نے عرض کی حضور اسکا علاج نہیں کرتے فرمایا اے بندہ خدا موت کا بھی کہیں علاج ہوا ہے - میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ اسلام میں علیؑ و فاطمہ سے بارہ امام ہوں گے جو یا قتل ہوں گے یا زہر سے مریں گے - پھر طاس وہاں سے اٹھا لیا گیا اس وقت وہ حضرت گریاں ہوئے میں نے کہا یا ابن رسول اللہ مجھکو کچھ نصیحت کیجئے فرمایا ہاں مہیا سفر آخرت ہو اور زاد راہ اسکے لئے تیار کر قبل اسکے کہ موت تجھ پر حلول کرے - آگاہ رہ کہ تو دنیا کو طلب کرتا ہے اور موت تجھکو طلب کرتی ہے روز موجود میں آنے والے دن کا غم نہ کھا - جان لے کہ اگر تو اپنی قوت سے زیادہ مال کسب کر کے جمع کریگا تو دوسروں کا خزانہ دار ہے دنیا کے حلال میں حساب ہو اور حرام میں عقاب اور شبہات میں عتاب دنیا کو بمنزلہ مردار جان اور اس سے بقدر کفایت لے حلال ہے تو تونے اسسے زہد اختیار کیا ہوگا حرام ہے تو تو نافرمانی خدا سے باز رہیگا اور جسقدر تونے لیا ہے حلال ہوگا جیسا ضرورت میں مردار حلال ہوتا ہے - عتاب ہو تو عذاب کمتر ہوگا - دنیا کے لئے اسطرح کام کر گویا تو ہمیشہ رہے گا اور دین کے لئے ایسا کر کہ گویا کل مرجانے والا ہے اگر تو بغیر کنبہ قبیلہ کے عزت کا طالب اور بلا تسلط و حکومت کے شکوہ و ہیبت کا خواستگار ہے تو معصیت خدا کی ذلت کو چھوڑ کر طاعت خدا کی عزت کو اختیار کر - تجھکو آدمیوں کی مصاحبت کی ضرورت ہو تو اس شخص کی مصاحبت کر کہ اسکی صحبت سے تجھے زینت ہو اور اسکی خدمت سے تیری صیانت ہو - اس سے اعانت چاہے تو وہ تیری اعانت کرے تو بات کرے تو تیری تصدیق کرے حملہ آور ہو تو تیرے حملہ کو قوت بخشے - کسی فضیلت کی طرف تو ہاتھ بڑھاوے تو تیرے ہاتھ کو اور دراز کرے تجھ میں کوئی درز یا چھید ظاہر ہو تو اسکو مسدود کر دے - کوئی خوبی تجھ میں مشاہدہ کرے تو اسے مشتہر کرے - اس سے سوال کرے تو عطا کرے - تو سکوت کرے تو وہ بات کہنی شروع کر دے - اس کے مصائب پر تجھے افسوس ہو وہ ایسا شخص ہو کہ اسکی وجہ سے تجھے ایذا میں نہ پہنچیں اور راہیں اسکے سلوک کی تیرے ساتھ مختلف ہوں اور حقائق میں تیرا ساتھ چھوڑے - کسی شئے کی قسمت پر نزاع ہو تو تجھکو اپنے اوپر ترجیح دے یعنی اپنے متمتع ہونے کے بجائے تجھے نفع پہنچائے راوی کہتا ہے کہ کلام آنحضرت کا یہاں تک پہنچا تھا کہ سانس بند ہونے لگا اور رنگت زرد ہو گئی اس وقت امام حسینؑ آپ کے پاس آئے اور جھک کر پیشانی مبارک کو چوما اور ان دو نو حضرات میں

کچھ راز کی باتیں ہونے لگیں۔

وصیت آنحضرت صلواۃ اللہ علیہ

مروی ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا تو فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون پس حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کے بالین پر حاضر ہو کر پرسان حال ہوئے کہ اے برادر آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا اپنے تئیں اول روز من روز ہائے آخرت سے اور دنیا کے دنوں سے آخر دن میں پاتا ہوں اور جانتا ہوں کہ جو دن اجل کا معین ہے اس سے سبقت نہ کروں گا اپنے پدر بزرگوار وجد عالیمقدار و مادر نیک کردار کے پاس جاتا ہوں دو عمو حمزہ رض وجعفر رض سے ملوں گا۔ تمہاری اور دیگر دوستان و برادران کی جدائی مجھپر شاق ہے اور اپنے اس کلام سے استغفار کرتا ہوں اور دنیا سے جا رہا ہوں حقتعالے عوض ہے ہر گذشتہ کا اور اسکے ثواب سے ہر مصیبت میں تسلی ہوتی ہے اور ہر امر فوت شدہ کا تدارک ملتا ہے اے برادر میں ٹکڑے اپنے جگر کے طشت میں دیکھے ہیں اور جانتا ہوں جسنے یہ کام میرے ساتھ کیا ہے اور جہاں سے اسکی اصل ہے حضرت ابو عبد اللہ الحسینؑ نے کہا مجھے معلوم ہو کہ کس نے آپ کو زہر دیا ہے تو البتہ اس سے قصاص لوں فرمایا میں تمکو اس سے آگاہ نکروں گا جب تک کہ اپنے جد امجد رسول خدا سے ملاقات کروں مگر میری وصیتیں تحریر کرلو۔ پھر فرمایا کہ بہ تحقیق یہ وصیت ہے حسنؑ بن علیؑ کی اپنے وصی و برادر حسینؑ ابن علیؑ کو اوّل یہ کہ شہادت دیتا ہوں وحدانیت خدا کی جو اپنی خدائی میں کوئی شریک وسہیم نہیں رکھتا اور بادشاہی میں کوئی اسکا ہمسر نہیں۔ اس کی اطاعت کرنے والا رستگار ہے اور عاصی گمراہ جسنے اسکے آگے توبہ کی ہدایت پائی۔ پس اے حسینؑ اپنے پس ماندگان اپنی عیال و اولاد کو تمہارے سپرد کرتا ہوں اُن کے گناہوں سے درگذر کرنا انکی بھلائیوں کو قبول فرمانا تم مانند پدر مہربان میرے خلیفہ و جانشین ہو ان کے اوپر نیز وصیت کرتا ہوں تمکو کہ مجھکو میرے نانا رسول خدا کے نزدیک دفن کرنا کیونکہ میں احق اور اولیٰ ہوں اُنسے اور حجرۂ مقدس آنحضرت سے بہ نسبت اُن لوگوں کے جن کو بے اذن و اجازت وہاں دفن کیا حقتعالے اپنے اس کلام پاک میں فرماتا ہے کہ یا ایھا الذین اٰمنوا لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم اے ایمان والو نبیؐ کے گھروں میں داخل ہو جبتک کہ تمکو اجازت نہ دیجائے ان سے بھی یہی فرماتا ہے قسم بخدا کہ آنحضرت نے اپنی حیات میں انکو اسکی اجازت نہیں دی نہ بعد اسکے اجازت پائی بخلاف

ہمارے کہ مجاز ہیں کہ جو کچھ از روئے میراث ہمکو پہنچا ہے اسپر تصرف کریں۔ لیکن اگر وہ عورت (عائشہ) اس سے مانع آئے تو تمکو اپنے رحم اور قرابت کی قسم دیتا ہوں کہ میرے جنازے پر بقدر مجمہ کے خونریزی ہونے پائے جتبک کہ آنحضرتؐ سے ملاقات کروں اور شکایت کروں منافقان امت کی اور جنت البقیع میں لیجا کر مجھے دفن کرنا۔

سبز رنگ امام حسنؑ سے مخصوص ہے سُرخ امام حسینؑ سے

بحار میں ہے کہ ہمارے علماء نے نقل کیا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام کا رنگ مبارک قرب زمانہ وفات میں اثر زہر سے سرخ ہو گیا تھا۔ امام حسینؑ نے کہا کیا بات ہے کہ میں آپکا رنگ مبارک مائل بخضرۃ (سبزی) پاتا ہوں حضرتؑ نے اپنے برادر عزیز کو آغوش میں لیا کہ دونو بھائی دیر تک روتے رہے پھر فرمایا یا اخی میں نے رسول اللہ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ میں شب معراج یا عہائے بہشت میں داخل ہوا اور منازل مکانات اہل ایمان کو مشاہدہ کیا تو دو قصر عالیشان ایک طرز و انداز کے پاس پاس دیکھے کہ ایک زمرد سبز کا بنا ہوا تھا دوسرا یاقوت سرخ کا جبرئیل سے دریافت کیا یہ دو قصر کیسے ہیں انھوں نے کہا ایک حسنؑ سے متعلق ہے دوسرا حسینؑ سے میں نے کہا ان دونوں کا رنگ ایک کیوں نہوا وہ اس کا جواب نہ دیتے تھے جب میں نے خدا کا واسطہ دیکر پوچھا تو کہا امام حسنؑ کا قصر اسلئے سبز ہے کہ اسکو زہر دینگے اس لئے مرتے وقت اسکا رنگ زرد ہو جائے گا اور حسینؑ کو سنان و تیر و نیزہ و شمشیر لگائینگے جس سے وہ اپنے لہو میں نہائیں گے اس لئے رنگ سرخ انسے مخصوص ہوا۔ اسپر دونو بھائی پھر گریاں ہوئے اور حاضرین سے صدائے شیون و آہ بلند ہوئی۔

پارہ ہائے جگر حضرت بیت الخلا میں دیکھے گئے

حلیۃ الاولیا ابو نعیم اصفہانی میں نقل ہوا ہے کہ عمر بن اسحاق نے کہا میں اور ایک اور مرد حسنؑ بن علی کی خدمت میں انکی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے آپ نے ارشاد کیا اے فلاں مجھسے سوال کرو میں نے کہا نہیں خدا کی قسم میں کسی بات کا سوال نہ کروں گا جتبک حضرت کو شفا ہو جائے آپ کے صحتیاب ہونے پر شوق سے مسائل دریافت کریں گے پس حضرت بیت الخلا کو

تشریف لے گئے وہاں سے آئے تو فرمایا سوال کرو قبل اسکے کہ کچھہ نہ پوچھ سکو میں نے مکرر عرض کیا حضور کو خدا تندرست کر دے تو ہم سوال کریں گے۔ فرمایا میرے جگر کے ٹکڑے نکلے ہیں زہر مجھکو بار بار دیا گیا ہے مگر ایسا شدید زہر کبھی نہیں دیا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ دوسرے روز جو حاضر خدمت ہوا تو حالت دگرگوں پائی امام حسین علیہ السلام سرہانے بیٹھے استفسار کرتے تھے اے برادر تمکو کس نے زہر دیا فرمایا کیوں کیا اس لئے کہ اُسے قتل کرو۔ کہا ہاں۔ فرمایا اگر واقع میں وہی ہے جسپر میرا گمان ہے تو خدا کا عذاب شدید اسکے لئے مہیا ہے ورنہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی بے گناہ میری وجہ سے مارا جائے۔

قصاص کے لینے سی ممانعت

کمال حلم آنحضرت سے ہے کہ اپنے خون کا بدلا لینے سے منع کیا اور بدلا اسکا دار آخرت پر رکھا۔

جلاء العیون میں مسلم وقبیہ بن مصقلہ سے روایت ہے کہ امام حسن علیہ السلام کا جب وقت رحلت قریب آیا تو

؎ اس بار بار زہر دینے کی مفصل کیفیت کتاب کامل بہائی میں جسکو شیخ حسن بن محمد بن علی بن الحسن نے ۶۷۵ھ میں لکھ کر خواجہ بہاء الدین محمد بن شمس الدین محمد صاحب الدیوان سے منسوب کی درج ہے بنظر ازدیاد معلومات ناظرین یہاں اس سے نقل کی جاتی ہے لکھتے ہیں کہ معاویہ نے مروان حکم کو جو انکی طرف سے حاکم مدینہ تھا قتل امام حسنؑ پر مامور کیا اسنے انیسونیہ کنیز عبداللہ بن عمر خطاب سے جو جنگ صفین میں محمد بن حنفیہ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا سازش کی یہ عورت گھروں میں جاکر زنان مدینہ کی مشاطگی کیا کرتی تھی مروان نے اس سے کہا کہ جعدہ بنت اشعث زوجہ امام کو بہکا کر قتل آنحضرت پر آمادہ کر اس ملعونہ نے جعدہ سے مل کر اسکو ورغلایا کہ حسن کو قتل کرے گی تو معاویہ یزید سے تیرا عقد کر دے گا اور ملک عرب تجھکو بخشیگا۔ جعدہ ملعونہ اسپر رضامند ہو گئی مروان نے اپنے بیٹے عبدالملک کو یہ مژدہ دیکر شام کو بھیجا۔ معاویہ نے ایک ہزار دینار نقد بہت سے تحفوں و ہدیوں کے ساتھ مع ایک انگشتر طلا و سند ملک و حکومت اور قدرے زہر اسکو بھیجا۔ امام حسنؑ کو شہد مرغوب خاطر تھا ملعونہ نے شہد میں زہر ملا کر انکو کھلایا۔ رات ہوئی تو زیر ناف درد پیدا ہوا جو شدادہ شیر دے کر قے کرائی گئی اور دیگر علاج ہوئے اگلے روز پھر درد اُٹھا شربت تیار کرایا گیا تو اس ملعونہ نے کفدست زہر آلود اپنا اس میں ڈالدیا وہ شربت پی کر شدت سے درد اُٹھا آپ نے روضۂ رسولؐ اللہ پر جا کر قدرے خاک قبر شریف اُٹھالی اور شربت میں ملا کر نوش جان کی درد ساکن ہوا اسکے بعد چالیس روز متواتر آپ کا کھانا خانہ امام حسینؑ سے آتا تھا ایکروز اس ملعونہ نے کہا ہمارے باغ سے رطب تازہ آئے ہوئے ہیں میل کریں تو کسی قدر حاضر کروں اجازت پاکر ایک طبق پُر از خرما لائی زہر آلود آپکی طرف اور صاف رطب اپنی طرف رکھ کر ساتھ کھانے بیٹھ گئی اور آپ کھاتی گئی چند دانے حضرت نے کھائے درد و تکلیف بڑھ گئی بولی طبق بے سرپوش کچھ عرصہ رکھا رہا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کرژدم نے اسے سونگھا

تو فرمایا مجھکو صحرا میں لیچلو تاکہ ملکوت سماوات میں نظر کروں یعنی آیات وعلامات حق جل وعلا کا مشاہدہ کروں وہاں

لے گئے تو فرمایا اللھم انی احتسب نفسی عندک فانھا اعز الانفس علیے پروردگارا میں احتساب کرتا ہوں

اپنے نفس کا تیرے پاس یعنی اپنی جان کے جانے کا کہ میرے نزدیک تمام جانوں سے عزیز تر ہے راضی ہوں اور

تیری رضا کی طلب میں خواہان قصاص نہیں ہو تا راوی کہتا ہے کہ افضال ایزدی سے آنحضرت پر ایک یہ تھا

کہ اپنے خون کے بدلا لینے سے منع کر دیا تھا یعنی اپنی عوض دنیا میں کسی کا مارا جانا روانہ رکھا۔ حوالہ باٰخرت

کیا فان عذاب الاٰخرۃ اشد واقوی جیسا کہ آپ کے والد والا قدر بعد ضرب ابن ملجم کے جب تک زندہ رہے

اس ملعون کی سفارش کرتے رہے اور جو طعام شیر وشربت آپ کے لئے آتا تھا تاکید اسکے لئے بھی ویسا ہی بھجواتے

اور عزم صمم رکھتے تھے کہ اس مہلکہ سے نجات پائیں تو بتشبیق عاقر ناقہ صالح کو عفو فرمادیں وبصورت دیگر صرف

ایک ضرب کی اجازت دی۔ کان ناک کاٹنے سے سخت ممانعت فرمائی بنی ہاشم کو تاکید کی کہ کسی اور سے متعرض نہوں

بقیہ صفحہ (۲۱۵) اس وقت سے امام انام قطعاً اسکی طرف سے مشتبہ ہو گئے اسکے گھر جانا چھوڑ دیا۔ نصرانی طبیب علاج کرتا تھا آخرش وہ

گرمی مدینہ کی تاب نلا کر موصل کے ٹھنڈے ملک میں تابستان بسر کرنے کے لئے چلا گیا۔ مروان نے معاویہ کو کیفیت لکھی کہ چند بار زہر دیا گیا

اثر نہیں ہوا کوئی اور تدبیر کرنی چاہیے اس بدبخت نے ایک اندھے صوفی کو گانٹھا چند اشرفیاں اسے دیکر آمادہ کیا اور ایک عصائے نوکدار

آہنی زہر میں بجھی اسکو دی وہ شیطان مدینہ آیا اور بہت تپاک سے حضرت سے ملا اور حسب عادت صوفیہ دست بوسی کو آگے بڑھا اسی

وقت نوک عصا پشت پائے مبارک پر رکھ کر دبا یا لوگوں نے چاہا کہ اس خبیث کو پکڑ کے واصل جہنم کریں۔ مجسم حلم وحیا نے اجازت ندی۔

دیگر۔ ایک شخص اسمٰعیل نام خدمت اقدس میں رہتا تھا معاویہ نے اُسے خفیہ توڑ لیا ایک روز خرپوزہ کارد زہر آلود سے تراش کر حضرت

کو دیتا دوسرے چاقو سے چھیلکر خود کھاتا اوروں کو دیتا تھا دہان مبارک میں تلخی زہر کی معلوم ہوئی تو پھانک ہاتھ سے پھینکدی

حضار نے اس کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا اجازت نہوئی کہ ہماری خدمت کرتا رہا ہے کیونکر اسے ماریں سعد غلام امیرالمومنین شام میں رہنے

لگا تھا وہاں سے آرہا تھا راہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ مرا پڑا ہے۔ شتر سواری ڈالکر بھاگ گیا لاش کے آگے ایک توبرا پڑا تھا سعد نے اتر کر توبرہ

میں دیکھا کہ ایک خط از طرف معاویہ بنام اسمٰعیل مذکور ملا اور ایک شیشہ زہر ساتھ تھا۔ لاکر امام انام کی خدمت میں پیش کیا امام

نے خط پڑھ کر رکھ لیا کیسکو جرات نہوئی دریافت کریں کیا لکھا ہے عبد اللہ بن عباس نے خط لیکر پڑھا تو شور مچ گیا۔ عون بن

علی کو حکم ہوا کہ اسمٰعیل مردود کو حاضر کرے۔ حاضر ہوا تو باواز ضعیف فرمایا اے اسمٰعیل آل یٰسین اس امت میں کون لوگ ہیں

کہا علیؑ وفاطمہؑ اور آپ اور بھائی آپ کے امام حسینؑ بن علی علیہ السلام۔ مختار ابن عبیدہ نے اٹھکر بلا اجازت دا اجازہ اس

ملعون کو قتل کیا اس کا ایک بیٹا بھی مارا گیا اور گھر لوٹ لیا معاویہ نے پھر مروان کے پاس زہر بھیجا اور ہیرے کی کنی ہمراہ کی

دوسری روایت میں زیاد مجازلی سے نقل ہے کہ وقت وفات امام حسن نزدیک آیا تو امام حسین کو بلایا اور فرمایا اے برادر میں تم سے جدا ہوتا ہوں اور اپنے پروردگار سے ملحق ہوتا ہوں میرا جگر ٹکڑے ہو کر طشت میں گرا میں جانتا ہوں جس نے مجھے زہر پلایا اور جہاں سے یہ آیا ہے میں اسکی خصومت خدائے عزوجل کے سامنے پیش کرونگا لیکن تمکو اپنے اس حق کی جو تم پر ہے قسم دیکر کہتا ہوں کہ ذرا اسمیں نہ بولنا اور جو اللہ تعلےٰ میرے حق میں حادث کرے اس کے منتظر رہنا۔ میری جان بدن سے نکلجائے تو میری آنکھیں بند کر دینا اور مجھے غسل دینا اور میرا جنازہ میرے جدامجد رسول اللہؐ کے روضہ پر لیجانا تاکہ میں عہد آنحضرت سے تازہ کروں۔ پھر میری جدہ ماجدہ کے مقبرے پر لیجاکر دفن کرنا اور اے پسر مادر عنقریب تمکو معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ کہیں گے کہ تم مجھے رسول اللہ کے پہلو میں دفن کرنا چاہتے ہو۔ لہذا تم پر حملہ آور ہوں گے اور مانع ہوں گے دفن سے میں تمکو قسم دیتا ہوں خدائے عزوجل کی کہ میرے معاملہ میں بقدر ایک محجمہ کے خون نگرانا۔ لہذا ان اپنے اہل وعیال واولاد واموال کے بارے میں وصیتیں کیں اور جملہ امور جو جناب امیرالمومنینؑ نے اپنا خلیفہ وجانشین کرنے کے وقت تلقین کئے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام کو تلقین کئے۔ اور اس استخلاف کا اپنے اعزہ واحباب وجملہ اصحاب کے درمیان اعلان فرمایا یعنی علم ہدایت نصب فرمایا۔

آخری وقت میں جوابِ آنحضرتؐ بجا رہے

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے قریب وقت وفات حسن مجتبیٰؑ آپ کے برادر گرامی سید الشہداؑ نے ان سے کہا یا اخی میں چاہتا ہوں کہ تمہارے آخری وقت کی کیفیت میرے اوپر منکشف ہو فرمایا ہاں میں نے رسول خداؐ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۶۔ اس ملعون نے جعدہ ملعونہ کے حوالے کی اور نئے سرے سے وعد وعید ہوئے وہ رات کو اٹھی اور اپنے تئیں سنگار سے آراستہ کر کے مکان پر آئی اور زینہ لگا کر خوابگاہ حضرتؑ میں بالائے بام چڑھی ولیس کہتی تھی کہ کوئی جاگتا ہوگا تو کہدوں گی اپنے شوہر کے پاس آئی تھی نہیں تو اپنا کام کر آونگی اسوقت اتفاقاً سب سو رہے تھے کوزہ آب سرمہر آگے رکھا تھا الماس سائیدہ اسپر مکر ناملعون سے ملایا کہ اندر چلا جائے یہ کارروائی کر کے واپس ہوئی اور زینہ وہاں سے اٹھوا دیا امام بیدار ہوئے تو مہر درست پاکر کوزہ کھولا اور پانی پیا زہر کا اثر بدن میں پاکر زندگی سے مایوس ہوئے امام حسین علیہ السلام کو بلوایا وصیتیں کیں۔ لباس وسلاح رسول اللہ وامیر المومنین کہ امیرالمومنینؑ نے حضرت کو سپرد کئے تھے ان کے سپرد کئے امام حسینؑ نے چاہا کہ اس کوزے سے پانی نوش کر کے جان گرامی برادر گرامی پر نثار کریں امام حسنؑ نے اسے اٹھا کر زمین پر دے مارا کہ ٹکڑے ہو گیا۔ صبح ہوتے ہوتے حسنؑ نے اس جہان فانی

ے سنا ہے کہ ہم اہل بیت کے بدن میں جب تک روح باقی رہتی ہے عقل اُن سے جدا نہیں ہوتی تم اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں رکھو ملک الموت کا معائنہ کروں گا تو ہاتھ کو دبا دوں گا حضرت نے دست مبارک برادر معظم کے ہاتھ میں دیا تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اسے دبایا - امام حسین کان اپنا دہن مبارک حسن کے پاس لے گئے تو سنا کہ فرماتے تھے کہ ملک الموت نے مجھ سے کہا کہ بشارت ہو تمکو کہ خدا تم سے راضی اور جد امجد تمہارے شفاعت خواہ ہیں -

تتمہ روایت جنادہ بن ابی امیہ مذکورہ بالا

راوی مذکور نے کہا اس وقت سانس آپ کا رُکنے لگا اور رنگت زرد ہو گئی - امام حسین اس وقت وہاں تشریف لائے اور اپنے برادر مکرم کو آغوش میں لیا اور سر مبارک اور درمیان دو چشم کو بوسہ دیا ابو الاسود نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون گویا حضرت کو اپنی موت کی خبر ہو گئی ہے پس امام حسین کو اپنا وصی مقرر کیا اور اسرار امامت اُن کے آگے بیان کئے اور ودائع خلافت ان کے سپرد کئے اور روح مقدس نے ریاض خلد کو پرواز کیا روز پنجشنبہ اٹھائیس ۲۸ ماہ صفر ۵۰ھ ہجری میں - عمر مبارک اسوقت سینتالیس ۴۷ سال کی تھی -

کفن و دفن امام حسنؑ و فتنہ انگیزی مروان و عائشہ

روح مقدس حسن مجتبیٰؑ نے عالم اعلیٰ کو پرواز کیا تو سبط صغر امام حسینؑ متوجہ تجہیز و تکفین آنجناب ہوئے محمد بن حنفیہؒ و دیگر برادران آنحضرت معہ عبداللہ بن عباس و علی بن عبداللہ وغیرہم حاضر ہوئے آپ نے جملہ اعزہ و احباب کی اعانت سے آنحضرتؑ کو غسل دیا، کفن کیا، حنوط فرمایا اور جہاں نماز جنازہ پڑھی جاتی تھی وہاں لیگئے

بقیہ حاشیہ صفحہ (۲۱۷) قاتی کو پدر وو کہا انا للہ وانا الیہ راجعون - مثنوی از روضۃ الشہداء

اماے کو امامت را حسن بود	حسن آمد کہ جملہ حسن ظن بود
ہمہ لطف و ہمہ خلق و ہمہ علم	ہمہ لطف و ہمہ جود و ہمہ حلم
عجب از زلف سیاہش تیرہ ماندہ	ز رویش ماہ روشن خیرہ ماندہ
لبش قایم مقام حوض کوثر	کہ بودے چشمہ نوشش ہمیہ
چناں نوشے بزہر آلود کردند	دلش خون و جگر پالودہ کردند
نہ زہرش چوں جگر شد پارہ پارہ	ز غصہ گشت خونی سنگ خارہ

اور اس مجمع کے ساتھ نماز جنازہ بجا لائے مگر استیعاب ابن عبد البر میں ہے کہ نماز جنازہ آنجناب سعید بن عاص
والی مدینہ نے پڑھائی جسکو آپ کے برادر گرامی جناب امام حسینؑ نے مقدم کیا اور فرمایا لولا انها سنة ما قدمتك
اگر یہ امر کہ نماز جنازہ امیر بلد پڑھائے سنت نہوتا تو میں تجھکو آگے نہ کرتا سو ہو سکتا ہے اپنے اعزا و احباب کی
ساتھ اوار نماز کے بعد آپنے سعید بن عاص کو بھی اسکی اجازت دی ہو۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ امام حسن نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا تو امام حسینؑ نے
غسل و کفن کر کے انکا جنازہ تیار کیا مروان و دیگر بنی امیہ نے کہ حاضر مدینہ تھے خیال کیا کہ آپ ان کو رسول اللہ
کے جوار میں دفن کرینگے۔ لہذا یہ لوگ اکھٹے ہوئے اور ہتھیار لگائے امام حسینؑ ان کو روضہ رسول خداؐ پر تجدید
عہد کے لئے لیگئے تو وہ مجمع آگے بڑھا اور عائشہ خچر پر سوار ہو کر ان کے ساتھ شامل ہو گئی تھیں اور کہتی تھیں
کہ تم لوگ میرے مکان میں اس شخص کو داخل کیا چاہتے ہو جسے میں دوست نہیں رکھتی اور نہیں چاہتی کہ یہاں
دفن ہو۔ مروان پکارتا تھا یا رب هیجا خیر من دعه بہت سا لڑائی کرنا صلح جوئی سے بہتر ہے
امیر المومنین عثمان بیرون مدینہ اتنی دور دفن ہو اور حسنؑ رسول اللہ کے پہلو میں رکھے جائیں لا دالله
لا یکون هذا ابدًا قسم خدا کی ایسا کبھی نہونے پائے گا جبتک کہ قبضہ شمشیر میرے ہاتھ میں ہے اور
قریب تھا کہ حادثہ عظیم بنی امیہ و بنی ہاشم کے درمیان واقع ہو۔ عبد اللہ بن عباس نے آگے بڑھ کر کہا
اے مروان واپس چلا جا کہ ہمکو امام حسنؑ کا رسول اللہ کے پاس دفن کرنا منظور نہیں محض تجدید عہد اور
زیارت آنحضرتؐ کی غرض سے ان کو یہاں لائے ہیں بعد کو حسب وصیت آنجناب بقیع میں لیجا کر دفن کرینگے
اگر وہ اپنے جد امجد رسول اللہؐ کے پاس دفن کرنے کو کہہ جاتے تو تجھکو معلوم ہو جاتا کہ اس سے باز
رکھنا تیری طاقت سے باہر ہے۔ مگر وہ حضرت رسول خداؐ کی عزت اور اُن کے قبر مبارک کی حرمت سے بخوبی
آگاہ تھے نہ چاہا کہ انکی قبر کے نزدیک بیلچہ و پھاوڑہ کا استعمال ہو اور کوئی جز اسکا منہدم کیا جائے جیسا
کہ پہلوں نے روا رکھا بروایتے امام حسینؑ نے مروان کے جواب میں کہا قسم بخدا اے مکہ حسنؑ ابن علیؑ رسول اللہ
اور اُن کے حجرۂ شریفہ کے لئے ان لوگوں سے اولے واحق ہیں جو بلا اذن و اجازت اس میں داخل ہوگئے
اور قسم خدا کی وہ اس حمال خطبات سے افضل ہیں جس نے ابو ذر غفاریؓ کو جلا وطن کیا عمار یاسرؓ کے ساتھ
بتشدد پیش آیا۔ عبد اللہ بن مسعود کے استخوان پہلو کو شکستہ کیا۔ طرید (دور کردہ) رسول اللہ (مروان) کو
واپس مدینہ بلایا۔ مگر تم آنحضرتؐ کے بعد صاحب اختیار ہو گئے اور دشمنان دین تمہارے معین و مددگار

پس جو چاہتے ہو کرتے ہو۔

بی بی عائشہ کا اندازِ سلوک

ام المومنین عائشہ اس روز جوش و خروش میں بھری تھیں ایک اشتر زین دار پر سوار ہوئیں چالیس سوار کماندار آپ کے ہمراہ تھے جن کو تحریص و رغبت جنگ کرتی چلی آتی تھیں ابن عباس کو دیکھ کر بولیں یا ابن عباس تم مجھ پر دلیر ہو گئے ہو ہر روز ستاتے ہو۔ اب چاہتے ہو کہ اس مرد کو میرے گھر میں داخل کرو جس کو میں یہاں داخل کرنا نہیں چاہتی بقول مروان مردود وہی آپ کو باعث ہوا کہ حسینؑ اپنے بھائی کا جنازہ لائے ہیں کہ رسول اللہ کے پہلو میں دفن کریں ایسا ہوا تو تمہارے باپ اور عمر خطاب کا تمام فخر قیامت تک خاک میں ملجائے گا عائشہ بولی تو مجھکو کیا کرنا چاہیے مروان نے کہا تم یہ کرو کہ ہمارے ساتھ آؤ اور انہیں اس سے منع کرو مروان نے اپنا کسا کسایا خچر پیش کیا عائشہ بے تکلف اسپر سوار ہو کر روضہ رسول اللہ کی سمت متوجہ ہوئیں اور ہمراہیان بنی امیہ کو چلا کر کہتی جاتی تھیں کہ حسنؑ کو یہاں دفن نہونے دو۔ ابن عباس نے کہا وا اسفاہ (ہائے غضب) کبھی اونٹ پر سوار ہوتی ہے کبھی خچر پر چاہتی ہے کہ دوستان خدا کے ساتھ جنگ و جدل کرے اور نور خدا کو بجھادے رسولخداؐ اور اُن کے حبیب و عزیز و فرزند کے درمیان حائل ہوتی ہے۔ یہ روایت جلاء العیون کی ہے اور مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ ابن عباس نے کہا ؎

تجملت تبغلت ؛ وان عشت تفیلت آگے شتر پر سوار ہوئی تھی اب استر پر سوار ہوئی اور زندہ رہی تو ہتنیہ تو ہاتھی پر چڑھے گی۔ ابن حجاج بغدادی شاعر نے اسپر او رمصرعے لگائے اور یہ منظومہ اسطرح موزوں کیا ؎

یا بنت ابابکر لا کان و لا کنت لک التسع من الثمن و لکل تملکت

تجملت تبغلت وان عشت تفیلت

یعنی اے بنت ابابکر نہ معاملہ ہوا اور نہ تو ہوئی۔ بترا حجرہ شریفہ میں آٹھویں حصہ میں سے نواں حصہ یعنی بہتر واں[1] تھا۔ تو تمام کی مالک کیونکر بنگئی۔ غرض عائشہ درانہ اندر چلی آئی اور قبر رسولؐ کے نزدیک پہنچکر اپنے آپ کو

---

[1] یہ اسلئے کہ حضرت رسالت پناہ کے بوقت وفات ۹ بیبیاں تھیں اور زوجہ کا حق۔ ترکہ صاحب اولاد سے آٹھواں سہم ہوتا ہے وہ آٹھواں حصہ ۹ سہام پر تقسیم ہوا تو اصل ترکہ کا بہترواں سہم ہر ایک بی بی کو پہنچا جیسا کہ بن حسن کوفی نے ابوحنیفہ کے مناظرہ

خچر سے گرا دیا اور سر کے بال نوچنے لگیں کہ حسنؑ کو یہاں دفن ہونے دونگی جب تک کہ ایک بال میرے سر میں موجود ہے اُدہر ان ملاعین نے جنازہ پر تیر برساوئے حتی کہ ستر تیر جنازے سے نکالے گئے تھے منقول ہو کہ عائشہ نے اپنے اسی غیظ وغضب کی حالت میں یہ بھی کہا کہ حسنؑ کو یہاں دفن ہونے دونگی میں نہیں چاہتی کہ رسولؐ اللہ کی پردہ دری ہو۔ امام حسین علیہ السلام نے یہ کلمات اس کے سنے تو فرمایا کہ آج انکی پردہ دری ہوتی ہے تیرے باپ اور انکے فاروق ایسے سالہاسال پہلے آنحضرتؐ کی ہتک حرمت کرچکے ہیں آگاہ رہ کہ ہم آنحضرتؐ کو تجدید عہد کے لئے زیارت کرانے لائے ہیں یہاں دفن کرنا ہمارا مقصود نہیں پردہ دری تم لوگوں نے کی کہ بموجب آیہ شریفہ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا الخ کے یہ تھا کہ بلا اذن و اجازت خانہ آنحضرتؐ میں داخل نہو تم داخل ہوئے اور حسب الحکم خداوندی یا ایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم الخ ممانعت تھی کہ آواز کو آپ کے سامنے بلند نکرو تمنے اپنی آوازوں پر کفایت نہیں بلیچے اور کلنگ

بقیہ حاشیہ صفحہ (۲۲۰) میں بیان کیا اسنے پہلے کہا کہ اے ابوحنیفہ کیا آیہ شریفہ یا ایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم منسوخ ہے۔ کہا نہیں فضال نے کہا تو تم کیا کہتے ہو اس مقدمہ میں کہ بہترین آدمیان بعد رسولؐ اللہ ابوبکر وعمر ہیں یا علی ابن ابیطالب ابوحنیفہ نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ شیخین رسول اللہ کے ساتھ ایک حجرے میں دفن ہیں اس سے بڑھ کر ان کی فضیلت کیا ہوسکتی ہے۔ فضال نے کہا کہ اگر اُنھوں نے ایسی جگہ جہاں ان کا کوئی حق نتہا دفن کرنیکی وصیت کی تو بڑا ظلم کیا کہ بیگانے کی زمین میں تصرف کرایا اور جو یہ مکان اُن کا اپنا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کرچکے تھے تو دی ہوئی شے کو واپس لینا اور نکث عہد کرنا یہ اور بھی برا ہے۔ اور یہ تم اقرار کرچکے ہو کہ آیہ شریفہ یا ایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الخ منسوخ نہیں ہوئی ابوحنیفہ نے سر جھکا لیا اور سوچ کر کہا وہ بنظر حقوق اپنی بیٹیوں عائشہ وحفصہ کے وہاں دفن ہوئے فضال نے کہا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو اس وقت آپ کی نو ازواج موجود تھیں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ مورث کے صاحب اولاد ہونیکی صورت میں ازواج کا حق آٹھواں حصہ ترکے کا ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ترکے بوجہ موجود ہونے آپ کی دختر جناب فاطمہ زہراؑ آٹھواں سہم ہوا جو نو زوجہ پر تقسیم ہونے سے ہر ایک بی بی کا بہتر وال حصہ ہوا اور وہ ایک حجرے سے بالشت بھر سے زیادہ نہیں ہوسکتا پس اتنی بڑی لاشیں اپنی بیٹیوں کے سہم میں کیونکر سما سکتی ہیں۔ دوسرے یہ کیا بات ہو کہ فاطمہ زہرا کو تو حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث ولا نورث پیش کرکے ترکہ رسول سے جواب ملگیا اور عایشہ اور حفصہ ارث کی حقدار ہوں یہ صریح مناقضہ ہے۔ ابوحنیفہ نے کہا اسکو میرے پاس سے دور کرو قسم خدا کی یہ رافضی خبیث ہے ۱۲ بحار

مار مار کر مقدس زمین کھود ڈالی - حال آنکہ آنحضرتؐ کی زندگی میں اور وفات کے بعد ان کی حرمت یکساں امت پر واجب ہو کیونکہ یہ احکام ہر وقت واجب العمل ہیں قسم بخدا اے عائشہ اگر ہمیں یہ مدنظر ہو تاکہ اس موقع پر خونریزی نہ ہونے پائے تو تم دیکھ لیتیں کہ حسن مجتبیٰ اسی جگہ دفن ہوتے اور اس میں تمہاری ناک زمین پر رگڑی جاتی

عائشہ اور محمد حنفیہ رض

محمد نے کہا اے عائشہ تو اپنے تئیں ضبط نہیں کرتی اور اس مقام پر جو تیرے لئے مقرر ہو قرار نہیں پکڑتی کبھی اونٹ پر چڑھتی ہے کبھی خچر پر سوار ہوتی ہے - عداوت بنی ہاشم تیرے رگ و پے میں پیوستہ ہے عائشہ بولی اے پسر حنفیہ یہ پسران فاطمہؑ ہیں انکو بولنا روا ہے - تو کس سبب و نسبت پر کلام کرتا ہے - امام حسینؑ نے کہا محمد کو فاطمیوں سے جدا مت کر تین بزرگوار فاطمہ ان کے سلسلہ مادران میں داخل ہیں - فاطمہ بن عائذ بن مخزوم، فاطمہ بنت اسد بن ہاشم، فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم عائشہ نے کہا جنازہ یہاں سے اُٹھا کر لیجاؤ تمکو مناظرہ میں مہارت کمال ہے - بس گفتگو میں تم سے عہدبرآ نہیں ہو سکتی - مزید توضیح کے لئے یہ کیفیت تاریخ طبری سے بھی نقل ہوتی ہے

اصل عبارت ترجمہ تاریخ طبری محمد بلعمی

تاریخ ابوجعفر محمد بن جریر طبری کا ترجمہ ابو علی محمد بن محمد بلعمی نے فارسی میں کیا ہے اس میں لکھا ہے پس اورا گورے کنند ہم پہلوے گور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و بر جنازہ اش نہادند و بیاوردند اور اکہ گور کنند حضرت عائشہ رضؓ آگاہ شد بیامد بر اشترے نشست و رہا نکرد کہ آنجاش در گور کنند و مردمان مدینہ بر عائشہ بشوریدند کہ نیکو میکنی یکروز بر اشتر ہمی جنگ میکنی و دیگر روز بر استر از بہر جنازہ منازعت میکنی و راہ ندہی کہ نبیرہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را بگور بکنند و ہر چند کہ بگفتند عائشہ رضی اللہ عنہا رہا نکرد کہ اورا بگور بکنند و مردمان بدو گروہ شدند گروہے کہ شیعہ عائشہ بودند تیر انداختن گرفتند تا جنازہ امیرالمومنین حسنؑ پر تیر گشت پس حسن رضی اللہ عنہ را بہ بقیع الغرقد بگور کردند و کسان حسن رضی اللہ عنہ آن را یوم البغل خواندند چنانکہ حرب بصورا یوم الجمل خواندند -

منقول ہے کہ ان ملاعین نے جنازہ آنحضرت پر تیر لگائے تو بنی ہاشم کو غصہ آیا تلواریں میان سے نکال لیں اور ارادہ جنگ کا کیا۔ حضرت امام حسینؑ نے کہا تمکو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے بھائی کی وصیت کو ضائع نہ کرو خونریزی اصلاً ہونے پائے ہیں جنازہ وہاں سے اٹھایا اور جنت البقیع میں لیجا کر آپ کی جدہ ماجدہ جناب فاطمہؑ بنت اسد کے نزدیک دفن کیا۔

کلام محمد حنفیہ بر قبر آنحضرت علیہ السلام

مسعودی مروج الذہب میں لکھتا ہے کہ امام حسنؑ دفن ہوئے تو محمد بن حنفیہ آپ کے بھائی آپ کی قبر پر کھڑے ہوئے اور کہا

لئن عزت حیاتک لقد ھدت وفاتک
ولنعم الروح روح تضمنہ کفنک و
ولنعم الکفن کفن تضمن بک وکیف
لا یکون ھکذا وانت عقبۃ الھدیٰ و
وخلف اھل التقویٰ وخامس اصحاب الکساء
وغذتک بالتقویٰ اکف الحق وارضعتک ثدی
الایمان وربیت فی حجر الاسلام وطبت حیا
وان کانت انفسنا غیر سخیۃ بفراقک
رحمک اللہ یا ابا محمد بروایت دیگر فرمایا
یا ابا محمد لئن طابت حیاتک ولقد فجع مماتک
وکیف لا یکون کذلک وانت خامس اھل الکسا
وابن محمد المصطفیٰ وابن علی المرتضیٰ وابن
شجرۃ طوبیٰ۔

اے حسن تمہاری زندگی عزیز تھی تمہاری البتہ ایذا دینے والی ہے
کیا ہی اچھا تمہارا جسم ہے کھل کے آتا ہے اور
اور کیسا اچھا تمہارا کفن ہے جو جسم تمہارا ہے اور
ایسا نہو جبکہ تم عقبہ ہدایت ہو۔ اور اہل
تقویٰ اور پرہیزگاری کے جانشین اور اصحاب کسا میں پانچویں ہو
کہائے دست حق نے بتقویٰ و پرہیزگاری تمکو غذا دی اور
پستان ایمان نے تمہیں دودھ پلایا اور آغوش اسلام میں تمنے پرورش پائی
پس تم زندگی میں اور مرنے کے بعد پاک و پاکیزہ ہو ہرچند ہمارے دل تمہاری
مفارقت پر خوش نہیں رحمت خدا ہو تم پر اے ابو محمد
دیگر کہا اے ابو محمد اگر تمہاری زندگی خوش آئندہ ہے تو تمہاری
وفات نے ہمکو دردمند کیا کیونکر ایسا نہو جبکہ تم پانچویں ہو اصحاب کسا کے
اور پسر جناب محمد مصطفیٰ صلعم اور علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا ہو
اور پسر ہو درخت طوبیٰ کے۔

مناقب ابن شہر آشوب میں کچھ اشعار نقل ہوئے ہیں کہ حضرت ابا عبد اللہ الحسینؑ نے بوقت دفن اپنے برادر معظم حسن مجتبیٰ انشا کئے اور مرثیہ امام حسین علیہ السلام و ماتم برادر خود بعض ان سے مندرجہ ذیل ہیں

ادھن راسی ام طیب محاسنی | و راسک معفور وانت سلیب
فلا زلت ابکی ماتغنت حمامة | علیک وما ھبت صبا وجنوب
وما ھملت عینی من الدمع قطرة | وما اخضر فی دوح الحجاز قضیب
بکائی طویل والدموع غزیرة | وانت بعید والمزار قریب
غریب واطراف البیوت فوله | الا کل من تحت التراب غریب
ولا یفرح الباقی خلاف الذی مضی | وکل فتی للموت فیه نصب
ولیس حریب من اصیب بماله | ولکن من واری اخاہ حریب

آیا میں اپنے سر میں روغن لگاؤں یا اپنی ڈاڑھی کو خوشبو کروں حال آنکہ تمہارا سر مبارک خاک آلود اور تم مسلوب الردا ہو - پس میں ہمیشہ تم پر مصروف گریہ و بکا رہوں گا جبتک کہ پرندے چہچہاتے اور باد شمال و جنوب چلتی رہے گی اور اس وقت تک بیک کہ میری آنکھیں ایک قطرہ اشک گرائیں اور جبتک کہ حجاز کے درختوں کی ایک شاخ سرسبز رہے میری گریہ و بکا دراز ہے اور آنسو کثیر اور تم دور ہو اور تمہاری قبر ہمارے نزدیک تم حالتِ غربت میں ہو اور قبر کی دیواریں تمہیں احاطہ کئے ہیں آگاہ رہو کہ ہر ایک مٹی کے نیچے دبا ہوا غریب ہے باقی رہنے والا مرجانے والے کے خلاف خوش نہیں ہو سکتا - کیونکہ ہر مرد میں موت حصّہ ٹھہرا رکھتی ہے یعنی وہ بھی مرے گا جیسا کہ کہا گیا ہے ؎

اے دوست بر جنازہ دشمن چو بگزری | شادی مکن کہ بر تو ہمیں ماجرا رود

حریب (جس کا وہ مال کہ مدار زندگی ہے تلف ہو جائے) وہ نہیں کہ جس کے مال پر کوئی آفت آئے حریب وہ ہے جو اپنے برادر قوت بازو کو اپنے ہاتھ سے مٹی میں دفن کرے -

نیز آنحضرت کے کلام مصیبت التیام سے ہے ؎

ان لم امت اسفا علیک فقد | اصبحت مشتاقا الی الموت

اگر میں تمہارے رنج و افسوس میں مر نہیں گیا تو البتہ اس غم میں مرجانیکا مشتاق تو ضرور ہو گیا ہوں -

ثواب زیارت قبر آنحضرت و گریہ بر آنجناب صلوٰۃ اللہ علیہ

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ سے منقول ہے کہ فرمایا کہ حسن میرا لخت جگر و نور نظر و میوۂ دل ہے وہ

وہ سید و سردار ہیں جوانان بہشت کا اور حجۃ خدا ہے میری امت پر اسکا امر میرا امر ہے اور اسکا قول میرا قول ہے جو انکی متابعت کی مجھ سے ہے جو اسکا نافرمان ہوا میرا عصیان کیا۔ میں اسکو دیکھتا ہوں تو جو جو ذلتیں اور جو مصیبتیں میرے بعد اسکو اٹھانی ہونگی یاد آجاتی ہیں۔ تحقیق کہ وہ آفات و مصائب میں مبتلا رہیگا تا اینکہ بزہر ستم شہید کیا جائے جب وہ شہید ہوگا تو ملائکہ آسمان ہائے ہفتگانہ اس پر گریہ و بکا کریں گے اور ہر شے حتیٰ مرغان ہوا و ماہیان دریا اس پر روئیں گے جو اس پر نہ روئے گا اس کی آنکھیں اسدن کور ہونگی جسدن کہ بہت سی آنکھیں کور ہوں گی اور جو کوئی اسکی مصیبت پر اندوہناک اور غمگین ہوگا تو اسکا دل اسدن غمگین ہوگا جبکہ بہت سے دل اندوہناک اور غمگین ہوں گے اور جو کوئی بقیع میں جاکر آنحضرت کی زیارت کرے گا اس کے قدم پل صراط پر ثابت ہوں گے جبکہ بہت سے قدم اسپر لغزش کریں گے۔

دیگر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایکمرتبہ حسنؑ مجتبیٰ آغوش رسولؐ میں جاگزیں تھے اسوقت سر مبارک بلند کر کے کہنے لگے یا رسول اللہ جو کوئی آپ کے وفات کے بعد آپ کے مرقد مبارک کی زیارت کرے اسکا کیا ثواب ہے ارشاد کیا اے فرزند جو میرے مرنیکے بعد میری قبر کی زیارت کو آئے اسکے گناہ بخشے جاتے ہیں اور مستحق جنت کا ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا جو تمہارے باپ علی مرتضیٰ کی زیارت اس کے مرنے کے بعد کرے اسکے لئے جنت ہے نیز جو تمہاری اے حسن وفات کے بعد تمہاری زیارت کرے وہ اہل بہشت سے ہے۔

دیگر حضرت محمد باقر سے روایت ہے کہ حضرت امام حسینؑ ہر جمعہ کو بوقت عصر زیارت قبر امام حسنؑ کے لئے جنت البقیع کو تشریف لیجایا کرتے تھے۔

استبشار معاویہ بموت امام حسنؑ

آپ کو زہر دیا گیا اور آپ مریض ہوئے تو عامل مدینہ نے معاویہ کو شام میں یہ حال لکھا اسنے جواب میں لکھا کہ اگر تجھ سے ہوسکے تو ہر روز ان کا حال لکھتا رہ، اسلئے وہ روزمرہ قاصد روانہ کرتا تا اینکہ آپ نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ اسنے یہ خبر بھی لکھبھیجی۔ آپ کی وفات معلوم کرکے معاویہ نے بعد اظہار مسرت و بشاشت کیا اور سجدہ شکر بجالایا۔ اسکے ساتھ اسکے اصحاب نے بھی سجدہ کیا۔ بروایتے یہ خبر اسکو پہنچی تو اسوقت اپنے قصر موسوم بہ خضرا میں تھا یہ خبر پاکر باواز بلند تکبیر کہی اسکو سنکر جو لوگ مسجد جامع میں تھے انہوں نے بھی تکبیر کہی یہ حال عبد اللہ ابن عباس

کو جو اس زمانہ میں دمشق میں مقیم تھے یہ حال معلوم ہوا تو معاویہ کے پاس آئے اس نے کہا اے پسر عباس حسن ہلاک ہوئے انھوں نے کہا انھوں نے وفات پائی انا للہ وانا الیہ راجعون اور مکرر استرجاع کیا اور کہا اے معاویہ جو فرح وسرور تو نے اس موقع پر ظاہر کیا مجھکو دریافت ہوا تم خدا کی ان کے جسم نے تیری قبر کو پر نہیں کیا اور نہ انکی عمر کی کوتاہی سے تیری عمر دراز ہوگی وہ مرتے دم تک تجھ سے بہتر تھے۔ ہمکو یہ کیا اس مصیبت سے بھی عظیم پیش آچکی ہے وہ رسول اللہ کی وفات ہے پس اللہ تعالےٰ نے جبر نقصان کیا۔ انھوں نے آنحضرت کے بعد آپ کی خلافت کا حق بخوبی ادا کیا۔ پھر ابن عباس نے شدت درد والم سے ایک چیخ ماری اور زار وقطار رونے لگے ان کو دیکھ کر حضار مجلس بھی گریاں ہوئے۔ معاویہ بھی باآں سنگدلی وعداوت رو پڑا راوی کہتا ہے کہ اس روز سے زیادہ گریہ وزاری کبھی میرے دیکھنے میں نہیں آئی۔ بعد ازاں معاویہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ حسن نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں ابن عباس نے کہا ہم سب چھوٹے تھے پھر بڑے ہوئے بروایتے فرمایا کہ کلنا کان صغیرا فکبر وان طفلنا لکھل وان صغیرنا الکبیر جو چھوٹے ہیں وہ بڑے ہو جائیں گے بتحقیق کہ ہمارے چھوٹے بڑے ہیں اور ہمارے اطفال مانند ادھیڑوں کے ہیں معاویہ نے کہا حسنؑ کی کیا عمر ہوگی ابن عباس نے کہا کہ حسن کا کام اس سے ارفع ہے کہ کوئی انکے زمان ولادت سے آگاہ ہو معاویہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا یا ابن عباس اب ان کے بعد اپنے خاندان میں تم سید وسردار قبیلہ ہو ابن عباس نے کہا امام حسین کی زندگی میں کوئی دوسرا سردار نہیں ہو سکتا معاویہ بولا للہ درک یا ابن عباس میں نے کبھی تم سے گفتگو نہیں کی الا تمکو جواب کے لئے مستعد پایا ھکذا فی الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ۔

دیگر مسعودی نے مروج الذہب میں نقل کیا ہے کہ معاویہ کے سبز محل سے صدائے تکبیر بلند ہوئی اور اہل مسجد نے اس آواز پر تکبیر کہی تو فاختہ بنت قرعہ بن عمرو بن نوفل بن عبد مناف نے اپنے مکان کے دریچہ سے سر نکال کر کہا خدا امیر المومنین کو خوش وخورم رکھے کیا خوشی حاصل ہوئی جس پر تمنے تکبیر کہی ہو کہا ہاں حسنؑ کے مرنے کی خبر آئی ہے اس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اور رونے لگی۔ پھر بولی افسوس فوت ہوئے سید وسردار مسلمانوں کے اور نواسے رسول اللہ کے۔ معاویہ نے کہا تم درست کہتی ہو وہ درحقیقت اسی قابل تھے کہ اُن کی وفات پر گریہ وبکا کی جائے۔ اور کشف الحقائق تاریخ امام جعفر صادقؑ مولفہ قم میں تاریخ الخمیس سے نقل ہوا ہے کہ فاختہ مذکورہ نے معاویہ سے کہا اللہ اللہ فاطمہؑ بنت رسول اللہ کے لخت جگر کے مرنے پر یہ تکبیر کہی جاتی ہے معاویہ نے کہا براہ شماتت یہ تکبیر نہیں کہی۔ الا میرے دل نے راحت پائی۔

راوی کہتا ہے کہ یہ عذر معاویہ کا بدتر از گناہ تھا کیونکہ شماتت کرنے والے ہی کا دل کسی کے مرنے پر راحت پاتا ہے نہ کسی اور کا۔

تنبیہہ صاحب کشف الغمہ رحمۃ اللہ علیہ باب کفن و دفن امام حسنؑ کے آخر میں کہتے ہیں کہ اس فصل میں دو مقام تحقیق طلب ہیں اول یہ کہ سعید بن عاص نے نماز جنازہ آنحضرت پڑھائی کیونکہ وہ والی مدینہ تھا اور منع دفن آنجناب بروضہ رسول اللہؐ میں مروان کا نام لیا گیا اس کے جواب کے مقام میں کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ مروان نے بحیثیت امیر البلاد ہونے کے نہ بحیثیت سربر آوردہ بنی امیہ ہونے کے اس ممانعت میں حصہ لیا ہو۔ مقام ثانی عبداللہ ابن عباس کی گفتگو ہے کہ ادہر تو مدینہ میں عائشہ اور مروان کے ساتھ بحث کرتے ہیں ادہر شام میں معاویہ کے ہمراہ جبکہ خبر شہادت آنجناب پاکر اسنے اظہار انبساط استبشار کیا انکو سوال وجواب بدو ہوئے۔ تو ایک ابن عباس ایک وقت میں دونو جگہ کس طرح موجود ہو گئے۔ فاضل مصنف اس مقام پر صرف یہ (ان کی تحقیق رکھو انکا تحقیق کرنا ضروری ہے) کہکر خاموش ہو گئے اس ایراد کا کچھ جواب نہیں دیا کہا تو یہ کہا کہ عبداللہ بن عباس کے سوا ان باتوں کا قائل دوسرا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جہاں کہیں ابن عباس مذکور ہوا اس سے مراد عبداللہ ابن عباس ہی ہوا کرتے ہیں اس سے اشکال حل ہونے کے بجائے اور قوی ہو جاتا ہے۔ بنا بر ایں حقیر کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ درحقیقت ابن عباس سے بیشتر عبداللہ کا قصد کیا جاتا ہے۔ لہذا انتبادر اس لفظ سے عبداللہ ہی ہوا کرتے ہیں۔ مگر کسی موقع پر اگر ان کے بھائی عبیداللہ مراد ہوں تو کوئی ممانعت بھی نہیں آخر وہ بھی عباس ہی کے بیٹے ہیں۔ پس کون قباحت ہے کہ شام میں معاویہ کے ہم کلام عبداللہ مذکور ہوئے اور مدینہ میں اس موقع پر جہاں جہاں ابن عباس کا ذکر آیا اس عبیداللہ کا ارادہ کیا جائے اور جگہ دیکھا جاتا ہے کہ عائشہ کے ساتھ تجملتِ تبغلتِ الخ کا انکا خطاب بموجب روایت معتبرہ مجلسی علیہ الرحمۃ محمد حنفیہ کا کلام ہے تو ابن عباس سے منسوب فقط مروان کا وہ خطاب رہ جاتا ہے جو ایک معمولی کلام تھا کہ اے مروان واپس ہو ہمکو حسن کا یہاں دفن کرنا منظور نہیں اسطرف صرف تجدید عہد کے لئے روضہ رسول اللہ پر لائے ہیں۔

اور روضۃ الشہدا میں نقل کیا ہے کہ بعد شہادت امام حسنؑ مروان کو اندیشہ ہوا کہ حسین بن علی مرد غیور ہیں اپنے بھائی کے قاتل کی ضرور جستجو کریں گے اگر اس عورت (جعدہ نام اسماء بنت اشعث) کو پکڑا اور اس نے جان کے خوف سے کہدیا کہ زہر الماس فرستادہ مروان دیا تھا تو بنی ہاشم جوش میں آئیں گے اور آتش فتنہ و فساد اس طرح مشتعل ہو گی کہ بحر محیط کے پانی سے بھی نہ بجھیگی۔ پس اس نے جعدہ کو کہا کہ بیٹھی کیا ہو اٹھ

اور اس شہر سے فرار ہو کہ امام حسینؑ تیرے قتل کی فکر میں ہیں - وہ خود پہلے سے خائف دتر سان تھی دمشق شلم
کا ارادہ کیا - مروان نے دو غلام تین کنیزیں انکی ہمراہ کیں اور معاویہ کو خط لکھا کہ اس عورت کو پوشیدہ رکھو
کسی سے بات نہ کرنے دو اگر قصۂ زہر خورانی امام حسنؑ سے ورا بھی اسکے لب آشنا ہوئے تو آتش فتنہ و فساد
روشن ہو جائے گی یہ خط اور اسماء شام میں پہنچے تو معاویہ نے حکم دیا کہ موت حسنؑ میں آثار سوگ پر شہر کے دروازے
سیاہ کریں دو کانیں بند کریں اور تین شب و روز تمام شہر کے لوگ رسوم تعزیت ادا کریں پھر اسماء کو خلوت میں
بلا کر حال دریافت کیا اسنے ریزہ ہائے الماس پانی میں ڈالنے اور آپ کی شہادت پانے کی مفصل کیفیت
بیان کی اور کہا یہ سب کام محبت یزید اور تمہاری فرمانبرداری میں کئے امیر شام نے کہا تو یزید کو کیا فلاح دیگی
جبکہ تجھکو خدا و رسول سے شرم نہ آئی اور رخسار گلعذار و گیسوئے تابدار اس پیشوائے اخیار کا ذرا خیال نہ
کیا - بعدہ خلق و کرم و ملائمت و مجاملت امام حسنؑ کو یاد کر کے رو پڑی - راوی کہتا ہے کہ تین شبانہ روز مشغول
گریہ و بکا رہی چوتھے روز معاویہ نے حکم دیا کہ اسکو دم اسپ سے باندھ کر چار شخص اسکو مار مار کر دوڑائیں اور بعد ازاں
دیگر حکم ہوا کہ اسکو جزیرہ میل میں لیجائیں اور دست و پا باندھ کر دریا میں ڈالدیں ایک فرسخ اس جزیرہ میں گئے
تھے کہ طوفان نما بادسیاہ پیدا ہوئی اور ایک بگولہ اسکو اٹھا کر لیگیا اور اس جزیرہ میں لاکر ڈالدیا - پھر اس کا
کہیں پتہ و نشان نملا ؏ آنرا کہ چناں کند چنیں آید پیش ؛

ازواج

بیبیاں جو آنحضرتؑ کے عقد میں آئیں کثرت سے ہیں حتیٰ کہ بعض روایات میں تعداد ازواج جنے
یکے بعد دیگرے نکاح ہوا ستر تک بیان ہوئی ہے کنیزیں ان کے سوا تھیں ظاہرا زیادہ تر باعث اسکا
یہ ہے کہ جمال بیمثال آنحضرت صلوات اللہ علیہ کا دیکھ کر عورات فریفتہ ہوتیں اور اکثر ابتدا رخواہش انکی
طرف سے کیجاتی - نیز فرزند رسولخداؐ جان کر بقصد تبرک عورات آپ کی ہم بستری کی خواستگار تھیں اور گو ان
کو یہ معلوم تھا کہ عرصہ دراز تک اس شرف سے مشرف نرہیں گی تاہم تھوڑی مدت بھی اس سے مفتخر ہونا
اپنے لئے کافی جانتی تھیں یہی باعث تھا کہ امیر المومنینؑ نے جو ایکمرتبہ بطور عذر خواہی سر منبر اسکا ذکر
کیا اور فرمایا اے اہل کوفہ حسنؑ مطلاق ہیں یعنی ازواج کو کثرت سے طلاق دیتے ہیں تم اپنی لڑکیاں
[illegible] بعض اکابر قوم نے بروایتے ایک بزرگ نے قبیلہ ہمدان سے کھڑے ہو کر کہا قسم بخدا

ہم ان کو برابر لڑکیاں دیں گے انہ ابن رسول اللہ وابن فاطمۃ الزہراءان اعجبہ امسک وان کرہ
طلق کیونکہ وہ فرزند دلبند رسولخدا و لخت جگر فاطمہ زہرا ہیں ان کو پسندیدہ ہو کہیں کراہت کریں طلاق
دیدیں اور عورات کا آپکے حسن وجمال پر فریفتہ ہو کر طالب وصال ہونا کوئی پوشیدہ امر نہیں ایک زن بدوی
جو خود بھی حسن وخال میں بیمثال تھی آپ کی خوبصورتی کا شہرہ سنکر منزلیں طے کر کے راہ حج میں مقام ابوا میں
حاضر ہوئی اور عرض مدعا کے ساتھ بیان کیا کہ کسی کے حبالہ نکاح میں نہیں آزاد ہوں ۔ مگر آپ ایک مجہول
النسب نامعلوم الحال عورت کی درخواست کیونکر منظور کر سکتے تھے ۔ صاف انکار کیا اس نے زیادہ اصرار کیا
تو گریاں ہوئے ۔ عورت یہ صورت دیکھ کر بے نیل مرام واپس ہوئے چنانچہ باب اخلاق میں آنحضرت کی
یہ قصہ مفصلاً مذکور ہوا ۔

پس ایک جعدہ ملعونہ کے سوا کہ معاویہ غادیہ کے اغوا سے بطمع دنیا اپنا دین و دنیا تباہ اور برباد کر بیٹھی
باقی ازواج عاشق نار و تشنہ محبت آنحضرت میں اسقدر سرشار تھیں کہ باوجود طلاق ملنے کے بوقت نقل جنازہ آنحضرت
کیساتھ مدفن تک سب کی سب برہنہ پاگئیں ۔ جعدہ کے ساتھ آپنے سنت رسول اللہ کے موافق ایکہزار دینار
پر عقد کیا تھا مگر اُس نے بیوفائی حد کو پہنچادی ؀

انجام کار جعدہ نابکار بقول دیگر

معاویہ نے اس ملعونہ کے ساتھ بھی وفائے عہد نکیا یعنی نہ جائداد موعودہ اسے دی ۔ نہ یزید کے
ساتھ اس کی شادی کی اور کہا جس نے فرزند رسول اللہ کے ساتھ بیوفائی کی یزید اس سے کیا فلاح پائیگا
خسر الدنیا والآخرہ و ذالک ھو الخسران المبین ۔ از جنات الخلود اور عمدۃ الطالب میں لکھا ہے کہ آخر کو
جعدہ نے آل طلحہ سے ایک مرد کے ساتھ نکاح کیا جس کے یہاں اس سے اولاد ہوئی جب انکے اور دیگر قبائل
قریش کے درمیان گفتگو ہوتی تو ان میں عیب نکالتے کہ تم وہی ہو جنکی ماں نے اپنے ذی مرتبت شوہر کو زہر
دیا تھا اور بنی مسمۃ الازواج سے عموماً انکا نام شہرت پا گیا تھا واللہ علیم ؀

وجہ دیگر میلان طبیعت نسوان عالی نسبی آنحضرت ؑ ہی

ابو الحسن مدائنی کی روایت ہے کہ آپنے کسی مرد سے اس کی دختر کی درخواست کی اس نے کہا میں ضرور اپنی

لڑکی آپکی زوجیت میں دوں گا حال آنکہ میں خوب جانتا ہوں کہ آپ طلاق بہت دیتے ہیں مگر نسب کی رو سے اور اپنے اب وجد سے عالی رتبہ ہو۔

اور محمد بن سیرین نے روایت کی کہ حسن بن علیؑ نے منظور بن ریان سے اسکی دختر خولہ کی درخواست کی اسنے کہا قسم خدا کی میں ضرور اسکی شادی تمہارے ساتھ کروں گا وانی لاعلم انک غلق طلق ملق غیر انک اکرم العرب بیتا واکرمہم نفسا بتحقیق کہ جانتا ہوں کہ عورات کے ساتھ تمہارے اخلاق اچھے نہیں طلاق دیدیتے ہو۔ لیکن تم عرب ہیں از روئے خاندان اور بذات خود کریم تر ہو حضرتؑ نے اسکے ساتھ شادی کی اور حسن بن حسن معروف بہ حسن مثنیٰ اس مخدرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

نکاح مشروط سے انکار

مناقب ابن شہر آشوب میں کتاب احیاء العلوم سے نقل ہوا ہے کہ امام حسنؑ نے عبدالرحمان بن حارث سے اسکی دختر کی خواستگاری کی عبدالرحمٰن نے سر جھکا لیا پھر سر اُٹھا کر بولا قسم خدا کی میرے نزدیک روئے زمین پر تم سے زیادہ کوئی عزیز و کریم نہیں مگر آپ کو معلوم ہے کہ وہ لڑکی میری پارۂ جگر ہے اور آپ کثرت سے طلاق دیتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اسے طلاق دیں اور میرا قلب آپ کی جانب سے متغیر ہو جائے حالانکہ آپ رسول اللہ کے فرزند و لبند ہیں۔ اگر شرط کر لیں کہ طلاق نہ دیں گے تو اس کے نکاح کرنے میں آپ سے بہتر کوئی نہیں حضرت خاموش ہو کر وہاں سے اُٹھے اور کسی نے سنا کہ فرماتے تھے کہ عبدالرحمن اپنی لڑکی کو میرے گلے کا طوق بنانا چاہتا ہے:

لہ عمدۃ المطالب میں ہے کہ خولہ مذکورہ ہمشیرہ محمد بن طلحہ بن عبیداللہ کے نکاح میں تھی جب وہ جنگ جمل میں قتل ہوا تو امام حسنؑ نے اسکے ساتھ عقد کیا اس کے باپ کو یہ حال معلوم ہوا تو مدینہ آیا اور اسکو محمل میں سوار کر کے لے چلا اور کہا امثلی یفتات علیٰ ابنتہ کہ مجھ جیسا شخص اپنی دختر پر عتاب کیا جائے گو یا اس وصلت پر اظہار کراہت کیا ہنوز جنت البقیع تک نہ پہنچا تھا کہ خولہ نے کہا اے پدر مجھے کہاں لئے جاتا ہے انہ الحسن بن امیر المومنین علی ابن ابیطالب و ابن بنت رسول اللہ یہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب و فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ کے لخت جگر حسن ہیں ان سے بہتر کون میرا شوہر ہو سکتا ہے اسنے کہا اسکو اگر تیری ضرورت ہو گی تو عنقریب پیچھے سے آکر ہمکو پکڑ لینگے۔ نخلستان مدینہ میں پہنچ کر دیکھا کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ و عبداللہ بن جعفرؓ پیچھے پیچھے آرہے ہیں منظور نے خولہ کو ان کے حوالے کر دیا اور وہ اسکو مدینہ لے گئے۔

معاویہ کی نابکاری اور امام حسنؑ کی کامگاری

یزید نے ایکبار عبداللہ بن عامر کی زوجہ ام خالد نام کو کہ دختر ابو جندل تھی دیکھا اور اسپر عاشق ہوگیا اس سودا میں مبتلا دغم والم رہنے لگا آخر یہ راز دلی معاویہ کے روبرو ظاہر کیا عبداللہ جو معاویہ کے پاس آیا تو کہا میں نے تجھکو بصرہ کی حکومت بخشی اس طرف کو باساز وسامان روانہ ہو اور اگر تیرے زوجہ ہوتی تو یہ بھی قصد تھا کہ اپنی دختر رملہ کا تیرے ساتھ نکاح کردیتا عبداللہ نے مکان پر پہنچکر رملہ کے شوق میں اپنی زوجہ ام خالد کو طلاق دیدی معاویہ نے ابوہریرہ کو بھیجا کہ ام خالد کا یزید کے لئے خطبہ کرے اور جتنا مہر وہ مانگے قبول کرے اس کی اطلاع مدینہ میں آئی تو امام حسنؑ امام حسینؑ - عبداللہ جعفر نے بھی اپنے اپنے واسطے اس کی خواستگاری کا پیام دیا ام خالد نے چاروں خواستگاروں سے امام حسن کو اپنی زوجیت کے لئے انتخاب کیا تا زیست آپ کے ساتھ اسکی شادی ہوگئی یہ روایت اجیاکی ہے مگر ابو الحسن مدائنی نے اس عورت کا نام ہند بنت سہل بن عمر بتایا ہے اور کہا ہے کہ پیشتر وہ عبداللہ بن عامر بن کریز کے نکاح میں تھی اسکے طلاق دینے پر معاویہ ابوہریرہ کو لکھکر یزید کے لئے اسکا خواستگار ہوا امام حسنؑ نے اپنے لئے ابوہریرہ سے ذکر ایسا کیا اس نے دونو کا ایک ساتھ پیغام پہنچایا ہند نے ابوہریرہ سے مشورہ کیا اُس نے امام حسنؑ کو ترجیح دی لہذا آپ کے ساتھ اسکا نکاح ہوگیا - بہت قوی مظنہ ہے کہ ہند ام خالد کا نام ہو باپ کے نام میں راوی نے غلطی کی ہو اور یہ واقعہ ایک ہی ہو یا دو جدا جدا حکایتیں دو عورتوں کی ہوں واللہ اعلم

بعض وجوہ طلاق

عائشہ خثعمیہ حضرت کے نکاح میں تھی حضرت امیرالمومنین درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے اور امام حسن علیہ السلام کے ساتھ بیعت ہوئی تو اس نے مبارکباد دی اور کہا تمکو خلافت وحکومت گوارا ہو اے امیرالمومنین آپ نے فرمایا علیؑ قتل کئے جائیں اور تو مبارکباد کہے یہ شماتت ہی جاؤ تجھے تین طلاق دیا تو وہ اپنے اسباب وسامان سمیت چلی گئی انقضائے عدہ پر آپ نے مبلغ بارہ ہزار درہم مہر کے بھیجدیے روپیہ پاکر بولی ع متاعٌ قلیل من حبیب مفارقٌ مفارقت کرنے والے دوست کے مقابلے میں یہ مال ایک متاع قلیل ہے دیگر نیز مدائنی کی روایت ہے کہ امام حسنؑ نے حفصہ بنت عبدالرحمن بن ابی بکر یعنی خلیفہ اول کی پوتی کے ساتھ

شادی کی۔ منذر بن زبیر بھی اس کے ساتھ نکاح کی خواہش رکھتا تھا حضرت کو یہ حال معلوم ہوا تو طلاق دیا پس منذر نے خطبہ کیا غصہ نے درخواست منذر کی مسترد کی اور کہا میں اسکے نکاح میں نہ آؤنگی کیونکہ اس نے مجھے مشہور کیا ہے۔

بذل وبخشش اموال بہ ازواج

حسن مجتبیٰ صلوات اللہ علیہ نے بعض اوقات گران گران رقوم مہر ازواج میں بذل کی ہیں۔ روایت ہے کہ ایکبار ایک عورت کے ساتھ شادی کی اس کے گھر کی سو کنیزیں اسکی پیشوائی کو بھیجیں اور ہر ایک کے ساتھ ایک تھیلی ہزار درہم کی تھی۔

دیگر حسن بن سعید نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ نے دو عورتوں سے متعہ کیا بیس ہزار درہم اور کچھ مشکیں پُر از شہد کی ان کے لئے مہر میں بھیجیں انھوں نے کہا ایک حبیب قلبی سے جدائی ہوتی ہے اس کے مقابلہ میں یہ متاع کیا چیز ہے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورات آپکے مقابلہ میں مال کی ذرا حقیقت نہ جانتی تھیں ؎

صورت طلاق آں امام آفاق

ابن ابی الحدید معتزلی نے ابوجعفر محمد بن حبیب سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ کی بی بی کے طلاق کا قصد کرتے تو اسکے پاس بیٹھ کر فرماتے ایسرک ان اھب کذا وکذا چاہتی ہو کہ تم کو اسقدر مال بخشوں وہ کہتے جو کچھ مرضی مبارک ہو یا کہتی ہاں فرماتے یہ تجھکو ملیگا اٹھتے تو اسقدر مال اور پیام طلاق اس کے پاس بھجوا دیتے۔

ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنے پچاس بیبیوں کو طلاق دی۔ اور ابوالحسن مدایتی مورخ کا قول ہے کہ امام حسن کثیر التزویج تھے۔ خولہ بنت منظور بن ریان سے شادی کی اس کے شکم سے حسن بن حسن پیدا ہوئے اور ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ سے عقد کیا اس سے ایک پسر ہوا جسکا نام طلحہ تھا۔ ایک زوجہ آپکی ام بشر بنت مسعود انصاری تھی جس کے بطن سے زید بن حسن وجود میں آئے۔ جعدہ بنت اشعث بن قیس وہ زوجہ تھی جسنے زہر ہلاہل پلا کر آپ کو شہید کیا اور ہند

بنت سہل بن عمرو ہند بنت عبد الرحمن بن ابی بکر۔ اور ایک عورت بنی کلب سے اور ایک دختر امرؤ القیس منقری سے اور ایک بنی ثقیف سے جس سے عمر بن حسن ہوئے اور ایک زوجہ دختران علقمہ بن زرارہ سے اور ایک بنی شیبان بن آل ہمام بن مرہ سے تھی جسکی نسبت کسی نے کہا کہ وہ خارجی المذہب ہے فوراً اسکو طلاق دیا اور فرمایا انی اکرہ ان اضم الی نحری جمرۃ من جمر جھنم میں کراہت کرتا ہوں کہ ایک چنگاری آتش جہنم کی اپنی گردن میں باندھ لوں۔ غرضکہ شمار کیا گیا تو کل ستر ازواج سے آپنے مدت العمر میں نکاح کیا اور ایک سو ساٹھ زر خرید کنیزیں تصرف میں آئیں۔ دو عورتیں ایک تمیمیہ دوسری قبیلہ جعف کی آپ کے عقد میں تھیں ان دونوں کو ایک ساتھ طلاق دیا اور دس دس درہم اور کچھ مشکیں گھی اور شہد کی بھیجیں راوی کہتا ہے کہ میں یہ خبر سنکر گیا جعفیہ سے کہا کہ اپنا وعدہ پورا کرو تو اُسنے آہ سرد بھری اور کہا متاع قلیل من حبیب مفارق کہ جدا ہونے والے دوست کے مقابلہ میں یہ متاع قلیل ہے تمیمیہ اسکے معنی نہ سمجھی حتیٰ کہ اور عورتوں نے اسکو سمجھایا سنکر خاموش ہوگئی۔ میں نے جا کر جو جعفیہ کا کلام حضرت سے نقل کیا تو زمین کریدنے لگے اور کہا اگر میں کسی عورت کو طلاق دے کر مراجعت کرتا تو البتہ اُس سے بھی مراجعت ہوتی۔

اولادِ امجاد

کل پسران و دختران بقول شیخ مفید علیہ الرحمۃ پندرہ[15] ہیں بدیں تفصیل زید[1] بن الحسن اور ان کی دو بہنیں ام الحسن[2] و ام الحسین[3] از بطن ام بشر بنت ابی مسعود بن عقبہ خزرجیہ حسن[4] بن الحسن خولہ بنت منظور فزاریہ سے۔ عمر[5]، قاسم[6]، عبد اللہ[7] ایک ام ولد کے شکم سے عبد الرحمن[8] ایک اور ام ولد سے حسین[9] معروف بہ اثرم جن کے آگے کے دانت گرے ہوئے ہیں، طلحہ[10]، و فاطمہ[11] ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ تمیمی سے ام عبد اللہ[12]، فاطمہ[13]، ام سلمہ[14]، رقیہ[15] مختلف ماؤں سے۔ یہ آٹھ پسر اور سات دختر ہیں۔ مگر اعلام الوریٰ میں ابو بکر نواں پسر زیادہ کیا ہے جو کربلا میں اپنے عم مکرم حسین کے ساتھ شہید ہوا نیز پسران آنحضرت کے عبد اللہ قاسم شہدائے کربلا میں محسوب ہیں۔ اور عمدۃ الطالب میں ابو بکر عبد اللہ ہی کی کنیت بتائی گئی ہے اور اسمٰعیل و حمزہ و یعقوب تین پسر کا اضافہ کرکے کل تعداد پسران گیارہ اور دختران سے ایک فاطمہ کم کرکے کل چھ اور جملہ اولاد کی تعداد سترہ[17] رکھی ہے اور بعضوں کے نزدیک دختر فقط ایک ام الحسن مادر امام محمد باقر تھیں شاید ان کو دیگر بنات پر وقوف نہیں ہوا یا صغر سنی میں فوت ہوئیں

واللہ علیم اور نسل آپ کی زید حسن مثنیٰ حسین اثرم و عمر چار بیٹوں سے جاری ہوئی الا حسین اثرم و عمر کی نسل جلدی منقرض ہو گئی تھی۔ پس سلسلہ اولاد حسن کا برابر جاری چلا جاتا ہے وہ فقط زید بن الحسن و حسن مثنیٰ ہیں۔

عمدۃ الطالب میں ہے کہ اعقاب حسنین علیہما السلام بارہ اسباط سے رواں ہوئی ہیں چھ امام حسن سے اور چھ امام حسین سے۔ کیونکہ حضرت رسولخدا سے مروی ہے کہ فرمایا میری اولاد تعداد میں بقدر نقباء بنی اسرائیل بارہ ہونگی۔ چنانچہ بعض شعرا نے اسکو رشتہ نظم میں کھینچا ہے ؎

فموسی بلا عقب واحمد معقب ... وناهيك بالعقب الكرام الاعاظم ... فستة اسباط الحسين وستة ... من الحسن الهادي وكل فاطم

موسیٰ بے اولاد ہیں اور محمد مصطفیٰ کی اولاد دنیا میں پھیلی اور کافی ہیں تجھکو یہ لوگ عظیم المرتبہ و کریم العادۃ بس چھ سبط ان سے حسین کے ہیں اور چھ ہدایت کنندہ حسن کے اور یہ تمام نسل فاطمہ صلوات اللہ علیہا سے ہیں
اب ہم اولاد امام حسنؑ کا جدا جدا حال جسقدر دریافت ہوا علم و اطلاع ناظرین کے لئے درج ذیل کرتے ہیں

زید بن الحسن

معروف بابلج (صاحب روئے روشن) اکبر اولاد آنحضرتؑ ہیں عمر دراز بقولے سو سال پائی۔
ارشاد میں ہے کہ آپ متولی صدقات رسول اللہ، جلیل القدر، کریم الطبع پاکیزہ نفس سخی و فیاض تھے شاعروں نے انکی مدح کی ہے۔ لوگ ان کے احسان و اکرام کے لئے آفاق عالم سے آپ کے پاس آتے تھے اور دامن

لہ صاحب سیر نے لکھا ہے کہ سلیمان بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اپنے عامل مدینہ کو لکھا۔ امّا بعد جس وقت یہ میرا خط تجھ کو ملے زید بن حسن کو تولیت صدقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے معزول کر کے بجائے اسکے یہ کام فلاں شخص کے جو اسکے قبیلہ کا ہے سپرد کر۔ عمر بن عبد العزیز تخت نشین ہوا تو اسنے اپنے عامل کو لکھا کہ زید بن الحسن شریف بنی ہاشم اور ان کا بزرگ ہے میرا یہ خط تجھکو ملے تو تولیت صدقات رسولؐ کو ان کی طرف راجع کر اور جس امر میں تیری امداد کے خواستگار ہوں اسمیں انکی حمایت کر۔ پھر لکھا ہے کہ یہ صدقات بعد وفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ علی ابن ابی طالب و عباس بن عبد المطلب کے قبضہ میں رہتے۔ معمر کہتا ہے کہ اسکے بعد علیؑ نے ان پر غلبہ پایا تو وہ صرف ان کے ہاتھ میں رہے پھر ان کے بیٹے حسنؑ کے ان کے بعد ان کے بھائی حسینؑ بعد ازاں علی ابن الحسینؑ۔ پھر حسن بن حسن۔ پھر زید بن الحسن پھر عبد اللہ بن الحسن اس کے متولی ہوئے اسکے بعد بنی عباس نے ان پر ہمیشہ کے لئے قبضہ کر لیا ۱۲ نور الابصار

آنند و گلہائے مراد سے پُر کر کے واپس جاتے محمد بن بشیر خارجی (یکے از بنی خارجہ) نے اشعار ذیل انکی مدح میں لکھے ہے

اذا نزل ابن المصطفیٰ بطن تلعة[1] — نفی جدبها واخضر بالنبت عودها

وزید ربیع الناس فی کل شتوة — اذا اخلفت انواءها ورعودها

حمول لاشناق الدیات کانه — سراج الدجیٰ اذ قارنته سعودها

فرزند رسول (زید بن الحسن) جب کسی میدان کے درمیان میں نزول کرتے ہیں تو وہاں کی خشک سالی جاتی رہتی ہے اور سوکھی لکڑیاں انجگہ کی روئیدگی سے ہری ہو جاتی ہیں۔ زید لوگوں کے لئے خزاں کے موسم بہار کی مانند ہیں جبکہ اس کے برق و باران دور ہو چکے ہوں وہ برداشت کرنے والے ہیں خونبہاؤں کے گویا کہ چراغ شبہائے تار ہیں جبکہ اپنی نیکیوں کے قرین ہو

عمدة الطالب میں لکھا ہے کہ انکی کنیت ابو الحسین تھی اور موضع شاہد سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں متولی صدقات رسول اللہ تھے اپنے عم اکرم امام حسین کے ساتھ عراق کو نہیں گئے۔ یعنی جو کہ کربلا میں شریک نہ تھے اور بعد شہادت آنحضرت علیہ السلام مکہ میں عبداللہ بن زبیر کے ساتھ بیعت کی کیونکہ ان کی بہن ابن زبیر کے نکاح میں تھی ابن زبیر قتل ہوا تو بہن کو لیکر مدینہ چلے آئے ان کی عمر سو سال یا پچانوے یا نوے سال کی ہوئی سنہ ۱۲۰ھ میں مکہ و مدینہ کے درمیان ایک مقام پر جسے حاجر کہتے ہیں رحمت خدا کی طرف انتقال کیا ان کی والدہ فاطمہ بنت ابی مسعود بن عقبہ خزرجیہ قبیلہ انصار سے تھی ان کی نسل صرف ابو محمد حسن بن زید بن الحسن سے جاری ہوئی جو منصور دوانقی کی طرف سے مکہ مدینہ وغیرہ مقامات پر امارت و حکومت کرتا رہا وہ عباسیوں کا دم بھرتا تھا اور اپنے عمو حسن بن الحسن کی اولاد کے خلاف تھا علویوں میں سب سے پہلے جس نے لباس سیاہ اختیار کیا وہ یہ تھا۔

ارشاد میں ہے کہ زید بن الحسن نے مدت العمر میں کبھی اپنے لئے امامت و خلافت کا دعوے نہیں کیا نہ کبھی کوئی شیعہ و غیر شیعہ ان کے حق میں اس کا مدعی ہوا۔ کیونکہ شیعہ دو قسم پر ہیں ایک زیدی دوسرے امامی۔ امامیوں کا تمام تر اعتماد امامت کے مقدمہ میں نصوص پر ہے۔ جو اولاد امام حسن کے حق میں یکسر مفقود ہیں اور نہ کوئی ان میں سے اپنے لئے اسکا دعوی دار ہوا ہے کہ اسکے بارہ میں

---

[1] تلعة بالفتح وہو من الاضداد نشیب تلوع و ہول۔ تلوع بلند آمدن روز و گردن و افراشتن آہوانہ جانے خود (صراح)

اشتباہ واقع ہوا اور زیدی فرقہ امامت میں علیؑ وحسنینؑ کے بعد دعوت وجہاد لازم جانتا ہی زید بن حسن اس کے برخلاف بنی امیہ سے صلح وسلوک کرتے تھے اور ان کی طرف سے منصب وحکومت قبول کرتے تھے اور ان کی رائے دشمنوں کے ساتھ تقیہ وتالیف کی تھی اور مدارات سے کام لیتے تھے زیدیوں کے نزدیک یہ سب باتیں امامت کے خلاف اور ان کی ضد ہیں اور حشویہ انکا دین ومذہب یہ ہی کہ بنی امیہ کی خلافت حق وصدق ہے وہ اولاد رسول اللہ کے لئے خلافت کسی صورت روا نہیں رکھتو رہی معتزلہ سو وہ اسی کو امام جانتے ہیں جو ان کے مذہب پر ہو اور جس کو اس کام کے لئے مشورہ کرکے انتخاب واختیار کریں وہی اُن کے لئے اسکام سے خصوصیت رکھتا ہے۔ اور زید بن حسن جیسا اوپر بیان ہوا ان حالات سے خارج ہیں اور خارجی شیعہ ودوست امیرالمومنین ودیگر اہل بیت طاہرین کے لئے کسی حال میں خلافت جائز نہیں جانتے۔ حال آنکہ زید بلا شبہ اپنے باپ دادا کے دوست تھے۔

مرویات زید بن الحسن

کمال الدین ابن طلحہ شافعی نے فصول المہمہ میں ایک باب ترتیب دیا ہے جس میں احادیث روایت کردہ اولاد امام حسنؑ جمع کی ہیں اس میں روایت ہی کہ زید بن حسن نے اپنے باپ حسن مجتبیٰ سے انھوں نے رسولخداؐ سے نقل کیا کہ لما اخی رسول اللہ علیہ والہ وسلم بین الصحابۃ اخی بین ابی بکر وعمر وبین طلحہ وزبیر وحمزہ بن عبدالمطلب وزید بن حارثہ وبین عبداللہ بن مسعود والمقداد بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین فقال علی علیہ السلام اخیت بین اصحابک واخرتنی قال ما اخرتک الا لنفسی۔ کہ جس وقت رسول اللہ نے اپنے صحاب کے درمیان عقد مواخات مستحکم کیا یعنی بھائی چارہ تو مواخات کے درمیان ابوبکر وعمر کے اور مابین طلحہ وزبیر کے اور درمیان حمزہ بن عبدالمطلب وزید بن حارثہ کے اور درمیان عبداللہ بن مسعود ومقداد بن عمر کے خدا ان سب سے راضی ہو اس وقت علی علیہ السلام نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ نے صحابہ کے درمیان اخوت قایم کی اور میری کسی کے ساتھ اخوت نہ کی فرمایا اے علیؑ میں نے تمکو اپنی اخوت کے واسطے رکھ چھوڑا ہی انت اخی فی الدنیا والآخرۃ اے علیؑ تم میرے بھائی ہو دنیا وآخرت میں۔

حسن بن الحسن علیہ السلام

معروف بہ حسن مثنیٰ یعنی حسن دوم، جلیل القدر، رئیس صاحب ورع و تقوےٰ و علم و فضیلت تھے صدقات امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کے اپنے عہد میں متولی تھے انکی حکایت حجاج بن یوسف کو ساتھ مشہور ہے جس کو زبیر بن بکار وغیرہ اہل تاریخ و سیر نے نقل کیا ہے لکھا ہے کہ حسن مثنیٰ اپنے زمانہ میں صدقات امیرالمومنین کی تولیت رکھتے تھے۔ ایکروز حجاج بن یوسف جو کہ امیر مدینہ تھا امارت کے کروفر سے ان کے پاس سے گذرا اور کہنے لگا کہ عمر بن علی کو اُن کے باپ کے صدقات میں شریک کرو کیونکہ وہ تمہارے چچا اور بقیہ بزرگان خاندان ہیں حسن نے کہا میں شرط علی کو توڑ نہیں سکتا جس کو آنحضرت نے انہیں داخل نہیں کیا اسکو داخل نہ کروں گا۔ حجاج نے کہا تم داخل نہ کروگے تو میں جبراً انکو داخل کروں گا حسن اسوقت بات کو ٹال گئے تھوڑے عرصہ میں حجاج کو غافل پاکر شام میں عبدالملک کے پاس پہنچے اس کے دروازے پر طلب اذن کے لئے کھڑے تھے کہ یحییٰ بن ام الحکم نے انکو دیکھا اور نزدیک آکر سلام کیا پھر اُن کے یہاں آنیکا سبب پوچھا حسن نے حجاج کا قصہ بیان کیا یحییٰ نے کہا میں امیرالمومنین (عبدالملک بن مروان) کے پاس تمکو کچھ فائدہ پہنچا دونگا۔ حسن عبدالملک کے سامنے گئے تو وہ اچھی طرح پیش آیا اور احوال کی پرسش کی حسن کے بال قبل از وقت سفید ہو گئے تھے عبدالملک نے کہا اے ابومحمد تم جلدی سے بوڑھے ہو گئے یحییٰ بن ام حکم حاضر تھا بولا ان کو اہل عراق کی امیدوں نے بوڑھا کر دیا وفد پر وفد آپکے پاس آتے اور طمع خلافت دلاتے ہیں حسن کو غصہ آیا اور تیوری چڑھا کر بولے تو رو در رو میری بدی کرتا ہے یہ بات ہرگز درست نہیں جو تو کہتا ہے۔ بلکہ ہمارے خاندان میں بڑھاپا جلدی سے آتا ہے۔ عبدالملک بیٹھا یہ باتیں سن رہا تھا بول اُٹھا اچھا اب یہاں آنے کی غرض و غایت بیان کرو حسن نے حجاج کا کلام اس سے نقل کیا۔ عبدالملک نے کہا اسکی کیا مجال جو ایسا کرسکے میں اسکو خط لکھتا ہوں وہ اپنی حد سے قدم باہر نہ رکھے گا یہ کہکر خط لکھا اور معقول جائزے و انعام کا اُن کے لئے حکم دیا۔ حسن وہاں سے نکلے تو یحییٰ پھر ان سے ملا۔ حسن خفا ہو کر بولے تونے وعدہ کیا تھا کہ نفع پہنچاؤنگا یہ نفع پہنچایا۔ یحییٰ نے کہا اے حسن تم ہی نہ سمجھے قسم خدا کی آیندہ تم سے ڈرتا رہے گا اسوقت بھی میرے اس کلام سے اسپر تمہاری ہیبت چھا گئی کہ جلدی تمہاری مطلب برآری کردی ورنہ مشکل امر تھا میں برابر تمہارا خیر خواہ رہونگا۔

نور الابصار میں لکھا ہے کہ حسن بن حسن نے اپنے عم محترم امام حسین سے آپکی دو لڑکیوں فاطمہ و سکینہ سے ایک کا خطبہ کیا تو آپ نے فرمایا یا ابن اخی میں اسکا منتظر ہی تھا اور آپ کو اپنے ساتھ گھر میں لے گئے کہ ان دونوں میں سے جو تمکو پسندیدہ ہو اسکا عقد تمہارے ساتھ کر دیا جائے انھوں نے فاطمہ کو اختیار کیا اس کا عقد ان کے ساتھ ہو گیا بروایتے حسن کو حیا دامنگیر ہوئی کچھ جواب نہ دے سکے حضرت نے فرمایا میں اپنی بڑی دختر فاطمہ کو تمہارے لئے انتخاب کرتا ہوں وہ میری والدہ فاطمہ زہرا بنت رسولخدا سے بہت ہی مشابہ ہے۔

مروی ہے کہ حسن مذکور معرکہ کربلا میں اپنے چچا حسین علیہ السلام کے ساتھ حاضر تھے امام انام شہید اور ان کے بقیہ اہل و عیال اسیر سر پنجہ ظلم و ستم اعدا ہوئے تو اسماء بن خارجہ بن عیینہ فرازی نے آپ کو قیدیوں کے درمیان سے نکالا اور کہا خدا کی قسم پسر خولہ کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ عمر سعد نے کہا کہ ابو حسان کی خاطر اس کے بھانجے کو چھوڑ دو بروایتے حسن زخمی خستہ حال زمرہ شہدا کے درمیان پڑے تھے رمق جان ان میں باقی تھی جب ملاعین ان کے سر کاٹنے آئے۔ اسماء مذکور نے کہا اسکو میری خاطر چھوڑ دو امیر عبید اللہ چاہے گا تو اسکو بخش دے گا ورنہ جو اسکے دل میں آئے کرے۔ ابن زیاد سے جو ذکر آیا تو کہا دعوا لابی حسان ابن اختہ غرض اسماء ان کو کوفہ لے گیا وہاں علاج کیا اچھے ہو کر مدینہ آگئے۔ جس نے بقول شیخ مفید علیہ الرحمۃ ۳۵ سال کی عمر میں وفات پائی راقم آثم کہتا ہے یہ جب ہی درست ہو سکتا ہے جبکہ اُن کی وفات کے قریب ترسنہ میں ہو اور جو ولید یا سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ میں جیسا کہ شہور ہے وفات لی جائے تو ۳۵ سال عمر نہیں ہو سکتی زیادہ ہوگی۔

پھر ارشاد میں ہے کہ حسن کی وفات کے وقت اُن کے بھائی زید بن حسن زندہ تھے مگر انھوں نے اپنے مادری بھائی ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو اپنا وصی مقرر کیا تھا۔

فصول مہمہ سے نقل ہوا ہے کہ حسن مثنیٰ کا انتقال ہوا تو انکی زوجہ فاطمہ بنت الحسین نے اُن کے درد فراق میں انکی قبر پر خیمہ لگایا دن کو روزہ رکھتیں رات کو مشغول عبادت رہتیں وہ فرط حسن و جمال سے حورعین کے مشابہ تھیں الحال کامل وہاں رہیں بعد ازاں غلاموں سے کہا آج رات تاریک ہو تو یہاں سے خیمہ اٹھا لو رات ہوئی تو وہ تعمیل حکم خیمہ اکھاڑنے لگے اس وقت ایک منادی کی آواز آئی آواز دینے والا دکھائی نہ دیتا تھا کہ کہتا ہے هَلْ وَجَدُوا مَا فَقَدُوا جو کچھ اُن سے کھو گیا تھا

اسکو پالیا - اس کے جواب میں دوسری آواز گوش زد ہوئی بل یئسوا فانقلبوا الکبہ مایوس ہوکر لوٹ گئے مگر آخر کار فاطمہ مذکورہ کا نکاح عبداللہ بن عمر بن عثمان سے ہوگیا تھا حسن مثنیٰ کے فاطمہ سے تین پسر عبداللہ محض وابراہیم عمر و حسن مثلث پیدا ہوئے جو سب صاحب انسال واعقاب گذرے ہیں ؛

مرویات حسن مثنیٰ

حسن صاحب علم و فضیلت تھے لاجرم بہت سی احادیث اپنے آباء طاہرین سے نقل و روایت کرتے ہیں انکے از بسیار یہ ہیں -

عن الحسن بن الحسن عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان من موجب المغفرۃ ادخالک السرور علی اخیک المسلم بدیہ اپنے پدر عالیقدر رسول اللہ سے روایت کی کہ جو اشیاء مغفرت گناہان واجب کرتی ہے ایک اُن سے یہ ہے کہ تو اپنے برادر مسلمان کو مسرور کرے -

دیگر نیز بواسطہ اپنے باپ امام حسن وجد امیرالمومنینؑ حضرت ختم المرسلین سے نقل کیا کہ آپنے فرمایا الرحم شجنۃ[1] من الرحمان من وصلہا وصلہ اللہ ومن قطعہا قطعہ اللہ رحم اور قرابت رحمان ورحیم کا مقرر کردہ ایک شجنہ (جڑوں کا جال ہے) جسنے اسکو وصل کیا خدا اسے اپنی علاقہ ربوبیت موصول رکھے گا جسنے اسے قطع کیا خدا اس سے قطع کرے گا

دیگر عن عبداللہ بن الحسن عن ابیہ حسن بن علی عن ابیہ علی ابن ابیطالب قال قال رسول اللہ النساء عشر عورات فاذا تزوجت المراۃ ستر الزوج عورۃ واذا ماتت ستر القبر عشر عورات اور عبداللہ بن حسن نے اپنے باپ حسن مثنیٰ سے اور اُنھوں نے اپنے باپ حسن مجتبیٰ سے اُنھوں نے اپنے باپ علی ابن ابیطالب سے اُنھوں نے رسول اللہ سے روایت کی کہ فرمایا عورت دس عورات (پوشیدگیاں) ہوتی ہیں جب شادی ہوتی ہے تو شوہران دس سے ایک عورت کو چھپاتا ہے اور جب مرتی ہے تو قبر دسوں عورات کو ڈھانپ لیتی ہے -

دیگر عن بن الحسن عن امہ فاطمۃ بنت الحسین عن ابیہا الحسین عن امہ فاطمۃ الکبریٰ بنت رسول اللہ قالت قال رسول اللہ ایما من اراد نفسہ من فاقۃ وفی یدہ عمرای سہلے

[1] جوہری نے کہا کہ شجنہ بمعنی شجر باہم پیوستہ ہیں وشجنہ رحم یعنی قرابت کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

حسن مثنیٰ نے اپنی والدہ فاطمہ بنت الحسین سے اُنھوں نے اپنے باپ امام حسینؑ سے اُنھوں نے اپنی والدہ فاطمہ کبریٰ ابنت رسول اللہ سے نقل کیا کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ جو شخص رات کو بلا ہاتھ پاک وصاف کئے یعنی آلودگی طعام وغیرہ دور کئے سوئے اور کوئی بلا اسکو پیش آئے تو وہ اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے آپ ہی کو کرے۔

دیگر عنہ عن ابیہ عن جدہ علی ابن ابیطالب عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ قال من اجری اللہ علی ید یہ فرجاً لمسلم فرج اللہ لمسلم فرج اللہ تعالے عنہ کرب الدنیا والآخرہ نیز اُنھوں نے بسند خود اپنے اب وجد سے انھوں نے رسول اللہ سے روایت کی کہ حضرت رسالت پناہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے جس کسی کے ہاتھ پر مرد مسلمان کے فرج وکشائش جاری فرمائے تو البتہ اس سے کرب و بیچینی دنیا و آخرت کی دور فرمائے گا۔

دیگر وبالاسناد قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من عال اھل بیت من المسلمین یومھم ولیلتھم غفر اللہ لہ ذنوبہ نیز باسناد سابق روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے ایک کُنبہ کو ایک شب وروز کفیل اخراجات ہو تو حقتعالے اس کے گناہ معاف کردیگا

پھر شیخ مفید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ حسن مثنیٰ نے انتقال کیا حال آنکہ نہ خود اُنھوں نے کبھی خلافت کا اپنے لئے دعوے کیا نہ کسی اور نے اُن کے حق میں یہ دعوے کیا جیسا کہ ہم پیشتر ان کے بھائی زید بن الحسنؑ کے بارے میں لکھ چکے ہیں۔ پس صاحب جنات الخلود کو وہم ہوا جیسا کہ انکی نسبت کہا کہ او صاحب صاحب کمالات بسیار بود وزید یہ اورا امام خود میدانند۔ وہ زید بن علی بن الحسین تھے نہ کہ زید بن الحسن۔

اور لیکن عمرو قاسم وعبداللہ پسران حسن مجتبیٰ تحقیق کہ وہ بروز عاشورہ کربلا میں اپنے عم مکرم امام حسینؑ صلوات اللہ علیہ کے ہمراہ شہید ہو کر گلگونہ شہادت سے سرخرو ہوئے رضی اللہ عنہم وارضاھم واحسن عن الدین والاسلام جزاً ھم ھذا اُن سے راضی ہو اور انکو اپنے سے رضامند کرے اور دین اسلام اور دنیا والوں کی طرف سے انکو جزائے خیر دے اور عبدالرحمن بن حسن اپنے عمو امام حسینؑ کے ساتھ حج کو گئے تھے ابواء کے مقام پر در آنحالیکہ احرام باندہ رکھا تھا اُنھوں نے وفات پائی اور کافی میں ہے کہ عبدالرحمن بن الحسن نے مقام ابواء میں بحالت احرام وفات پائی اور قافلہ میں اسوقت حضرت امام حسن و امام حسینؑ و عبداللہ بن جعفر و عبداللہ و عبیداللہ پسران عباس بن المطلب تھے اُنھوں نے عبدالرحمان کو کفن دیا اور اُسکی منہ

اور سر کو چھپا دیا اور حنوط نہ کیا اور کہنے لگے کہ کتاب علی میں یہی لکھا ہے۔

پھر مفید رح کہتے ہیں کہ حسین بن الحسن معروف بہ اثرم صاحب فضیلت تھے مگر اس میں کوئی ان کا ذکر نہیں ہے اور طلحہ بن حسن سخی و جواد تھے۔ قاسم بن الحسن مع اپنے دو بھائیوں عبداللہ و عمر کے معرکہ کربلا میں روز عاشورہ اپنے عم محترم سید الشہدا پر جان نثار ہوئے انکی شہادت کا قصہ آیندہ جلد حالات امام حسین علیہ السلام میں مذکور ہوگا۔ یہاں اس قدر گذارش ہے کہ حکایت عروسی قاسم یعنی ان کا بروز کربلا ایک دختر آنحضرت کے ساتھ عقد ہونا جیسا کہ آجکل ہندوستان میں مرثیوں میں پڑھا جاتا ہے اور بیشتر اوقات عزاخانوں میں باعث رقت و رونق مجلس ہو رہا ہے نیز شب ہشتم محرم کو اسی سلسلہ میں مہندیاں نکالی جاتی ہیں ان کا ذکر کتب معتبرہ علماء متقدمین و متاخرین میں نہیں پایا جاتا آخوند مجلسی کتاب جلاء العیون میں بموقعہ شہادت جناب قاسم لکھتے ہیں کہ قصہ دامادی او درکتب معتبرہ بنظر حقیر نرسیدہ و انا اقول جسنے اس قصہ کو بلا استناد یا حدے اپنی کتاب میں اول درج کیا وہ ملا حسین کاشفی صاحب روضۃ الشہدا ہیں خلاصہ ان کے کلام کا یہ ہے کہ جناب قاسم کو اسدن باوجود اصرار کے اذن جہاد نہ ملا تو حزین و دلگیر کسی گوشہ خیمہ میں بیٹھ گئے اس وقت آپکو یاد آیا کہ ایک کتبہ ان کے والد امام حسنؑ نے بوقت وفات انکی بازو پر باندھا تھا اسکو کھولکر دیکھا تو اس میں تاکید تھی کہ اے فرزند کربلا میں تمہارے عمو امام حسینؑ پر وقت تنگ ہو تو تم اپنی جان گرامی ان پر نثار کرنا اسکو خوشی خوشی ابوعبداللہ کی خدمت میں لے گئے آپ بھائی کی تحریر دیکھکر گریاں ہوئے اور فرمایا اے فرزند تمکو وصیت کی ہے تو میری طرف سے بھی آنحضرت کی ایک وصیت ہے جس کو اب بجا لاتا ہوں یہ کہکر ہاتھ قاسم کا پکڑا اور خیمہ میں لے گئے اور مادر قاسم سے کہا کہ ان کو نئے کپڑے پہناؤ اور زینب خاتون کو حکم دیا کہ جامہ دان امام حسنؑ حاضر کریں اس میں سے دراعہ بیش قیمت نکالکر قاسم کو پہنایا اور عمامہ اپنے دست حق پرست سے سر قاسم پر باندھا اور اپنی دختر منسوبہ قاسم کا ہاتھ پکڑ کر ان کے ہاتھ میں دیا یعنی اسکا عقد قاسم کے ساتھ پڑھ دیا کہ یہ امانت تمہارے باپ کی میرے پاس تھی جو تمہارے حوالہ کرتا ہوں انتہی۔

مولانا الحاج مرزا حسین بن محمد تقی لوری الطبرسی رح کہ علماء مشہور برآوردہ عراق سے ہیں تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے کہ بقید حیات تھے۔ انھوں نے ایک رسالہ دربارہ ممانعت روضہ خوانان از ذکر روایات مجعولہ موضوعہ مسمی بلولو والمرجان حدود ۱۳۱۹ھ میں لکھی ہے اس میں بہت سی احادیث و مجعولات مذکورہ

مشہرہ کا ذکر کرتے ہیں از انجملہ شادی قاسم کے مقدمہ میں لکھا ہے" وقصہ دامادی قاسم قبل از روضۃ الشہدا در ہیچ کتابے دیدہ نشدہ - از عصر شیخ مفیدؒ تا آں زمان کہ بحمد اللہ مولفات بسیار در ہر طبقہ فعلاً موجود اند اسمے ازاں بردہ نشدہ چگونہ میشود کہ قصہ باین عظمت وچنیں آشکار امحقق ومضبوط باشد وبنظر تمام این جماعت نرسیدہ باشد - حتی کہ مثل ابن شہر آشوب کہ بتصریح کردہ اند کہ ہزار جلد کتاب مناقب نزداد بود -

یعنی ابتدا اس قصہ کی روضۃ الشہدا کاشفی سے ہوئی مفید علیہ الرحمۃ کے زمانہ سے اس وقت تک ہر عہد میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں مگر ان میں اسکا نام نہیں کیسے ہوسکتا ہے کہ اتنا بڑا قصہ ایسا منضبط اور محقق ہو مگر ان لوگوں کی نظر سے نگزرا ہو حتی کہ ابن شہر آشوب جیسے عالم وفاضل نے بھی اُسے نہ دیکھا ہو جس کے پاس کہتے ہیں ایک ہزار کتاب فن مناقب کی موجود تھیں - پھر کہتے ہیں کہ علاوہ برآں بمقتضائے تمام کتب معتمدہ سابقہ مولفہ در فن حدیث وانساب وسیر نتواں برائے حضرت سید الشہدا دختر قابل تزویج بے شوہر پیدا کرد تا کہ این قصہ قطع نظر از صحت وسقم نقل وتوعش ممکن باشد یعنی تمام معتبر کتابیں حدیث وانساب وسیر کی موجود ہیں انہیں سے حضرت سید الشہدا کی ایک لڑکی ایسی تو نکالدیجئے کہ بے شوہر شادی کے قابل ہو تا کہ اس قصہ کا محض نقل کرنا قطع نظر اسکے ضعف وصحت کے صحیح ہو جب صفت بالا کی کوئی لڑکی آپکے نہ تھی تو اُنکا نکاح کیسا؟

اصحاب آنجناب

اصحاب حسن مجتبیٰ سے زیادہ تر آپ کے پدر عالیقدر امیر المومنین علی ابن ابیطالب صلوات اللہ علیہما کے صحاب تھے مثل عبد اللہ وعبید اللہ پسران عباس بن عبد المطلب وصعصعہ بن صوحان وقیس بن عبادہ وعدی بن حاتم وکمیل بن زیاد وغیرہ وغیرہ کے؟

عبدُاللہ بن عبّاس

آپ کا سن شریف بوقت وفات رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقول اصح تیرہ ۱۳ سال کا تھا اس وقت سے اپنے ابن عم امیر المومنین کی خدمت میں رہ کر کسب علم وفضل کرتے رہے حتی کہ اپنے امثال واقران پر فوقیت لے گئے یعنی ایک عالی رتبہ ومعزز محدث بنگئے کہ ترجمان قرآن کہلائے ان کے تلامذہ انکو باسم بحر العلوم

موسوم کرتے تھے حضرت امیر بھی آپ کو عزیز برادر جانکر بنظرِ التفات دیکھتے اور عہد خلافت میں ان کے صلاح ومشورہ کو بگوشِ توجہ اصغا فرماتے۔ تاانیکہ رفتہ رفتہ بصرہ کی ریاست جیسا جلیل القدر اور ذمہ داری کا عہدہ ان کو عنایت کیا مگر ابن عباس کی وہاں کا بیت المال دیکھ کر رگ حرص وطمع حرکت میں آئی صبر نہو سکا خوشتین داری وپرہیزگاری نے کلیتہً جواب دیدیا۔ جو مال وہاں پایا اُسے سمیٹ کر مکہ کی طرف فرار کیا اور حضرت امیرالمومنین کو اس کی اطلاع ہوئی نصیحت برہم ہوئے اور خطوط لعتاب وخطاب لکھ کر متنبہ کرنا چاہا مگر وہ اصلاح پذیر نہوئے۔ ایک خط میں حضرت لکھتے ہیں۔ اما بعد تجھے اپنے خاندان میں معتبر ومعتمد جانکر امانتِ خدا میں تجھ کو اپنا شریک کیا تھا مگر اوروں کی طرح تو بھی مجھ سے پھر گیا۔ اور دیگر خاذلین کی مانند اپنے ابن عم کو مخذول گردانا۔ گویا کہ اپنے پہلے جہاد ات میں تو لوگوں کو فریب دیتا تھا۔ حشر ونشر پر ذرا ایمان نہیں لایا تھا جب خیانت کا موقع ملا تو مال خدا پر اس طرح ٹوٹ پڑا جیسا کہ بھوکا بھیڑیا اپنے پچھاڑے ہوئے شکار پر گرتا ہے گویا کہ یہ مال تیرے باپ کی میراث تھا جس کو اپنے گھر لئے جارہا ہے۔ سبحان اللہ روز قیامت اور اس کے حساب کتاب کا خوف بالکل دل سے اُٹھا دیا بازپرس خدا سے ذرا نہیں ڈرا اور نہیں جانتا کہ اس مال میں مہاجرین وانصار کے یتیموں اور بیواؤں کا حق شامل ہے جسے تو اپنی لذاتِ نکاح وشرا رلامائی میں اڑانا چاہتا ہے۔ قسم خدا کی جب قدرت پاؤنگا تو جو کچھ تیرے ساتھ عمل درآمد کروں معذور ہوں واللہ کہ یہ فعل جس کا تو مرتکب ہوا ہے اگر حسنؑ وحسینؑ سے بھی سرزد ہوتا تو اُن سے بھی ستم رسیدوں کی داد لئے بغیر نہ رہتا والسلام۔

ابن عباس بڑے زبان آور حاضر جواب تھے۔ معرکوں میں اُنھوں نے تقریریں کی ہیں۔ معاویہ وعمرو عاص کا ان کے آگے ناطقہ بند ہوتا تھا۔ ابن زبیر جیسے بیباک کو اپنی مدلل تقریروں سے کوفتہ اور مالیدہ رکھتے تھے اہل بیت عصمت وطہارت کی شرف ونجابت کو بے دھڑک بیان کرتے۔ ام المومنین عائشہ بھی بڑی بولنے والی تھیں نیز امردینی خلائق کی مالک ہورہی تھیں۔ جنگ جمل کے بعد جب بصرہ میں عبداللہ بن ابی خلف خزاعی کے مکان میں مقیم تھیں تو ابن عباس بحکم امیرالمومنین علیہ السلام ان کے پاس گئے مکان میں داخل ہوئے تو عائشہ پس پردہ سے بولیں اے ابن عباس تو سنت رسول اللہ کے برخلاف بغیر اجازت لئے میرے مکان میں داخل ہوا اور میرے متاع خانہ پر بے مرضی کے بیٹھ گیا (بارچہ حصیر کہنہ پر گوشۂ خانہ میں پڑا دیکھ کر بیٹھ گئے تھے) ابن عباس نے کہا ہم سنت رسول اللہ پر عمل کرنے

کے لیے تم سے زیادہ احق واولیٰ ہیں ہم نے ہی تمکو سنت کی تعلیم کی تمہارا مکان مدینہ میں وہ حجرہ ہے جس میں رسول اللہ نے ہمکو چھوڑا تھا اور تم نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور خدا اور رسول کی نافرمانی کرکے وہاں سے نکل کھڑی ہوئیں جب اپنے اس مکان میں واپس جاؤگی تو ہم بلا اجازت نہ وہاں جائیں گے نہ تمہاری کسی شے پر بیٹھیں گے یہاں تو بوجہ عصیان امیرالمومنین اس مکان میں بند ہو اور نہ اس میں تمہاری اجازت درکار ہو نہ کسی شے پر بیٹھتے ہیں - اب امیرالمومنین کا حکم ہے کہ زیادہ توقف نکرو جلد سفر مدینہ کے لیے آمادہ ہو جاؤ عایشہ بولی رحمہ اللہ امیرالمومنین ہو عمر بن الخطاب رحمت خدا ہو امیرالمومنین پر وہ عمر خطاب تھے -

ابن عباس نے کہا واللہ کہ علی امیرالمومنین علیہ السلام ہیں خواہ چہرے اس میں غضبناک ہوں اور ناکیں خاک پر رگڑی جائیں وہ رحم وقرابت میں رسول اللہ سے سب سے قریب ہیں اور اسلام میں سب سے سبقت رکھتے ہیں اور علم وفضل میں تمام سے بڑھے ہوئے ہیں اُن کے آثار وانوار تیرے باپ ابوبکر اور عمر خطاب سے زیادہ ہیں عائشہ نے کہا میں تو اسکو نہیں مانتی - ابن عباس نے کہا تو اس انکار سے بیکار محض ہو جائیگی اور جو عزت وتوقیر تجھے حاصل ہے باقی تر ہے گی پھر تجھے کوئی نہ پوچھے گا نہ کسی کو امرونہی کر سکے گی عائشہ پر یہ سنکر رقت طاری ہوئی بحدیکہ گریہ اسکے گلے میں بند ہوا اور نفس گلوگیر ہونیلگا پس بولی قسم بخدا میں تمہارے پاس رہونگی - جس شہر میں تم ہو روئے زمین پر اسکی برابر کسی کو دشمن نہیں جانتی -

ابن عباس نے کہا کیوں ہم سے کیا ابذا تجھے پہنچی - کون برا سلوک تیرے ساتھ کیا آیا یہ کہ تجھکو ام المومنین بنا دیا حال آنکہ تو ام رومان کی دختر تھی یا یہ کہ تیرے باپ کو صدیق کردیا اور وہ ابوقحافہ کا بیٹا تھا جو ابن جذعان کے یہاں مہمانوں کے بلانے پر نوکر تھا عائشہ نے کہا اے ابن عباس تم رسول خدا سے میری اوپر منت رکھتے ہو کہا کیونکر نہ منت رکھیں اگر تجھ سے ایک تراشہ ناخن بھی انحضرت کا ہوتا تو البتہ اس سے ہم پر منت رکھتی ہم تو انحضرت کے گوشت وخون ہیں اے عائشہ تو انحضرت کی نو بیبیوں میں سے ایک بی بی ہے جس کو اُنھوں نے اپنے بعد چھوڑا کوئی جمال ظاہری وحسن سیرت اُن سے زیادہ نہیں رکھتی نہ حسب نسب میں ان کی نسبت بڑھی ہوئی ہے یہ صرف شرف زوجیت انحضرت ہو کہ مخدوم ومطاع بن رہی ہو جو کہتی ہے لوگ اُسے سنتے ہیں جسکو بلاتی ہے چلے آتے ہیں پھر کچھ اشعار پڑھے اور وہاں سے واپس ہوئے -

ابن عباس بعد وفات امیرالمومنین اماین ہمامین سیدین سبطین امام حسنؑ وحسینؑ علیہما السلام کی خدمات میں حاضر ہوتے رہے بوقت بیعت امام حسنؑ وہ موجود تھے اور بیادار کلمات بمدح ومنقبت

امام حاضرین کو بیعت آنحضرت کی ترغیب دیتے اور کہتے تھے ایہا الناس یہ تمہارے نبی کے فرزند دلبند ہیں اور بہر نہج انکی جانشینی کے اہل اور لائق اٹھو اور انکے ساتھ بیعت کرو۔ لوگ آکر بیعت کرتے تھے۔

نیز ہنگام توجہ ابو عبد اللہ الحسین سمت عراق وہ مکہ میں تھے۔ اور مثل دیگر بنی ہاشم محمد بن حنفیہ و عبد اللہ جعفرؓ انھوں نے بھی شرائط خلوص ونصیحت پیش کیں مگر مقدرات الٰہی کو کون روک سکتا ہو بعد رحلت امام آفاق بجانب عراق عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ (جو دل سے آنحضرت کے کوچ کا خواہاں تھا کہ حجاز اس کے لئے خالی ہو جائے) آپکا کلام اس سے پہلے تہذیب المتین ابن زبیر کے حال میں گذرا کہ اس کو چنڈول جانور کے مادہ سے تشبیہہ کرکے کہا تھا کہ اے چنڈولنی اب تیرے لئے میدان فراخ کھل گیا ہی شوق سے انڈے دے اور انکو سے کر زرد کر جو تیرا مقصود تھا حاصل ہوا حسین مکہ سے چلے گئے۔

رجال کشی میں ایک طولانی روایت میں ہے کہ محمد بن حنفیہ سے ابن عباس مذکور کی علم کے بردل کی تحریر پر گفتگو تھی انھوں نے کہا یہ لوگ ہمپر فخر کرتے ہیں کہ ہم سے علم میں زیادہ ہیں امام حسنؑ نے سنا تو دو نو کو طلب کیا اور عبد اللہ سے خطاب کرکے فرمایا یا ابن عباس یہ آیت فلبئس المولے وبئس العشیر کس کے حق میں نازل ہوئی میرے باپ کے حق میں یا تمہارے باپ کے حق میں اور بہت سی آیتیں قرآنی اور پڑھیں پھر فرمایا اگر تم جانتے ہوتے تو تمہارا انجام تمکو بتلاتا وہ عنقریب تمکو خود دریافت ہو جائے گا غالباً یہ اشارہ جناب حسن علیہ السلام کا اس طرف ہو کہ وہ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے چنانچہ اپنی نابینائی کے بارے میں دو شعر پڑھا کرتے تھے جو استیعاب میں اُن سے نقل کئے ہیں

ان یاخذ اللہ فی عینی نورهما ... ففی لسانی وقلبی منهما نورُ

قلبی ذکی وعقلی غیر ذی دخل ... وفی فمی صارم کالسیف ماثورُ

اگر اللہ تعالےٰ نے میری آنکھوں کا نور لیلیا ہے تو میری زبان اور دل میں انکے سبب نور موجود ہے میرے دل کی تیزی اور عقل میں مطلق خرابی نہیں آئی اور میرے منہ میں زبان تیغ براں کی مانند کشیدہ ہے۔

نیز کشی رح کی روایت ہے کہ ایک مرد نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں عرض کی کہ فلاں یعنی عبد اللہ بن عباس کہتا ہے کہ مجھکو تمام قرآن کا حال معلوم ہے کہ فلاں آیہ کس وقت نازل ہوئی کس کے حق میں نازل ہوئی آپ نے فرمایا اس سے دریافت کرنا کہ یہ آیہ کس کی شان میں نازل ہوئی ومن کان فی هذه اعمی فهو فی الآخرة اعمی واضل سبیلا اور یہ آیہ کس کے حق میں یا ایها الذین امنوا اصبروا

اصابرو اورابطوا پہلے اسکے باپ کے حق میں دوسرے ہمارے باپ کے حق میں پھر آپ نے فرمایا کہ اس میں صبرو رباط کا ذکر آیا ہے سو ہماری نسل سے صبر کرنے والے اور مرابط ہوں گے آگاہ ہو کہ اسکے صلب میں کچھ امانتیں رکھی ہیں جو آتش جہنم کے لیے پیدا ہوئی ہیں وہ لوگوں کو دین خدا سے فوج فوج نکالیں گے جیسے کہ وہ فوج فوج اس میں داخل ہوئے ہیں اور زمین کو آل محمد کے خون سے رنگین کریں گے یہ منصور وہارون وغیرہ کی طرف اشارہ ہے اور ہم لوگ صبر کریں گے اور ان سے ربط چاہیں گے حتےٰ یحکم اللہ وھو خیر الحاکمین عبد اللہ نے بقول ابن عبد البر ۶۸ھ میں بزمانہ عبد اللہ بن زبیر طائف میں قضا کی ان کی عمر ستر اکہتر سال کی ہوئی - کشی ح نے باسناد خود اہل طائف کے ایک مرد سے روایت کی ہے کہ انھوں نے اس وقت کہا پروردگارا میں تیرے لیے پانچ فرقوں سے برات و بیزاری کرتا ہوں ناکثین اہل جمل قاسطین اہل شام و مارقین خارجیان سے اور مندیہ کہ اپنے دین میں نصاریٰ سے مشابہ ہے اور مرضیہ سے کہ مشابہ یہود ہیں - پھر کہا خداوندا میں اس دین پر ہوں جس پر کہ علی ابن ابیطالب تھے اور اسی پر مرتا ہوں جس پر آنحضرت نے وفات پائی اسکے بعد اس کا انتقال ہو گیا پس اسکو غسل دیا کفن کیا اور جنازے پر نماز پڑھی اس وقت دو سفید پرندے آکر اسکے کفن میں داخل ہوئے - لوگوں نے کہا یہ ان کی فقاہت تھی جو ان کے ساتھ دفن ہو گئی -

بروایت دیگر حضرت ابی عبد اللہ جعفر صادق سے نقل کیا کہ ابن عباس کا انتقال ہوا اور انکا جنازہ باہر آیا تو اُن کے کفن سے ایک سفید طائر نکل کر آسمان کی طرف اُڑا لوگ اسکی طرف دیکھ رہے تھے حتی کہ اُڑتے اُڑتے نظروں سے غائب ہو گیا استیعاب میں ہے دخل فی قبرہ طائر ابیض اور اسکی تاویل انکی بصارت سے کی گئی ان کی نماز جنازہ محمد حنفیہ نے پڑھائی چار تکبیروں سے اور کہا مات الیوم ربانی ھذہ الامۃ آج اس امت کا مولائی فوت ہوا ::

عُبید اللہ بن عبّاس بن عُبد المطّلب

چھوٹے بھائی عبد اللہ مذکور الصدر کے بقول حافظ بن عبد البر ایک سال اُن سے چھوٹے تھے ان کی ماں لبابہ بنت الحارث ہلالیہ تھیں امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے عہد خلافت میں انکو ملک یمن کا فرمانروا کر کے بھیجا اور وہ پانچویں سال متواتر مکہ میں موسم حج میں امیر الحاج مقرر کیا - جب بسر بن ارطاۃ نے باشارہ معاویہ یمن پر لوٹ مار کی غرض سے چڑھائی کی تو عبید اللہ اس کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر چھپ گئے اس مردود نے وہاں پہنچکر ملک کو

تاخت تاراج کیا اور عبید اللہ کے دو صغیر سن بچوں کو پکڑ کر نہایت بیدردی سے مار ڈالا حضرتؑ نے کوفہ سے جاریہ بن قدامہ کو لشکر دیکر بسر کی سرکوبی کو بھیجا مگر وہ ملعون دم دبا کر بھاگ گیا اسکے ہاتھ نہ آیا۔ چنانچہ تہذیب المتین تاریخ امیر المومنین مؤلفہ احقر میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے۔ امام حسنؑ کے ساتھ بیعت ہوئی تو آپ نے عبید اللہ کی عزت افزائی میں کمی نہیں کی معاویہ کے ساتھ جنگ چھڑ گئی تو عبید اللہ کو سپہ سالار بنا کر بطور مقدمۃ الجیش آگے روانہ کیا مگر اس موقع پر اس سے وہ حرکت ظہور پذیر ہوئی کہ اس نے رہی سہی دیانت اور شرافت پر پانی پھیر دیا۔ پچاس ہزار نقد اور اسی قدر کا وعدہ امیر شام سے لیکر نمک تیار و آمادۂ کارزار کو چھوڑ کر شبا شب اس سے جا ملا کما سابقاً یہ پہلا صدمہ تھا کہ اپنے خاص الخاص اور قریب ترین رشتہ دار سے امام حسنؑ کو پہنچا آپ کی بیدلی کا باعث ہوا عبید اللہ لشکر کو چھوڑ کر تو نہیں گئے مگر معاویہ کے صلات وعطیات ان کے بڑے بھائی عبد اللہ کی سیف زبان کو بھی کند کر دیتے تھے۔

استیعاب میں ہے کہ عبد اللہ اسخیار عرب سے ایک سخی وجواد ہوتے تھے۔ کہا جاتا تھا کہ جو کوئی حسن صورت وفقہ وسخاوت کو ایک جگہ دیکھنا چاہے اس کو چاہئے کہ عباس بن عبد المطلب کے مکان پر جائے اور جمال میں فضل بن عباس فقہ میں عبد اللہ بن عباس سخاوت میں عبید اللہ کا مشاہدہ کرے۔

ایک مرتبہ عبد اللہ مجلس معاویہ میں حاضر تھے بسر بن ارطاۃ بھی وہاں موجود تھا معاویہ نے حسب عادت پلید خود عبید اللہ سے کہا اتعرف ھذا الشیخ اس بوڑھے آدمی کو پہچانتے ہو ھذا قاتل الصبیین یہی تمہارے دو طفل صغیر کا قاتل ہے بسر نے کہا نعم انا قاتلھما ہاں میں ہی ان کا قاتل ہوں۔ پھر کیا ہوا عبید اللہ نے کہا اگر میرے پاس اس وقت تلوار ہوتی تو پھر تو دیکھ لیتا کہ کیا ہوا بسر نے کہا فھاک سیفی یہ لو میری تلوار حاضر ہے یہ کہکر اپنی تلوار کو انکی طرف پھینکنا چاہا معاویہ نے اسکو جھڑکا اور کہا اُفٍ لک من شیخ ما احمقک اُف کیسا احمق بوڑھا ہے جس کے دو بیٹوں کو قتل کیا ہے تلوار اس کے ہاتھ میں دیتا ہے کیا بنی ہاشم کی بیجگری سے آگاہ نہیں۔ قسم خدا کی اگر تلوار اسکو دیدیتا تو وہ پہلے تجھے قتل کرتا اس کے بعد مجھے مارتا۔ عبید اللہ نے کہا نہیں قسم خدا کی میں پہلے تجھے قتل کرتا بعد ازاں اُسے مارتا عبید اللہ حسب التحریر ابن عبد البر وبقول اصح ان کے نزدیک ۵۸ھ ہجری میں بزمانہ معاویہ مدینہ میں فوت ہوئے وبقول ضعیف عہد یزید میں مکہ یا یمن میں۔

قیس بن سعد بن عبادہ انصاری خزرجی

بزرگان انصار و دوستداران اہل بیت اطہار سے معروف بہ تشیع صادق الولا راسخ العقیدہ تھے۔ ان کے باپ سعد بن عبادہ جاہلیت و اسلام میں سید و سردار قبیلہ گنے جاتے اور دادا عبادہ بن دلیم صاحب ضیافت و طعام گذرے ہیں لہذا قیس بفحوائے الولد سر لابیہ۔ الحر تقیدی باثر الغر بصفت نجابت و شجاعت موصوف و سماحت و سخاوت معروف تھے۔

استیعاب میں ہے کہ قیس کرام صحابہ رسول اللہ اور انکے اسخیا و عقلا سے تھے وہ فضلا جلیل القدر و دہاۃ عرب اہل الرائے سے ہوتے تھے اور فنون حرب داسکے داؤ گھات سے بخوبی آگاہ تھے با وصف اسکے نجرت و بسالت و سخا و کرم میں وہ اور آپ کے باپ دادا سردار و شریف قوم تھے رسول اللہ سے انکو وہ نسبت تھی جو کسی سپہ سالار کو اپنے امیر و فرمان روا سے ہوتی ہے بروز فتح مکہ علم لشکر انکے باپ کے ہاتھ میں تھا جو بوجہ کسی بے عنوانی کے لیکر آپ کی سپرد کیا گیا تھا اور رجال کشی میں ہے کہ قیس ان دس اشخاص سے تھے کہ زمانہ قدیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے ملحق ہوئے۔

پانچ ان میں عام انصار سے۔ چار خزرج سے ایک ان سے تھا۔ اور کتاب یونس بن عبد الرحمن سے نقل کیا ہے کہ سعد بن عبادہ کے کل چھہ پسر تھے قیس سمیت۔ تمام نے رسول اللہ کی نصرت کی۔

بعد وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وہ اور ان کے باپ ہوا خواہ جناب امیر المومنین علیہ السلام تھے۔ عہد خلافت آنحضرت میں قیس جنگ ہائے ثلثہ۔ جمل۔ نہروان۔ صفین میں آپ کے ہمراہ تھے آخر وقت تک آپ سے جدا نہیں ہوئے آپ کی وفات کے بعد حضرت حسن مجتبیٰ کی خدمت گذاری میں کمی و کوتاہی نہیں فرمائی۔ پانچہزار سوار کے ساتھ آپ کے مقدمۃ الجیش میں گئے جب عبد اللہ بن عباس کو معاویہ نے رشوت دے کر توڑ لیا اور وہ لشکر کو چھوڑ کر تاریکی شب میں فرار ہوا تو قیس نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور بہت تسلی و تشفی انکی کی۔ اور جب امام نے نظر مصالح عدیدہ معاویہ کے ساتھ صلح کر لی تو قیس انکی بیعت پر رضی نہوتے تھے حتی کہ آنحضرت کے سمجھانے سے طوعاً و کرہاً اسمیں داخل ہوئے وہاں سے آکر مدینہ میں مشغول عبادت پروردگار ہو گئے تا آنکہ آخری سال خلافت معاویہ ۵۹ھ ہجری میں داعی اجل کو لبیک اجابت کیا رحمۃ اللہ علیہ

زہد و عبادت قیس رض

مسعودی کہتا ہے کہ قیس بن سعد زہد و دیانت و محبت و اعتقاد علی ابن ابیطالب میں رتبہ اعلیٰ رکھتے تھے اور خوف خدا و انکی طاعت و عبادت گی کی یہ نوبت پہنچی تھی کہ ایک شب نماز پڑھتے تھے سجدہ کے لئے جھکے تو مقام سجدہ میں ایک مار بزرگ مثل اژدہا کے حلقہ زن نظر آیا سر ہٹا کر اُس کے پاس خالی جگہ میں سجدہ کیا سانپ انکی گردن میں پیچیدہ ہو گیا تو انھوں نے نماز میں دراکی نہ کی بدستور نماز پڑھتے رہے فارغ ہوئے تو اسکو پکڑ کر پھینکدیا۔ مسعودی کہتے ہیں کہ روایت کیا ہے اس حکایت کو حسن بن علی بن عبداللہ بن مغیرہ نے سعر بن خلاد سے اور اس نے ابوالحسن علی بن موسی الرضا سے اسکو نقل کیا ہے۔

جود و سخائے قیس رض

انکی سیر چشمی و بلند نظری سے ہے کہ کسی کو تیس ہزار درہم قرض دئے تھے اس شخص کو وسعت ہوئی اور ادائے قرض کے لئے روپیہ واپس کرنے آیا تو انھوں نے وہ روپیہ نلیا اور کہا انا لا یعود فی شئ اعطیناہ کہ ہم دہ مال جو دے چکے واپس نہ لیں گے۔

اور قصہ پیرزن کا مشہور ہی کہ جسنے اُنسے شکایت کی کہ میرے گھر میں چوہی نہیں رہی وہ انکا مطلب سمجھ گئے اور کہا ما احسن ما سئلت کیا ہی اچھے طریق سے تونے سوال کیا اسکے گھر کو آرد، غلہ و خرموں سے بھر دیا اور اس سے کہا اب تیرے یہاں چوہوں کی کمی نہ رہے گی نیز ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ زمانہ رسولخدا میں قیس کسی مہم پر مقرر ہوئے تھے راہ میں انھوں نے اپنے ہمراہیوں کیلئے ۹ شتر سواری نحر کئے اور کھلا دئے مدینہ پہنچکر رفقا نے انکی اس فیاضی کا ذکر رسولخدا سے کیا آپنے فرمایا الجود من شیمۃ اہل ذالک البیت کہ جود و سخا اس خاندان کی خصلت میں داخل ہی منقول ہی کہ قیس درگاہ خدا میں دعا کرتے تھے اللھم ارزقنی حمداً و مجداً فانہ لا حمد الا بفعال ولا مجد الا بمال خداوندا تو مجھکو حمد و مجد دونو روزی کر۔ بتحقیق کہ حمد افعال ستودہ سی حاصل ہوی ہی اور مجد و بزرگی مال خرچ کرنے سے نیز منقول ہے کہ قیس مثل شتر طویل و جسیم تھے انکی ریش مبارک خفیف و چھدری تھی یہ قول کشی عبدالرحمۃ کا ہی لیکن استیعاب میں لکھا ہی کہ عبداللہ بن زبیر و شریح قاضی و قیس بن سعد کے چہرے بالکل بے مو تھے زبیر کہتے ہیں کہ باوجود اسکے قیس صاحب حسن و جمال تھے نیز ابن عبدالبر نے روایت کی ہی کہ قیس کا بہت سا مال

لوگوں کے ذمہ قرض تھا وہ بیمار ہوئے تو ہی شرم سے انکی عیادت کو نہ آئے اسکا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ قرضداری کی وجہ سے حیا کرتے ہیں اور نہیں آتے انھوں نے کہا کہ منادی کر دی جائے کہ جس جس کے ذمہ قرضہ تھا چھوڑ دیا گیا اب کسیکو ذرا ایک حبہ بار را باقی نہیں یہ سنکر لوگ جوق جوق عیادت کو آنے لگے حتیٰ کہ زینہ جس سے چڑھکر بالاخانہ پر انکے پاس جاتے تھے شکستہ ہو گیا صاحب استیعاب کہتے ہیں کہ روایت کیا ہے اس خبر کو صاحب کتاب موثق وغیرہ نے

عدی بن حاتم بن عبداللہ طائی

آپ اکابر مہاجرین سے ہیں آپکے اسلام لانے پر حضرت رسالت پناہ نے اظہار مسرت فرمایا اور روئے مبارک آپکی پیچھے بچھوادی اور زبان مبارک سے ارشاد کیا اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا عزت دار آئے تو اسکی عزت کرو عدی رسول اللہ کی وفات کے بعد امیرالمومنین کے ساتھ شرط مرافقت و مساعدت بجالاتے رہے جنگہائے آنحضرت جمل و صفین و نہروان میں آپکے ہمراہ رکاب تھے چنانچہ جنگ جمل میں انکی ایک آنکھ جاتی رہی تھی - جنگ صفین ختم ہوا تو عدی اپنے بیٹے زید کے ساتھ کشتگان جنگ کو دیکھتے پھرتے تھے کہ ناگاہ زید کی نظر حابس بن سعد طائی کی لاش پڑی کہ معاویہ کی طرف سے نشان قبیلہ طے اسکے ہاتھ میں تھا بولا اے پدر یہ میرا ماموں ہے کہا ہاں خدا اسکو لعنت کرے کیسی بری موت مرا ہے - زید وہاں ٹھہر کر کہنے لگا کسنے اسکو قتل کیا ہے بکر بن وائل سے ایک دطویل القامت آگیا اور بولا میں نے اسکو رضائے خدا کے لئے قتل کیا کیونکہ لشکر بغاوت اثر کے ساتھ تھا کہا کسطرح تو نے اسے قتل کیا وہ بتلانے لگا تو زید نے ایک برچھی مار کر بکری کو قتل کیا عدی کو یہ معلوم ہوا تو زید کو برا بھلا کہنے اور اسکے ماں باپ کو سب و شتم کرنے لگے کہ بدبخت تو دین محمدی پر نہیں رہا زید نے گھوڑیکو ایڑ لگائی اور معاویہ سے جاملا عدی نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی خداوندا زید مسلمانوں سے جدا ہو کر ملحدوں میں شامل ہو گیا پروردگار تو اسکو مرد مومن کے قتل میں مواخذہ کرنا قسم خدا کی میں اسکے ساتھ کلام نکرونگا اور اسپر اور میرے اوپر ایک سقف کبھی سایہ فگن نہوگی -

نقل ہے کہ ایکمرتبہ عدی مجلس معاویہ میں بیٹھے تھے عبداللہ بن زبیر معہ دیگر قریش کے وہاں حاضر تھا معاویہ سے کہنے لگا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ سخنوری میں عدی کا کوئی ہم پلہ نہیں اجازت دی کہ ہم اسکے ساتھ ہمکلام ہوں معاویہ نے کہا فی الحقیقۃ جیسا مشہور ہے عدی زبان آور اور حاضر جواب ہے مجھکو اندیشہ ہے کہ تو اسکے مناظرے میں فضیحت ہو اور اپنی عرض و آبرو گنوادے مگر عبداللہ نے اسکا کہنا نہ مانا اور مبادرت کرکے بولا اے ابا طریف یہ تمہاری آنکھ کب بگڑ گئی عدی نے برجستہ کہا اسروز جبکہ تیرا باپ دم دبا کر معرکہ جنگ سے بھاگا اور لوگوں نے اسکا تعاقب کرکے بری طرح

اسکو قتل کیا اور مالک اشتر نے تیری کون پر نیزہ لگایا تو نے فرار ہو کر جان بچائی پھر کچھ اشعار پڑھے جنمیں ایک میں اسکو نسبت میں فضح کی تھی۔ ابن زبیر تہدید و لاجواب ہوا تو معاویہ نے کہا کیوں میں نہ کہتا تھا کہ اسے متعرض نہو۔

نیز مجالس المومنین میں عقد الفرائد مولفہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سے نقل ہوا ہے کہ عدی بن حاتم ایکبار بعد شہادت امیرالمومنینؑ معاویہ کے پاس آئے اسنے براہ شماتت و طنز اسنے کہا تمہارے تین بیٹے طریف و طرافہ و طراف کیا ہوئے انہوں نے کہا سب اعانت و حمایت امیرالمومنین میں مارے گئے۔ معاویہ نے کہا پسر ابیطالب نے تیرے ساتھ انصاف نہ کیا کہ تیرے بیٹوں کو قتل کرا دیا اور اپنے صحیح و سالم رہنے دے۔ عدی نے کہا نہیں مینے آنحضرتؑ کے ساتھ انصاف نکیا کہ وہ قتل ہوئے اور میں زندہ ہوں ؎

دور از حریم کوئے تو شرمندہ ماندہ ام شرمندہ ماندہ ام کہ چرا زندہ ماندہ ام

عدیؓ کے شمہ جوش ولا و عقیدت اہل بیت کا بیان پہلے گذرا کہ امام حسنؑ کو قبول جنگ معاویہ پر ترغیب و تحریص کرتے تھے اور وہ سب خاموش تھے تو عدی نے انکو بہت زجر و توبیخ کیا اور اس پیرانہ سالی میں کھڑے ہو گئے کہ میں سب سے پہلے لشکرگاہ کو جاتا ہوں۔ چنانچہ گھوڑے پر سوار ہو کر نخیلہ میں جا پہنچے انکا اسباب سامان انکے بعد پہنچا استیعاب میں ہے کہ عدی ۶۷ھ یا ۶۸ھ ہجری میں کوفہ میں فوت ہوئے اسوقت انکی عمر ایکسو بیس سال کی تھی

صعصعہ بن صوحان عبدی

کبار تابعین و اصحاب خاص امیرالمومنین سے تھے انکے دو بھائی زید بن صوحان و صیحان بن صوحان جنگ جمل میں آنحضرتؑ پر جان نثار ہوئے حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ اصحاب امیرالمومنینؑ سے کوئی ایسا نہ تھا کہ آنحضرت کا حق کما ینبغی پہچانے۔ الا صعصعہ اور اسکے اصحاب کے سو کفیٰ بہ فضلا و شرفا یعنی اس کے لئے فضیلت و شرف میں اسیقدر کافی ہے۔

استیعاب میں لکھا ہے کہ صعصعہ عہد رسالتؐ پناہ میں مسلمان ہو چکے تھے مگر کسی وجہ سے خدمت مبارک آنحضرت میں نہ پہنچ سکے وہ اپنی قوم قبیلہ عبد القیس میں زبان آور فصیح و خطیب دیندار و فاضل و بلیغ تھے۔

نیز ابن عبد البر نے روایت کی ہے کہ خلیفہ ثانی کے زمانہ میں اُن کے عامل ابو موسیٰ اشعری نے ہزار ہزار درہم بھیجے تھے۔ عمر نے وہ مال مسلمانوں پر قسمت کیا۔ اس میں کچھ باقی رہ گیا تھا تو فرمانے لگے کہ یہ مال حقوق مردم سے بقیہ و فضلہ رہ گیا ہے۔ تم اس میں کیا کہتے ہو صعصعہ کہ اسوقت جوان بے ریش تھے اُٹھے

اور حمد وصلوٰۃ کے بعد کہا اے امیر المومنینؑ مشورہ اس امر میں کرنا چاہیے جسکا حکم قرآن میں نہو۔ جس کو قرآن بیان کرچکا اس میں شورے فضول ہیں۔ عمر نے کہا راست کہا تو نے انت منی و انا منک تو مجھ سے ہے اور میں تم سے یہ کہکر باقی مال بھی مسلمانوں پر تقسیم کردیا۔ مقام صعصعہ کی ایک خوبصورتی سے حضرت خلیفہ کا جہل آیات قرآنی سے ثابت کردیا۔

اور رجال کشی میں ہے کہ امیر المومنینؑ صعصعہ کی عیادت کو اُن کے مکان پر تشریف لے گئے تھے اسوقت فرمایا اے صعصعہ میری اس عیادت کو اپنی قوم کے نزدیک ذریعہ افتخار و ابہت نہ بنانا صعصعہ نے کہا بلے واللہ یا امیر المومنین اعدھا منۃ من اللہ علی وفضار کیوں نہیں اے امیر المومنین میں اسکو اپنے اوپر فضل واحسان خدا شمار کروں گا فرمایا جہانتک مجھے معلوم ہے تم اے صعصعہ خفیف المؤنۃ اور حسن المعونۃ ہو یعنی بار تمہارا کم اور امداد تمہاری خوب و بحسن ہے صعصعہ نے کہا وانت واللہ یا امیر المومنین انی ما علمتک الا باللہ علیما وبالمومنین رؤفاً رحیما قسم بخدا اے امیر المومنین میں تمکو جہانتک دیکھا اسرار ایزدی سے آگاہ مومنین پر رؤف و مہربان پایا۔

اور رجال کشی میں ہے کہ معاویہ کوفہ میں آیا تو جماعت شیعہ جن کے لئے امام حسنؑ نے نام تمام مع ولدیت امان دی تھی۔ اسکی مجلس میں حاضر ہوئے۔ ازانجملہ صعصعہ بن صوحان بھی تھے۔ معاویہ نے ان کو دیکھ کر کہا واللہ میں نہ چاہتا تھا کہ تو میری امان میں ہو۔ صعصعہ نے کہا واللہ میں نہ چاہتا تھا کہ تجھپر باسم خلافت سلام کروں۔ پس صعصعہ یہ کہکر اٹھے اور سلام کیا۔ معاویہ نے کہا راست کہتا ہے تو منبر پر جاکر علی ابن ابیطالب کو لعنت کر صعصعہ مسجد میں گئے اور منبر پر جاکر حمد وصلوٰۃ کے بعد کہا اے معشر حاضرین میں اس شخص کے پاس آتا ہوں جس نے شر کو مقدم کیا اور خیر کو پیچھے ہٹایا اس نے مجھے حکم دیا کہ علیؑ کو لعنت کروں پس لعنت کرو اسپر لعنت خدا ہو اسپر۔ اہل مسجد نے باواز بلند کہا آمین۔ پھر معاویہ کے پاس جاکر یہ کیفیت بیان کی اُسنے کہا قسم خدا کی اس سے تو نے میری لعنت کا ارادہ کیا ہے دوبارہ وہاں جاکر منبر پر علیؑ پر لعنت کر۔ صعصعہ پھر مسجد میں گئے اور کہا ایہا الناس معاویہ مجھے علیؑ پر لعنت کرنیکو کہتا ہے بتحقیق کہ میں اس شخص کو لعنت کرتا ہوں جو علیؑ کو لعنت کرے حاضرین نے پھر آمین کہی۔ معاویہ کو یہ حال معلوم ہوا تو کہا لا واللہ اسنے صرف میرا قصد کیا ہے وہ میرے ساتھ ایک شہر میں نہیں رہ سکتا اسکو یہاں سے نکال دو لہذا انکو نکال دیا۔

کشی علیہ الرحمۃ اسکے بعد کہتے ہیں کہ فضل بن شاذان نے کہا کہ تابعین کبار اور اُن کے رؤسا

زیاد سے یہ لوگ ہیں - جندب بن زبیر، تابل شاعر، عبداللہ بن بدیل، حجر بن عدی سلیمان بن صُرد خزاعی، مسیّب بن نخبہ، علقمہ، اشتر، سعد بن قیس اور بہت سے اُن کے امثال واقران کہ لڑائیوں میں فنا ہوئے - ان کے بعد پھر ویسے ہی لوگوں کی کثرت ہوئی جو بعد کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے -

اور مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ اصحاب آنجناب سے عبداللہ بن جعفر طیار، ومسلم ابن عقیل، وعبداللہ بن عباس، وحبابہ بنت جعفر والبیہ، وحذیفہ بن اسید، وابجارود بن ابی بشر، والجارود بن المنذر وقیس بن اشعث بن سوار، وسفیان بن ابی لیلی ہمدانی - وعمرو بن المشرقی، ابو صالح کیسان بن کلیب، وابو مخنف لوط بن یحیی الازدی، وسلم البطین، وابو زر ابن مسعود بن ابی وائل، وہلال بن یساق، وابو اسحاق بن کلیب السبیعی وغیرہ ودیگر اصحاب آنحضرت خواص اصحاب امیرالمومنین تھے مثل حجر بن عدی کندی، کمیل بن زیاد النخعی - سلیمان بن صرد خزاعی - ابوالاسود الدئلی، ورشید الہجری معروف بہ رشید البلایا، جابر بن عبداللہ الانصاری - وعمر بن الحمق وزید بن الارقم، واصبغ بن نباتہ، ومسیب ابن وائلہ، وقیس وابن عقلہ وحیہ، وعبابہ، وجبید، وسلیم، واعور وغیرہ بحید وحصر فقط

راقم احقرالزمن - مظہر حسن عفی عنہ
سہارنپور ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۳ روز شنبہ

تمت

فہرست کتب مختصرہ موجودہ مطبوعہ مطبع اثنا عشری دہلی

جلاء العینین فی سیرۃ علی ابن الحسین

جناب سید الساجدین امام زین العابدین کی مکمل سوانح عمری۔ جتنی تو میں اسوقت دنیا میں حقیقی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ اگر غور سے دیکھو گے تو ان کی حیات کا راز سربستہ اس میں مخفی نظر آئے گا کہ انھوں نے اپنے بزرگوار ونکی یاد کو ہر وقت دلوں میں تازہ رکھا اور صرف زبانی دعووں کی بنا پر نہیں بلکہ سلف صالحین کے کارنامے اور سوانحعمریاں انھوں نے شائع کر کے دنیا کو شاہراہ حقیقی کی پگڈنڈی پر لگا دیا، کس قدر افسوس اور شرم کا مقام ہے کہ وہ فرقہ جو حقانیت کا مدعی اور معصومین کی تاسی کو اپنا شعار قرار دینے والا ظاہر کرتا ہو اس کے جمود و غفلت پر غیر اقوام مضحکہ اڑائیں کس قدر حیرت اور استعجاب کا موقع ہے کہ جس مظلوم کی پیادہ پائی اور وادی محبت میں کانٹوں پر چل کر تلوؤں کے فگار ہو جانے والے واقعات کو سن سنکر آنکھوں سے اشک خونی بہائے جائیں اس بزرگوار کی تاریخ ولادت و وفات تک نہ معلوم ہو انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان واقعات حاضرہ پر نظر کرتے ہوئے ہم نے ہزاروں روپیہ صرف کر کے ائمہ علیہم السلام کی سوانحعمریاں زیور طباعت سے آراستہ کر کے ملک اور قوم کے سامنے پیش کیں۔ لیکن آج ان کی جلدیں کثیر تعداد میں طاق نسیان کی نذر ہو رہی ہیں۔

بہرصورت ہم جناب مولنا مولوی السید مظہر حسن صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی یہ جدید ترین تصنیف جو ہر حیثیت سے حضرت سید الساجدین کی مکمل سوانح عمری ہے محبان حسین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور یہ دیکھنے کے لئے چشم براہ ہیں کہ بازار مصطفیٰ میں کون خریدار مرضات الہٰی کا گراں بہا خلعت زیب جسم کرنے کے لئے آگے بڑھتا ہے قیمت ۱۲؍

کشف الحقائق فی احوال امام جعفر صادق علیہ السلام

وہ امام جس سے مذہب جعفری کی تقویت ہوئی۔ وہ امام جس نے اپنی صداقت کی بنا پر دشمنوں اور

مخالفوں سے صادق کا خطاب حاصل کر لیا۔ وہ امام جس کے زمانہ میں لوگ یہ کہنے کے قابل ہوئے۔
ع "جعفری باش گر خدا خواہی"۔ یہ اسی امام ناطق کی مکمل سوانح عمری ہے جسے جناب مولانا مولوی السید ظہور حسن صاحب قبلہ مصنف تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین نے قبضہ قلم میں لاکر ملک اور قوم پر گراں بہا احسان فرمایا ہے، یہی وہ سوانحعمری ہے جو ایک مرتبہ پنجاب کے دار الخلافہ لاہور سے شائع ہو کر مومنین کے ہاتھوں تک پہنچ چکی ہے اور جس نے شیعی دنیا سے کلیتاً خراج تحسین وصول کیا ہے، اب بارثانی ترمیم اور ابزادی مضامین وصحت واقعات کے ساتھ مطبع اثنا عشری دہلی میں طبع ہوئی ہے۔ باوجود اعلیٰ درجہ کی کتابت کاغذ کی مسلمہ نفاست اور بے مثل طباعت کے قیمت وہی دو روپیہ آٹھ آنہ جو پہلے تھی اور یہ مالی قربانی صرف اس لئے کی جاتی ہے کہ آپ اپنے امام ششم کے حالات پڑھنے کے لئے گرانی قیمت کا عذر پیش نہ کر سکیں وما علینا الا البلاغ

سیرۃ الفاطمہ ع

شیعی دنیا میں یہ خبر فرحت اثر ایمانی جوش کے ساتھ سنی جائے گی کہ بضعۃ الرسولؐ حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی مکمل اور مبسوط سوانحعمری مطبع اثنا عشری دہلی نے نہایت محنت وجانفشانی سے طبع کر کے شائع کی ہے۔ تاریخی واقعات کو بالاستیعاب مورخانہ اور محققانہ حیثیت سے لکھا گیا ہے اور اس طرح سیرۃ المعصومین کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کر کے قوم کے سامنے پیش کیا ہے یہ کتاب مستطاب جس طرح مردوں کے لئے سبق آموز ہے اسی طرح عورتوں کی پاکباز زندگی کی معین و مددگار ثابت ہوگی، کون بدنصیب ہوگا جو محمد مصطفیٰ کی امت اور شیعہ علیؑ ہونے کا دعوے کرے اور اس بیش بہا تصنیف سے اپنے ایمان کو تازہ اور اپنی روحانی قوتوں میں اضافہ کرنا پسند نہ کرے عمر

شمس الظلام فی احوال جناب صاحب العصر علیہ السلام

اہل اسلام کی متفقہ حدیث ہے "من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ" جس شخص نے اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل نہ کی وہ جاہلیت کی موت مر گیا یہ ایسی مسلم حدیث ہے جس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا، کون تیرہ بخت ہوگا جو اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل کرنے کا متمنی اور اس

طرح اپنے قلب کو بصیرت امام سے منور کرنے کا مشتاق ہوگا، آیئے ہم آپکو تبلائیں کہ امام عصر صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کی معرفت کیونکر حاصل ہوتی ہے۔ کتاب مستطاب شمس الظلام کا مطالعہ آپ کو اس رستہ کی جانب رہبری کرے گا جس کی آپ کو تلاش ہے، وقت پر لگا کر اُڑ رہا ہے۔ اس لئے سب سے پہلی فرصت میں اپنے جگر پاروں، دوستوں، عزیزوں اور ہمسایوں کو اطلاع دیدیجئے کہ اس وقت جبکہ حضرت کے ظہور کے قریب قریب بہت سے آثار مترتب ہو چکے ہیں اس سوانحعمری کو اپنے مطالعہ میں ہر وقت رکھئے تاکہ جس وقت منادی حضرت کی بیعت کے لیئے آپ کو آواز دے، آپ کتاب کو لپیٹ کر آنکھیں بند کریں اور قائم آل محمد کی خدمت میں پہنچ جائیں ضخامت ۲۳۶ صفحے کاغذ سفید اور چکنا سرورق نہایت خوشنما رنگین باوجود ان اوصاف کے قیمت ۱۲

الایمان ملقب بہ خمسۂ مظہریہ

یوں تو اصول دین کی صدہا کتب اور رسائل عربی و فارسی اردو زبان میں موجود ہیں مگر مذکورہ بالا رسالہ جو ایک دیرینہ مشاق فاضل ماہر رموز دین و واقف اسرار آئمہ طاہرین جناب مولٰنا و مقتدانا مولوی السید مظہر حسن صاحب قبلہ موسوی سہارنپوری ادام اللہ ظلالہ علی رؤس المومنین کے قلم بلاغت شیم سے نکلا ہے اپنی طرز و وضع میں نرالا ہے، یہ رسالہ جیسا کہ دیباچہ میں کہا گیا ہے، اطفال مومنین ہند کی خاطر لکھا ہے، جن کو پہلے سے کچھ نہ کچھ دینی واقفیت ہو نا آشنائے محض نہوں اس لئے کثرت مسائل امامت امیر المومنین و باقی آئمہ طاہرین کو سلیس اردو میں لکھا ہے۔ نیز علامات و حالات قیامت برزخ وموت، توبہ گناہان کبیرہ وغیرہ وغیرہ بہت فصاحت سے ذکر ہوئے ہیں ان سب باتوں کے علاوہ جس امر نے اس کتاب کو بہت ہی گراں قدر بنا دیا اور خود ہمکو اپنا شیفتہ کر لیا اور چہاردہ معصومین کے تاریخی حالات ہیں جو مختصر مگر لطیف پیرایہ میں درج کیئے گئے ہیں، اس سے اسکے پڑھنے والوں کو نہ تنہا دینی واقفیت کا رستہ ہاتھ آئے گا بلکہ آنحضرات عالیات کے ساتھ انکی محبت اور جذبہ عقیدت اضعافاً مضاعفۃً بڑھ جائے گا قیمت صرف ۸

المشتہر مہتمم مطبع اثنا عشری دہلی

كشف الحقائق فی احوالِ امامِ جعفرِ صادق

وہ امام جس سے مذہب جعفری کو تقویت ہوئی وہ امام جس نے اپنی صداقت کی بنا پر دشمنوں اور مخالفوں سے صادق کا خطاب حاصل کرلیا۔ وہ امام جس کے زمانہ میں لوگ یہ کہنے کے قابل ہوئے ع جعفری باش گر خدا خواہی

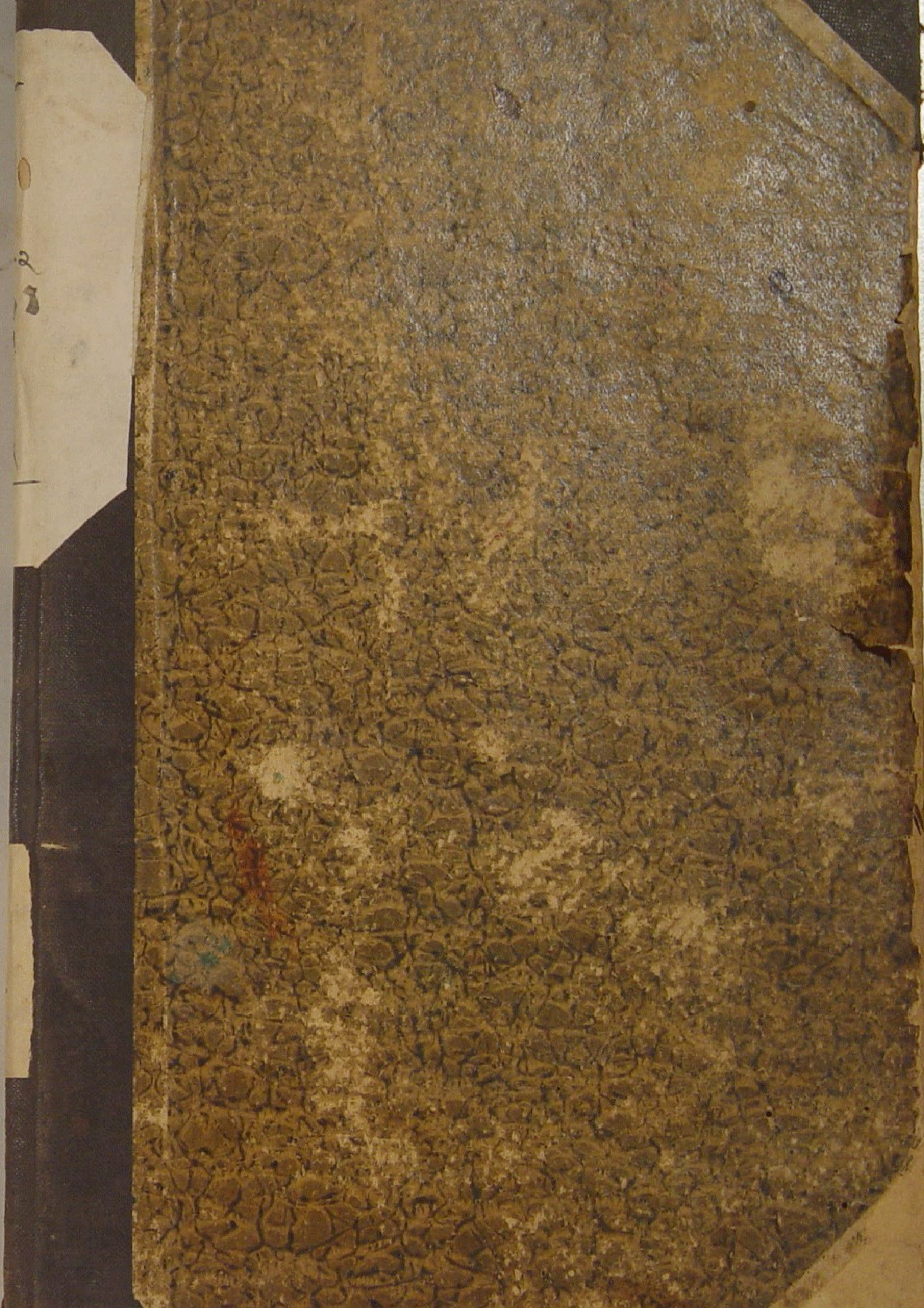
یہ اسی امامِ ناطق کی مکمل اور مبسوط سوانح عمری ہے جسے جناب مولٰینا مولوی السید مظہر حسن صاحب قبلہ موسوی السہارنپوری مدظلہ العالی مصنف تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین نے قید قلم میں لاکر ملک اور قوم پر گراں بہا احسان کیا ہے۔ یہی وہ سوانح عمری ہے جو ایک مرتبہ پنجاب کے دار الخلافہ لاہور سے شائع ہوکر مومنین کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے اور جس نے شیعی دنیا سے کلیتہً خراج تحسین وصول کیا ہے۔ اب بار ثانی ترمیم اور ایزادیِ مضامین وصحت واقعات کے ساتھ مطبع اثنا عشری دلی میں طبع ہوئی ہے۔ باوجود اعلیٰ درجہ کی کتابت۔ کاغذ کی مسلمہ نفاست اور بہترین طباعت کی قیمت وہی دو روپیہ آٹھ آنہ جو پہلے تھی اور یہ مالی قربانی صرف اس لئے کی جاتی ہے کہ آپ اپنے امام ششم کے حالات پڑھنے کے لئے گرانی قیمت کا عذر نہ پیش کرسکیں وما علینا الا البلاغ ؎

سیرۃ الفاطمہ

شیعی دنیا میں یہ خبر فرحت اثر ایمانی جوش کے ساتھ سنی جائے گی کہ بضعۃ الرسولؐ حضرت فاطمۃ زہرا صلوات اللہ علیہا کی مکمل اور مبسوط سوانح عمری مطبع اثنا عشری دہلی نے نہایت محنت اور جانفشانی سے طبع کرکے شائع کی ہے۔ تاریخی واقعات کو بالاستیعاب مورخانہ اور محققانہ حیثیت سے لکھا گیا ہے اور اس طرح سیرۃ المعصومین کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کر کے قوم کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور یہ کتاب مستطاب جسطرح مردوں کے لئے سبق آموز ہے اسی طرح عورتوں کی پاکباز زندگی کی معین و مددگار ثابت ہوگی۔ کون بدنصیب ہوگا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اور شیعہ علیؑ ہونیکا دعوٰے کرے اور اس بیش بہا تصنیف سے اپنے ایمان کو تازہ اور اپنی روحانی قوتوں میں اضافہ کرنا پسند نکرے قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ۔

شمس الظلام فی احوالِ جناب صاحب العصرؑ

اہل اسلام کی متفقہ حدیث ہے من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ جس شخص نے اپنے زمانے کے امام کی



الشهيد المسموم

سید کاظم حیدر رضوی

سید کاظم حیدر رضوی

ملازم حسین رضوی

Sayed

Syed Ali

S. Syed Mulazim

Sayed Mulazim Husain Rizwi

Saiyed Ali

Gulazm S/O Naikl

Gorakhpur

S

Gulzar Zhara

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الشہید المسموم
فی تاریخ
الحسن المعصوم علیہ السلام

شہید زہر دغا۔ فرزند محمد مصطفیٰ جگر گوشہ علی مرتضیٰ یعنی امام حسن المجتبیٰ کی نہایت مکمل و مفصل اور مشرح سوانح عمری جس میں اُن حضرت کی مقدس اور معصوم زندگی کا چھوٹے سے لیکر بڑا ہر ایک واقعہ اہل اسلام کی مستند اور معتبر تواریخ سے اخذ کرکے زیب قرطاس کیا گیا ہے۔ مصنف ممدوح عالی جناب مستطاب مولٰنا مولوی السید مظہر حسن صاحب قبلہ موسوی سہارنپوری مدظلہ العالی نے اپنی طرز خاص عام پسند روش کو کسی مقام پر ہاتھ سے نہیں جانے دیا یہ قابل قدر تالیف لائق صد مبارکباد ہے

سنہ ۱۳۴۶ھ

باہتمام ظفر حسن نقوی زیدی امروہوی نے مطبع اثنا عشری دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

فہرست کتب مختصر موجودہ مطبع اثنا عشری دہلی

نور العینین فی سیرۃ علی ابن الحسین علیہ السلام

(جناب سید الساجدین حضرت امام زین العابدین کی مکمل سوانح عمری)

جتنی قومیں اس وقت دنیا میں حقیقی عزت کی زندگی بسر کر رہی ہیں اگر غور سے دیکھو گے تو ان کی حیات کا راز سربستہ اس میں مخفی نظر آئے گا کہ انھوں نے اپنے بزرگواروں کی یاد کو ہر وقت دلوں میں تازہ رکھا اور صرف زبانی دعووں کی بنا پر نہیں بلکہ سلف صالحین کے کارنامے اور سوانحمریاں انھوں نے شائع کر کے دنیا کو شاہراہ حقیقی کی پگڈنڈی پر لگا دیا۔ کس قدر افسوس اور شرم کا مقام ہے کہ وہ فرقہ جو حقانیت کا مدعی اور معصومین کی تاسی کو اپنا شعار قرار دینے والا ظاہر کرتا ہے اسکی جمود و غفلت پر غیر اقوام مضحکہ اڑاتی ہیں کس قدر حیرت اور استعجاب کا موقع ہے کہ جس مظلوم کی پیادہ پائی اور وادی محبت میں کانٹوں پر چل کر تلوؤں کے فگار ہو جانے والے واقعات کو سن سنکر آنکھوں سے اشک خونی بہائے جائیں اس بزرگوار کی تاریخ ولادت و وفات تک نہ معلوم ہو انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان واقعات حاضرہ پر نظر کرتے ہوئے ہم نے کثیر روپیہ صرف کر کے آئمہ علیہم السلام کی سوانحمریاں زیور طباعت سے آراستہ کر کے ملک اور قوم کے سامنے پیش کیں لیکن آج ان کی جلدیں کثیر تعداد میں طاق نسیان کی نذر ہو رہی ہیں۔

بہر صورت ہم جناب مولٰنا مولوی السید مظہر حسن صاحب قبلہ موسوی سہارن پوری مدظلہ العالی کی یہ جدید زرین تصنیف جو ہر حیثیت سے حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام کی مکمل سوانح عمری ہے۔ محبان امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور یہ دیکھنے کے لئے چشم براہ ہیں کہ بازار مصطفیٰ میں کون خریدار مرضات الٰہی کا گراں بہا خلعت زیب جسم کرنے کے لئے آگے بڑھتا ہے قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ۔

الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون

ہیچ امت با پیمبر زادہ ہرگز نہ کرد
آنچہ بدکیشان با شبیر و شبر کردہ اند

الحمد للہ کہ دریں آوان میمنت اقتران

تاریخی حالات سوانحی، فلذۂ کبد رسول عربی، نور دیدۂ زہرا و علی ذو الشرف الشہی، والبہار البہی، سبط اول و امام ثانی جناب الحسن بن علی الزکی و محبان و موالیان و مخالفان و معاندان آں حضرت صلوات اللہ علیہ مسمی بہ

سنہ ۱۳۴۵ھ

الشہید المسموم

مؤلفہ و مرتبہ عالیجناب مولٰنا و مقتدانا مولوی السید مظہر حسن صاحب الموسوی السہانپوری مورخ ائمہ معصومین

سنہ ۱۹۲۷ع

در مطبع اثنا عشری دہلی باہتمام سید صغیر حسن شمسی طبع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدک اللّٰھم ربنا و رب العالمین و نصلی علیٰ رسولک الکریم محمد سید المرسلین و خاتم النبیین و اٰلہ الغر المیامین صلوات اللہ علیہم اجمعین

اما بعد یہ ساتویں کتاب یا نویں جلد ہے۔ کتب و مجلدات سلسلۂ تاریخ آئمہ علیہم السلام مؤلفہ و مرتبہ حقیر فقیر منظہر حسن بن سید صادق حسن بن سید شہامت علی موسوی اثنا عشری عفی اللہ عنہم سے جس میں تاریخی حالات جناب سبط اول و امام ثانی نور دیدۂ ارباب قبول۔ آرام دل و جان رسول گل گلزار علیؑ و بتولؑ۔ ذو المجد الشمی و الفخر السنی مولانا ابو محمد الحسنؑ بن علی الزکی صلوات اللہ علیہ اور انکے اصحاب اطیاب و اعداء ذوی الاذناب کے مفصل اور مشرح مذکور ہیں اور جسقدر ملاعین نے اپنے مجمعوں میں تنہا اصحاب کو طلب کر کے بد کلامیاں کیں اور حضرت نے ہر ایک کو جدا جدا دنداں شکن جواب دیئے ان کا ذکر آ گیا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ آپنے جو بعہد امامت خود معاویہ غادیہ کے ساتھ صلح کی وہ ہر چند بکراہت دلی بوجہ عذر و بیوفائی اصحاب نفاق پیشہ مجبوراً کی الاعین مصلحت خدا و رسول کی مطابق اور اس امت کے لئے افضل ما علیہ الشمس طلعت تھے۔ اس پر اعتراض خواہ اہل خلاص سے بمقتضائے فرط محبت ہو یا منافقوں سے براہ شقاق و نفاق ہرگز قابل قبول نہیں وہ حضرت بموجب آیہ وافی ہدایہ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَيْدِيَكُمْ عَنِ الْقِتَالِ[1] الخ اس پر مامور تھے جیساکہ ثانی الحال حضرت سید الشہداء ارواحنا لہ الفداء اسکے برعکس قتال اہل ضلال پر مبعوث ہوئے۔

[1] تمام آیہ یہ ہے الم ترا الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم عن القتال واقیموا الصلوٰۃ دیکھو صفحہ آئندہ

مورد اعتراض یہ امت بد عاقبت ہے۔ خاصکر کوفیان بیوفا جنھیں نہ امام حسنؑ کا صلح کرنا گوارہ ہوا نہ جنگ و جہاد میں انھوں نے امام حسینؑ کا ساتھ دیا۔ حتیٰ کہ معرکہ کربلا جیسا اشد وانو کھا حادثہ پیش آیا۔ فیا لھا[1] من مصیبت ما اعظمھا و قد سمیتھا بالشھید المسموم و لقبتھا بالدمعۃ الساکبۃ فی الرزیۃ الرازیۃ و ھا انا اشرع فی المقصود متوکلا علی اللہ الودود۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ واتوالزکوۃ فلما کتب علیھم القتال الی قولہ وقالوا ربنا لم کتبت علینا القتال لولا اخرتنا الی اجل قریب ہ کافی میں جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہے قولہ کفوا ایدیکم ای مع الحسن یعنی بند کرو اپنے ہاتھوں کو قتال سے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ امام حسنؑ کے ساتھ ہوکر۔ و قولہ لما کتب علیھم القتال ای مع الحسین یعنی جب واجب کی گئی ان پر لڑائی امام حسینؑ کی معیت میں تو کہا اے پروردگار ہمارے کس لئے ہم پر جنگ کرنا واجب کیا۔ کیوں نہ ہمکو ایک مدۃ قریب تک تاخیر میں رکھا ۱۲ منہ

[1] ہائے کیسی مصیبت تھی کسقدر عظیم و شدید تھی۔ اور نام رکھا مینے اس کتاب کا "شہید مسموم" اور ملقب کیا اس کو ساتھ دمعہ ساکبہ و رزیہ رازیہ کے اور یہ لو شروع کرتا ہوں اب مقصود کو اور بھروسہ کرتا ہوں اوپر خدائے مہربان کے۔ ۱۲ منہ



والدین شریفین

پدر والا گہر امیر کبیر سید و سردار دوسرا۔ برادر وصی و داماد ختم الانبیاء، مولانا و مولی الخافقین امیر المومنین علی مرتضےٰ۔ بیٹے عمران بن عبد المطلب الملکنےٰ با بی طالب عم محترم رسول خدا کے کہ بعد وفات جد امجد آنجناب عبد المطلب مذکور کے حامی و حافظ آنحضرتؐ کے رہے۔ آنحضرت کا حال فرخندہ مآل یہ حقیر اس سے پہلے دو جلد ضخیم کتاب مسمی بہ التہذیب المتین میں لکھ چکا ہے۔

مادر گرامی۔ سیدہ النساء بتول عذرا، جناب فاطمہ زہراؑ دختر رسولؐ خدا صلوات اللہ علیہا۔ از بطن مبارک ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد اسدی رضی اللہ عنہا ماہ ذی الحجہ ۲ھ ہجرت رسول خدا میں حضرت علیؑ کا نکاح جناب فاطمہؑ سے ہوا۔ اور پنجشنبہ ۱۵ ماہ مبارک رمضان ۳ھ کو پہلا نتیجہ اس مبارک جوڑی کا وجود میں آیا یعنی سبط اول و امام دوم جناب حسنؑ مجتبیٰ پیدا ہوئے اس کے نو ماہ بعد شش ماہہ حمل سے سبط دوم امام سوم کی ولادت واقع ہوئی۔ یہ وہ نسب عالی ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے ؎

نَسَبٌ کَاَنَّ عَلَیْہِ مِنْ شَمْسِ الضُّحٰے
نُوْرًا وَّ مِنْ فَلَقِ الصَّبَاحِ عَمُوْدًا

یہ ایک نسب ہے گویا کہ اس پر آفتاب وقت چاشت کا نور ہے۔ اور صبح کے نور کی پو پھٹنے کے وقت کا روشنی کا عمود۔

اسم و کنیت و لقب

نام نامی و اسم گرامی حضرت کا حسنؑ ہے کہ لفظ شبر عبرانی کا ترجمہ ہے۔ منقول ہے کہ آپ پیدا ہوئے تو جناب فاطمہؑ نے کہا یا علیؑ اس مولود کا نام مقرر کرو۔ فرمایا میں تسمیہ میں رسولخدا پر سبقت نہ کرونگا حضرت رسالت پناہ تشریف لائے تو بچہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا جبکہ پارچہ زرد حسب دستور عرب اس کے اوپر لپیٹ رکھا تھا آپ نے ارشاد کیا۔ کیا میں نے منع نہیں کیا کہ نوزائیدہ اطفال کو زرد کپڑوں میں مت لپیٹو۔ پس پارچہ سفید منگایا اور زرد کو دور کر کے اس میں مولود کو ملفوف کیا پھر

فرمایا یا علیؑ تم نے اِس مولود مسعود کا کیا نام رکھا۔ عرض کی یا رسول اللہ میں نام رکھنے میں حضور پر کب
سبقت کر سکتا تھا۔ فرمایا وَمَا کُنْتُ لَا سَبِقَ بِاِسْمِہٖ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ میں بھی اسکے تسمیہ میں اپنے
پروردگار بزرگ و برتر پر پیش قدمی نکرونگا۔ پس جبرئیل امین وحی لیکر نازل ہوئے اور بعد تحفہ سلام
عرض کی کہ حق تعالےٰ تم کو اے محمدؐ اس مولود کی مبارکباد دیتا ہے اور ارشاد کیا ہے کہ علیؑ تم سے
بمنزلہ ہارونؑ کے ہیں۔ موسیٰؑ سے۔ ہارونؑ کے بیٹے کا نام شبرؑ تھا تم بھی اس کا نام شبرؑ رکھو۔ حضرت
نے فرمایا۔ یہ لفظ عبری ہے اور میری زبان عربی۔ کہا اس کا ترجمہ عربی حسنؑ ہے[1] پس حسنؑ نام رکھا گیا
علیٰ ہذا امام حسینؑ کی ولادت پر شبیرؑ کے نام کی وحی ہوئی۔ آپ نے اس کا ترجمہ حسینؑ نام مقرر کیا۔
بروایتے جب رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے مکرر دریافت کیا کہ کون نام تمہارا پسندیدہ خاطر ہے
آپ نے فرمایا حرب رکھنا چاہتا تھا۔ مگر خدا و رسول بہتر جانتے ہیں۔ بروایتے دیگر علی مرتضیٰ نے
امام حسنؑ کا نام اپنے عم محترم کے نام پر حمزہ اور حسینؑ کا م برادر مکرم کے نام پر جعفر تجویز کیا تھا۔ مگر
خدا و رسولؐ اولاد سہ گانہ جناب فاطمہؑ کے نام حسنؑ حسینؑ محسنؑ پسران ہاروں علیہ السلام کے شبرؑ
شبیرؑ۔ مشبرؑ کے نام پر ان کی ولادت سے بہت پہلے مقرر کر چکے تھے۔ ازانجملہ مشبرؑ یعنی محسنؑ بحالت
حمل اپنی والدۂ ماجدہ کے شکم مبارک ہی میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حقتعالےٰ
نے اسمِ پاک امام حسنؑ کا ایک پارچہ سفید حریر بہشت پر لکھکر رسول اللہؐ کے پاس بھیجا تھا۔ حسینؑ
نام رسول اللہ صلےٰ نے حسنؑ سے اشتقاق کر کے خود تجویز کیا۔ نیز مروی ہے کہ حسنؑ و حسینؑ اسمائے
اہلِ جنت سے ہیں اِن سے پہلے عرب میں کوئی ان ناموں سے موسوم نہیں ہوا۔ کذا فی تاریخ الخلفا

[1] مناقب ابنِ شہر آشوب میں عمر ابن سلیمان و عمر بن ثابت سے نقل ہوا ہے اُنھوں نے کہا حسنؑ حسینؑ اسامی اہلِ
جنت سے ہیں۔ دنیا میں یہ نام نہ تھے۔ اور جابر سے نقل ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ حسنؑ حسینؑ دو نام احسانِ خدا سے
مشتق ہیں حسن سے زمین و آسمان قائم ہیں اور علیؑ و حسنؑ اسمائے باری تعالےٰ سے ہیں اور حسینؑ تصغیر ہے حسنؑ کی اور ابو الحسین
نسابہ کا قول ہے کہ حقتعالےٰ نے یہ دو اسم گرامی۔ اعنی حسنؑ و حسینؑ خلقت سے چھپا رکھے تھے حتیٰ کہ پسران فاطمہؑ ان سے
موسوم ہوئے یہی بات تاریخ میں کتاب عسکری سے نقل ہوئی ہے کہ یہ اسماء جاہلیت میں معروف نہ تھے۔ بروایت اول
قدیم زمانے میں کسی سے نہیں سُنا گیا کہ کبھی یہ نام رکھے گئے ہوں نہ قبیلہ مراد یا یمن میں کسی کے یہ نام سُنے باوصف اُنکے کثرت اور ناموں کی
زیادتی کے جو اسماء اس مادے کے معروف ہیں وہ حسُن (بضم حا و سکون سین) یا حسین بوزن فعیل تھے نہ کہ حسنؑ و حسینؑ انکی ابتدا انہی حضرات سے ہوئی ۱۲ منہ

کنیت آپ کی بنا بر مشہو فقط ابو محمد ہے۔ الا القاب کثرت سے ہیں۔ تقی۔ طیب۔ زکی۔ مجتبیٰ۔ وزیر۔ حجۃ۔ قائم۔ ولی۔ سبط وسید وغیرہ وغیرہ۔

کشف الغمہ میں ہے کہ اکثر واشہران القاب میں سے تقی ہے اور مجتبیٰ بھی شہرت میں کچھ کم نہیں۔ مگر اعلیٰ واولیٰ از روئے رتبہ کے وہ لقب ہے جس سے رسولخدا نے آپ کو ملقب ومخصوص فرمایا اور بطور صنعت اس کا استعمال کرتے تھے۔ بتحقیق کہ راویان ثقات وعالمان اثبات نے نقل کیا ہے کہ حضرت رسولخدا نے ارشاد کیا ابنی ھٰذا سیّدٌ کہ یہ میرا بیٹا سید وسردار ہے پس لقب سید سب سے افضل ہے۔

رویاء ام الیمن

نقل ہے کہ ام الیمن خادمۂ رسول اللہ کے ہمسایہ ایک بار آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض رساں ہوئے کہ یا رسول اللہ خادمہ آپ کی شب گذشتہ تمام رات روتی رہیں۔ صبح تک ایک دم کو توقف نہیں کیا۔ حضرت نے کسی کو بھیجکر ام الیمن کو بلوایا۔ حاضر ہوئیں تو فرمایا ہمارے ہمسایے کہتے ہیں کہ تم رات بھر گریاں رہیں ذرا آرام نہیں لیا۔ اے اُم الیمن خدا تمہاری آنکھوں کو گریاں نہ کرے کیا باعث اس گریہ وبکا کا ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ مینے ایک عظیم ہولناک خواب دیکھا ہے جس سے چین وآرام میرا جاتا رہا اور بے اختیار روئی۔ فرمایا وہ خواب رسولخدا کے سامنے بیان کرو بتحقیق کہ خدا اور رسول زیادہ دانا ہیں ہر شے کے۔ عرض کی میری مجال نہیں کہ حضور کے سامنے اسکو دُہراؤں۔ فرمایا خواب کا معاملہ زیادہ شدید واہم نہیں ہوتا تم بے تکلف اسکو کہڈالو۔ عرض کی مینے دیکھا کہ بعض اعضاء آپکے جسم مبارک سے جدا ہو کر میرے گھر میں آپڑے۔ بروایتے یہ خواب ام الفضل زوجہ عباس بن عبد المطلب نے دیکھا تھا کہ ایک ٹکڑا آپ کے جسم مبارک سے جدا ہو کر ان کی گود میں آپڑا۔ بہر کیف حضرت نے اس کی یہ تعبیر فرمائی کہ فاطمہ سے قریب بچہ پیدا ہوگا۔ اس کی پرورش تم سے متعلق کیجائیگی۔ اس میں فکر وتردد کی کوئی بات نہیں۔ غرض امام حسن پیدا ہوئے تو حضرت نے آپ کو اُم الفضل مذکور کے حوالے کیا وہ قثم بن عباس اپنے پسر کے شیر میں شریک کرکے ان کو دودھ پلاتی رہیں۔ اس لئے قثم امام حسن کے رضاعی بھائی ہوئے۔

اور نور الابصار شبلنجی مصری میں ہے کہ اسماءؓ[۱] بنت عمیس نے کہا امام حسنؑ پیدا ہوئے تو میں آپکی تھی۔
میں نے ان کی ولادت پر فاطمہؑ سے کوئی خونِ حیض یا نفاس کا نہ دیکھا تو رسول اللہؐ سے عرض کی۔ فاطمہؑ
سے ولادتِ پسر پر کوئی خون نہیں دکھائی دیا۔ فرمایا اے بنت عمیس تو نہیں جانتی کہ فاطمہؑ میری دختر طاہرہ
مطہرہ ہے۔ وقت ولادت پر اس سے کوئی خون نہیں ظاہر ہوگا۔ اخراج کیا ہے اس روایت کو علی بن موسیٰ الرضاؑ
نے۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ اختلاف ہے کہ آیا خواب مذکورہ ام ایمن نے دیکھا یا اُمّ الفضل زوجہ عباس بن
عبدالمطلب نے۔ نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ قابلہ آنحضرت اُمّ ایمن تھیں یا اُمّ الفضل یا بنت عمیس اور
چونکہ ایسی ہی روایتیں حضرت امام حسینؑ کی ولادت کے موقعہ پر ہیں یعنی وہاں بھی انہی زنانِ مذکورہ بالا کا
نام لیا گیا ہے جیسا کہ آئندہ انشاء اللہ سیرۃ الحسینؑ میں درج کرونگا یہ اختلاف پیدا ہوا حقیقت یہ ہے
کہ جناب حسنین علیہما السلام قریب قریب ہم سن تھے اور باہم ملے جلے رہتے تھے۔ راویان کو ان میں اشتباہ ہوا
اکثر ایک کی بجائے دوسرے کا نام لے دیا نیز کاتبوں نے بجائے امام حسنؑ کے امام حسینؑ کا اور اس کے بالعکس
حسینؑ کے مقام پر حسنؑ کا نام لکھدیا ہ لکھا گیا عقیقہ وغیرہ

عقیقہ[۲] وغیرہ رسومِ ولادت

منقول ہے کہ امام حسنؑ پیدا ہوئے تو ایک پارچہ سفید حریر میں لپیٹ کر ان کو حضرت رسالت پناہ
کے آگے پیش کیا۔ آپ نے زبان مبارک اپنی مولود کے منہ میں داخل کی اس نے اسکو چوسا اس طرح تحنیک
ہوئی پھر داہنے کان میں اذان بائیں میں اقامت کہی۔ اور فرمایا اس سے بچہ شر شیطان سے محفوظ رہتا ہے

[۱] اسماء بنت عمیس کی نسبت مورخوں نے لکھا ہے کہ وہ ہنگام ولادت امام حسنؑ و وقت زفاف فاطمہ زہرا صلوات اللہ
علیہا بخانہ امیرالمومنین مدینہ میں تھیں بلکہ اپنے شوہر جعفر بن ابیطالب کے ساتھ مہاجرین حبشہ میں شامل تھیں۔ فتح خیبر کے موقع
پر جب جنابِ جعفرؓ خدمت رسالت پناہ میں حاضر ہوئے یہ بھی ان کے ہمراہ آئیں مذکورہ بالا دونوں موقعوں پر جو ان کا نام لیا
گیا ہے یہ راویان کا وہم ہے حقیقت یہ ہے کہ عمیس بن سعد کے کل تین بیٹیاں تھیں منجملہ ان کے ایک سلمہ بنتِ عمیس زوجہ حمزہ
بن عبدالمطلب بھی تھیں۔ بہت غالب ہے کہ حضور زفاف فاطمہؑ و قابلہ امام حسنؑ بننے کا شرف ان سلمہ کے حصے میں آیا ہو کیونکہ
آمد و رفت بھی بیت رسالت میں کچھ کم نہ تھی۔ راویوں نے بجائے سلمے کے اسماء بنتِ کا نام لکھدیا ہو ۱۲ واللہ اعلم منہ عفی عنہ

[۲] العق الشق عق کے معنی لغت میں قطع وشق کے ہیں۔ چونکہ عقیقہ میں جانور ذبح کیا جاتا ہے اسلئے اسکا نام عقیقہ ہوا۔ ۱۲

ساتویں روز ولادت سے عقیقہ کیا یعنی ایک مینڈھا سفید و سیاہ رنگ کے بالوں کا اپنے دست
مبارک سے ذبح کیا اور فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ یہ عقیقہ ہے حسنؑ بن علیؑ کی طرف سے اَللّٰھُمَّ
عَظْمُھَا بِعَظْمِہٖ وَلَحْمُھَا بِلَحْمِہٖ وَدَمُھَا بِدَمِہٖ وَشَعْرُھَا بِشَعْرِہٖ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا وِقَاءً
لِمُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ خداوندا آتخوان اسکے استخوان مولود اور گوشت اس کا اس کے گوشت کے اور خون
اور بالونکو اسکے خون اور بالوں کے بدلے میں قبول کر۔ خداوندا تو اس کو محمدؐ و آل محمدؐ کی نگہبانی و حفاظت کا باعث
گردان۔ پس ربع اسکے گوشت کا یعنی ایک ران قابلہ کو عنایت کی اور ایک دینار اسپر مزید کیا اور
حکم دیا کہ موے سر مولود کے منڈوا دیں اور ہموزن بالوں کے نقرۂ خالص خیرات کریں۔ وزن کیا
بقدر ایک درم کسرے زیادہ نکلے اور سر پر حلق کے بعد خلوق[1] کا طلا کیا۔ فرمایا کہ عقیقہ کے ذبیحہ
کا خون سر کو ملنا فعل جاہلیت کا ہے۔ یہ امور جملہ جو ولادت حسنؑ پر عمل میں آئے۔ بعینہٖ سبط اصغر یعنی
جناب امام حسینؑ کے پیدا ہونے پر بھی کئے گئے اور جملہ موالید اُمت کے لئے قیامت تک سنت موکدہ
قرار پائے اور عقیقہ ضامن حیات سمجھا گیا ہے اس لئے احادیث آئمہ معصومین میں اسکی اسقدر تاکید
ہے کہ اگر بچپن میں بوجہ افلاس والدین یا کسی اور وجہ سے نہ کیا گیا ہو تو بالغ ہو کر اپنے آپ اپنا عقیقہ کرے
اور کافی میں امام رضا علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ امام حسنؑ پیدا ہوئے تو حضرت رسول خداؐ نے ساتویں
دن ان کا نام رکھا۔ کنیت مقرر کی اور موئے سر حلق کرا کر عقیقہ کیا اور کانوں کو چھید کر سوراخ کرائے
گوش راست میں نرمہ میں اور گوش چپ میں بالائی حصہ کو بندہ کر قرط یعنی گوشوارے اور شنف بالے کی جگہ
کی اور دو گیسو جانب یسار رکھے۔ بروایت دیگر وسط سر میں دو گیسو رہنے دیئے۔ اور ایک روایت
میں ہے کہ اسمار بنت عمیس نے کہا امام حسنؑ پیدا ہوئے تو میں ان کی قابلہ تھی ان کو ایک پارچہ سفید میں
ملفوف کر کے حضرت رسول خدا کی خدمت میں لے گئی آپ نے دہنے بائیں کان میں اذان و اقامت
کہی اور دامن مبارک میں ان کو لے لیا اور گریاں ہوئے۔ مینے عرض کی کہ فدا ہوں میرے ماں باپ
آپ پر یا رسول اللہؐ اس فرزند نو زائیدہ پر بجائے سرور کے گریہ کیا۔ فرمایا گروہ باغیہ ظالمہ اس کو
میرے بعد بظلم شہید کریگی خدا اُن کو روز قیامت میری شفاعت سے محروم کریگا۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا

[1] ایک مشہور خوشبودار شے ہے جس کو زعفران و دیگر ادویات ڈالکر بناتے ہیں۔ اس کا رنگ سُرخ مائل بہ
زردی ہوتا ہے ۱۲ منہ

اے اسما یہ خبر فاطمہؑ سے بیان نہ کرنا کیونکہ اس کے ابھی بچہ پیدا ہوا ہے اس کیفیت کا سننا اس کی صحت کو ضرر پہنچائیگا۔

نقل ہے کہ عیسیٰؑ جناب مریمؑ کے پہلوئے راست سے پیدا ہوئے اور حسنین علیہما السلام بھی جناب فاطمہؑ کے پہلوئے راست سے وجود میں آئے۔

عہد طفلی کے حالات

نور الابصار شبلنجی مصری میں نقل ہوا ہے کہ ام الفضل زوجہ عباس نے کہا میں ایک بار آنحضرت کو رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس لیگئی آپ نے اپنی گود میں بٹھالیا۔ وہاں حسن نے پیشاب کر دیا میں نے ان کے شانے پر ہاتھ مارا تو رسول اللہؐ نے کہا اَوْجَعْتِ ابنی رَحِمَكِ اللہ خدا تجھ پر رحمت کرے تو نے میرے بچے کو ایذا دی۔ اور بحار میں عبداللہ بن شیبہ سے نقل ہے کہ ایک بار امام حسنؑ رسولخدا کے پاس حاضر تھے نماز کا وقت آیا تو آپ نے ان کو اپنے پہلو میں بٹھالیا اور خود مشغول نماز ہوئے۔ سجدے میں گئے تو اسکو طول دیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو حسنؑ شانہ مبارک پر سوار تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو نمازیوں نے عرض کی حضور نے سجدہ کو غیر معمولی طول دیا۔ کیا وحی حضرت پر نازل ہوئی تھی۔ فرمایا نہیں مگر میرا یہ پسر میرے شانہ پر سوار تھا۔ میں نے کراہت کی کہ اس کو اتار دوں۔ جبتک وہ خود وہاں سے جدا نہ ہوا۔ بروایت دیگر کسی نے عرض کی یا رسول اللہ جسقدر کہ آپ اس پسر کی رعایت کرتے ہیں کسی دوسرے کی نہیں کرتے۔ فرمایا کیونکر اس کی رعایت نہ کروں اِنَّہٗ رَیْحَانَتِیْ مِنِّیْ یہ میرے باغ کا ایک پھول ہے۔

دیگر کتاب لعدد سے نقل کیا ہے کہ مہر مولے زبیر سے کہا ہم بیٹھے ذکر کر رہے تھے کہ رسول اللہ سے ان کے اہلبیتؑ میں کون زیادہ مشابہ ہے عبداللہ ابن زبیر نے کہا میرے نزدیک تو حسن ابن علیؑ سے زیادہ کوئی ان کا شبیہ نہیں۔ تحقیق میں نے دیکھا ہے کہ وہ حضرت سجدہ میں ہوتے حسنؑ ان کی پشت پر سوار ہو جاتے تو آپ ان کو نہ ہٹاتے جب تک کہ وہ خود نہ اترتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ رکوع میں ہوتے اور حسنؑ نزدیک آتے تو دونوں پاؤں میں فصل کر دیتے حسنؑ ان کے درمیان سے دوسری طرف نکلجاتے۔

دیگر مناقب ابن شہر آشوب میں ترمذی۔ واحدی ثعلبی وغیرہ علمائے سنیہ سے نقل کیا ہے۔ انھوں نے عبداللہ

بن بریدہ سے روایت کی ہے اس نے کہا میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ممبر پر خطبہ فرما رہے تھے کہ حسنؑ وحسینؑ پیرہنہائے سُرخ رنگ پہنے اس طرف متوجہ ہوئے آتے تھے اور کپڑوں میں الجھکر گرتے تھے حضرتؐ نے ممبر پر یہ حالت مشاہدہ کی تو بیتاب ہوگئے اور اُتر کر آپکے پاس آئے اور گود میں اُٹھا کر لے گئے اور اپنی پاس بٹھالیا اور فرمایا صدق اللہ تعالیٰ حیث قال انما اموالکم و اولادکم فتنہ راست کہا حقتعالےٰ نے جبکہ کہا تمہارے مال اولاد باعثِ شیفتگی ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ابو طالب حارثی نے اپنی کتاب قوت القلوب میں ذکر کیا ہے۔ الا اسمیں صرف حسنؑ بن علیؑ کا ذکر ہے۔ دیگر۔ عیون الاخبار میں امام رضاؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ وحسینؑ رسول اللہؐ کے پاس کھیل رہے تھے۔ رات زیادہ گذری تو حضرتؐ نے فرمایا میرے پیارو اب اپنی اماں کے پاس جاکر آرام کرو حسنینؑ وہاں سے چلے تو راہ تاریک تھی یکایک بقدرت خدا برق درخشاں ہوئی اور روشنی ہوگئی اور برابر بجلی چمکتی رہی جبتک کہ دونوں صاحبزادے اپنی مادر گرامی کے پاس نہ پہنچ گئے۔ اس وقت رسولؐ خدا نے فرمایا الحمد للہ الذی اکرمنا اھل البیت خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم اہلبیتؑ کا اکرام و احترام کیا۔

صدقہ اہلبیتؑ رسالتؐ پر حرام ہے

کُتب عامہ میں ابو ہریرہ سے نقل ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس کچھ مقدار خرما صدقہ کی آئی تھی حضرتؐ اسکو تقسیم کرنے لگے تو امام حسنؑ نے ایک دانہ خرما اُٹھا کر مُنہ میں رکھ لیا اور آہستہ آہستہ اس کو چباتے تھے تا آنکہ اس کا لعاب آنحضرتؐ پر گرا آپ نے نظر مبارک اُٹھا کر اس طرف نگاہ کی اور کنج دہان پر ہاتھ مار کر کہا کخ۔ اے فرزند تم کو معلوم نہیں کہ آل محمدؐ مال صدقہ نہیں کھاتے۔ اور مسند احمد حنبل میں ہے کہ امام حسنؑ نے کہا کہ انگشت مبارک میرے مُنہ میں دیکر فرمایا کخ کخ۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ لعاب دہن میرا انگشت مبارک میں لگا ہے۔ اور رشید بن مالک نے یہ حدیث بالفاظ دیگر اس طرح بیان کی ہے کہ ایکمرتبہ ایک طبق خرما حضرت رسالت پناہ کے آگے لایا۔ فرمایا ہدیہ ہے یا صدقہ۔ عرض کی صدقہ۔ اس کو حاضرین کی جانب سرکا دیا کہ کھاؤ۔ اس وقت حسنؑ نے کہ فرش مسجد پر لیٹے ہوئے تھے ایک دانہ اس میں سے اُٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ حضرت رسولخدا نے دیکھا تو اپنی اُنگلی اِن کے منہ میں ڈالی اور خرما نکال کر پھینکدیا۔ اور فرمایا انا آل محمد لا ناکل الصدقہ۔ ہم آل محمدؐ خیرات نہیں کھاتے۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ کخ ایک کلمہ

عربی زبان کا کہ بچوں کو کسی کام سے روکنے اور عتاب کرنے میں کام آتا ہے۔ رسولخدا نے یہ کلمہ امام حسنؑ کو کہا اور انگشت مبارک منہ میں ڈالکر خرما نکال پھینکا یہاں تک تو مضائقہ نہیں۔ مگر اس سے زیادہ میاں ابوہریرہ کا بیان وَضَرَبَ بَدَہ علے شدقہ کہ کنج دہان حسنؑ پر حضرتؐ نے ہاتھ مارا یہ ان کی زیادتی ہے اور گندہ ایجاد بندہ کا مصداق ہے۔ رسولؐ اللہ بآں خلق عظیم بچہ کو اور بچہ بھی اسی نور نظر کے لخت جگر کو تھپیڑ ماریں۔ اس کی تکذیب میں وہ روایت کہ آخر بحث میں بطریق اہل سنت بحار میں نقل ہوئی ہے کافی و وافی ہے کہ حضرت رسالت پناہ انگشت مبارک حسنؑ کے منہ میں دیکر آہستہ آہستہ خرما نکالنے کے لیے پھیرتے تھے دیکرہ اَن یُوذِیہ اور کراہت کرتے تھے بچہ کی ایذادہی سے۔ جو عبادت الہی میں انکو پشت سے اتارنا گوارا نکریں۔ اور جماعت اصحاب سمیت سجدہ میں اس وقت تک جھکے رہیں جبتک کہ وہ اپنی خوشی سے نہ اُتریں بااینمہ انس و محبت یہ کب ممکن ہے کہ خرما منہ میں ڈال لینے پر طمانچہ مار بیٹھیں۔

پنجتن پاک روز قیامت سب ایک درجہ میں ہونگے

جلاءالعیون میں حضرت امیرالمومنینؑ سے نقل ہے کہ ایک روز حضرت رسالت پناہ ہمارے گھر آئے اور پائے مبارک آپ نے ہمارے لحاف کے اندر داخل کرلئے۔ اس وقت حسنؑ نے پانی پینے کے لئے طلب کیا۔ حضرت خود اُٹھے ہمارے یہاں ایک بکری شیردار بندھی تھی آپ اس کے قریب گئے اور ایک ظرف میں اسکا دودھ دوہا اور وہ پیالہ حسنؑ کو دینے لگے حسینؑ نے چاہا کہ پیالہ اپنے لئے لیں۔ آپ نے انکار کیا۔ فاطمہؑ بولیں اے پدر گویا حسنؑ کو آپ حسینؑ سے زیادہ دوست رکھتے ہیں فرمایا ایسا نہیں مگر اس نے اول پانی طلب کیا تھا پینے چاہا کہ پہلے وہ لے ورنہ میں اور تم اور یہ دونوں نور چشم اور ان کے باپ سب برابر ہیں اور روز قیامت ایک درجہ میں ہونگے۔

غیبوبتہ حسنینؑ از خانہ خود

ایک بڑا واقعہ ایام طفلی حسنینؑ علیہما السلام کا ان دونو بھائیوں کے باغ وغیرہ کسی مقام میں جا کر لیٹ جانے اور آل محمد صلواۃ اللہ علیہم کے پریشان ہونے اور رمال کا رضدا کے نزدیک انکی ایک اعلی

فضیلت کے ظاہر ہونے کا ہے۔ اس حدیث کو سُنی وشیعہ نے بصورتہائے مختلفہ متنوعہ روایت کیاہے بہت غالب ہے کہ جُداجُدا روایتیں مختلف واقعات کی حاکی ہوں۔ یہ حقیر اس مقام پر چند روایتیں اس واقعہ کے متعلق نقل کرتا ہے۔ ازانجملہ بحار میں تاریخ بلاذری سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا در خانۂ زہرا پر تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ معصومہ کونین پس در پریشان کھڑی ہیں۔ سبب پوچھا تو عرض کی حسنین علیہما السلام صبح سے گھر سے نکلے ہیں مجھ کو ان کی خبر معلوم نہیں کہ کہاں گئے حضرتؐ بیتابانہ ان کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے بیرون شہر دامن کوہ میں پہنچے تو دیکھا کہ دونوں شہزادے ایک غار میں پڑے سو رہے ہیں اور ایک مار عظیم انکے سرہانے حلقہ زن ہے حضرت نے پتھر اُٹھایا کہ سانپ کو مار کر ہٹا ئیں اس نے چلا کر کہا السلام علیک یا رسولؐ اللہ میں اس جگہ آپکے فرزندوں کی حفاظت میں مصروف تھا۔ آپ نے اس کو دعائے خیر دی۔ سانپ علیحدہ ہوا تو حسنؑ کو دہنے شانے اور حسینؑ کو بائیں پر اُٹھایا اتنے میں جبرئیل امین نے زمین پر آکر آپ کا بوجھ ہلکا کرنے کو حسینؑ کو لیا۔ گھر پہنچے تو حسنؑ فخر کرتے تھے کہ مجھ کو خیر اہل زمین نے حمل کیا حسینؑ کہتے تھے کہ مجھے خیر اہل آسمان نے اُٹھایا۔

دیگر بحار میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے نقل ہوا ہے کہ ایک مرتبہ خوشہ ہائے انگور بے موسم رسولخدا کے پاس تحفہ میں آئے تھے۔ آپنے فرمایا اے سلمانؓ میرے دو پسر حسنؑ و حسینؑ کو لاؤ کہ میرے ساتھ انگور تناول کریں سلمان کہتے ہیں کہ میں ان کی طلب میں درِ دولت جناب فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا پر گیا وہاں نہ ملے تو اُم کلثوم ان کی خواہر کے مکان پر دیکھا وہاں بھی نہ پایا تو رسول اللہ کے پاس آکر خبر دی حضرت یہ سنکر بیتابانہ اُٹھے اور کہتے جاتے تھے واولداہ واقرۃ عیناہ ہائے دو بچے میرے ہائے دو قرۃ العین میرے۔ کون ہے جو مجھے ان تک پہنچائے اسکے لئے حقتعالے کے نزدیک جنت ہے پس جبرئیلؑ امین وحی رب العالمین لیکر نازل ہوئے اور عرض کی اے محمدؐ کس لئے بیچین ہو۔ کہا اپنے دو بچوں کی وجہ سے کہ مفقود ہیں ان پر کید یہود سے اندیشہ مند ہوں۔ جبرئیل بولے یہود سے زیادہ منافقان اُمت کا کھٹکا ہے ان کا کید و مکر یہود سے زیادہ خطرناک ہے۔ پھر عرض کی تمہارے یہ دونوں نور نظر حدیقہ وحداح میں پڑے سو رہے ہیں۔ پس رسولؐ اللہ فی الفور حدیقۂ مذکور کو روانہ ہوئے سلمان کہتے ہیں کہ میں حضرتؐ کے ساتھ تھا وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ ڈالے سو رہے ہیں اور ایک اژدہا دستہ پھولوں کا منہ میں لئے ان کے منہ پر مثل باد کش ہلا رہا ہے۔ حضرت رسولخدا کو آتے دیکھا تو

گلدستہ منہ سے پھینک کر بولا سلام ہو میرا تمہارے اور نانا رسول خدا کے میں اژدہا نہیں ایک فرشتہ
ہوں ایک لحظہ کو یادِ خدا سے غافل ہو گیا تھا اللہ تعالے مجھ پر غضبناک ہوا اور شکل اژدہا مسخ کر کے زمین
پر ڈلوا دیا۔ سالہا سال سے آرزو رکھتا تھا کہ کسی کریم تک پہنچوں اور اس سے خواستگار شفاعت ہوں
شاید خدا تعالے گناہ میرا بخشدے اور مثل سابق فرشتہ بنادے تحقیق کہ وہ ہر شے پر قادر ہے
پس حضرت وہاں بیٹھ گئے اور حسنین کو چومنا اور بوسے دینے لگے حتےٰ کہ وہ خواب سے بیدار ہوئے
اس وقت فرمایا اے میرے بیٹو یہ اژدہا ایک فرشتہ ہے ملائکہ کرّوبین سے کہ اک لحظہ ذکر خدا سے غافل
ہو گیا تھا حقتعالے نے اس کو اس صورت پر مسخ کیا میں چاہتا ہوں کہ تم اس کی شفاعت درگاہ الٰہی
میں کرو حسنینؑ علیہما السلام نے بہ تعمیل حکم سید الثقلین اٹھکر وضو کیا اور دو رکعت نماز حاجت بجالا کر عرض
کی پروردگار بحق ہمارے جد امجد محمد مصطفٰےؐ و پدر عالیقدر علی مرتضٰےؑ و مادر اطہر فاطمہ زہراؑ اس فرشتے
کو اس کی اصلی حالت پر لوٹا دے۔ راوی کہتا ہے کہ شاہزادوں کی دعا ہنوز تمام نہوی تھی کہ جبرئیلؑ
مع گروہ ملائکہ کے نازل ہوئے اور اس ملک کو رب العالمین کے رضامند ہونے اور پہلے حالت پر واپس
کئے جانے کی خوشخبری پہنچائی۔ بعد ازاں تسبیح و تہلیل برزبان مع اس کے بسوئے آسمان پرواز کر گئے۔ اسکے
بعد جبرئیل رسولؐ اللہ کے پاس آئے تو متبسم تھے کہ رسولؐ اللہ وہ فرشتہ ملائکہ سموات پر فخر کرتا ہے اور
کہتا ہے کہ میرے مثل کون ہے۔ میرے لئے سیدین سبطین رسول الثقلین حسنؑ و حسینؑ رب المشرقین و المغربین
سے شفاعت خواہ ہوئے۔

حسنینؑ کے حدیقہ بنی النجار میں جاکر لیٹنے کی حکایت

کشف الغمہ میں اسحاق بن سلیمان ہاشمی سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے
کہ ہم ایک بار امیر المومنین ہارون الرشید کے پاس جمع تھے کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب کا ذکر آیا۔ ہارون
کہنے لگا کہ لوگ کہتے ہیں کہ میں علی و حسنؑ و حسینؑ کا دشمن ہوں۔ قسم خدا کی یہ ان کا ظن باطل ہے الا آپ کی
اولاد ہم پر حسد کرتی ہے اور خروج کر کے ہماری سلطنت میں خلل ڈالتی ہے قسم خدا کی ہم نے قاتلان حسینؑ
کو کوہ و صحرا میں تلاش کر کے قتل کیا۔ اب جو امر سلطنت ہماری طرف راجع ہوا تو اس پر راضی نہیں ہوتے اور
قطع رحم کرتے ہیں۔ واللہ کہ مجھ سے میرے باپ مہدی نے کہا اور اس نے اپنے باپ ابو جعفر منصور سے اس نے

محمد بن علی بن عبد اللہ سے روایت کی کہ ابن عباس نے کہا کہ ہم ایک روز رسول خدا کی خدمت میں
حاضر تھے کہ جناب فاطمہؑ گریہ کناں وہاں آئیں رسولخداؐ نے کہا کیا باعث تمہارے گریہ وبکا کا ہے اے
فاطمہؑ عرض کی حسنؑ وحسینؑ گھر سے نکلے ہیں اور مجھے ان کا حال معلوم نہیں کہ کہاں گئے۔ فرمایا فدا ہو تمہارا
باپ تم پر روؤ نہیں بتحقیق کہ جس خدا نے جل شانہ نے اُن کو پیدا کیا وہ سب سے زیادہ ان پر مہربان ہے
پروردگارا خشکی۔ تری میں جہاں کہیں حسنین علیہما السلام ہوں توان کی نگہبانی کر پس جبرئیل امین نازل ہوئے
اور عرض کی اے محمدؐ رنج وغم کو دل میں جگہ نہ دو حسنینؑ علیہما السلام دنیا وآخرت میں صاحب فخر و
فضیلت ہیں ان کے باپ ان سے بہتر ہیں دونوں صاحبزادے خطیرہ بنی النجار میں لیٹے ہیں حقتعالے
نے ایک جلیل القدر فرشتہ کو مقرر کیا ہے کہ آپ کی نگہبانی کرے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سنکر رسولؐ اٹھ کھڑے
ہوئے ہم بھی حضرتؐ کے ساتھ اُٹھے خطیرہ بنی النجار میں جاکر دیکھا کہ دونوں ایک دوسرے سے معانقہ
کئے لیٹے ہیں۔ یہ روایت کشف الغمہ کی ہے اور شیخ صدوق نے امالی میں امام جعفر صادقؑ سے اسطرح
روایت کی ہے کہ حضرت رسولخداؐ غیر مرض الموت میں ایک مرتبہ بیمار ہوئے جناب فاطمہؑ اپنے دونوں
نور چشم حسنؑ وحسینؑ کو ساتھ لیکر آنحضرتؐ کی عیادت کو تشریف لائیں حسنؑ آپ کا داہنا ہاتھ پکڑے حسینؑ
بایاں ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حجرۂ عائشہ میں داخل ہوئیں تو حضرتؐ اُس وقت خواب راحت میں تھے
حسنؑ داہنی جانب وحسینؑ بائیں طرف بیٹھے اور بدن مبارک کو بھینچنے اور دبانے لگے۔ آپ نے آنکھیں
کھولدیں جناب سیدہ بولیں اے میرے پیارو اس وقت واپس چلے چلو اور اپنے نانا جان کو آرام
کرنے دو۔ کہا ہم یہاں سے نجائیں گے اور حسنؑ دہنے بازو پر حسینؑ بائیں پر حضرتؐ کے لپٹ گئے۔ فاطمہؑ
واپس اپنے مکان کو چلی گئیں پس قبل اسکے کہ رسولؐ نیند سے بیدار ہوں جاگے اور عائشہ سے کہا ہمارے ولد اللہ
کہاں گئیں کہا تم سو گئے تھے وہ اپنے گھر چلی گئیں پس دونوں شب تیرہ وتار میں جبکہ رعد گرجتا اور
برق چمکتی تھی وہاں سے برآمد ہوئے اور ایک سمت کو روشنی چمکتی معلوم کرکے اُدھر کو ہولئے ایک دوسرے
کا ہاتھ پکڑے جارہے تھے کہ چلتے چلتے حدیقہ بنی النجار میں پہنچے باغ کو دیکھکر حیران تھے اور جانا کہ راہ
گم کیا حسنؑ نے حسینؑ سے کہا ہم راہ بھولے۔ اب کہاں جائیں گے بہتر ہے کہ یہیں پڑکر سو جائیں جبتک
کہ صبح طالع ہو حسینؑ نے کہا جو کچھ آپ کی صلاح ہو پس دونوں ایک جگہ لیٹ گئے اور ایک دوسرے کے گلے
میں بائیں ڈالکر سو گئے۔ اور رسول اللہ خواب سے بیدار ہوئے اور ان کو وہاں نہ پاکر جناب فاطمہؑ کے گھر

گئے وہاں نہ ملے تو کھڑے ہوکر دعا مانگنے لگے۔ الٰہی و سیدی و مولائی یہ دونوں فرزند بھوکے پیاسے گھر سے نکلے ہیں خداوندا ان کو تیری حفظ و حمایت کے سپرد کرتا ہوں۔ یکایک حضرت کے سامنے ایک روشنی نمودار ہوئی اس میں چلتے رہے تاآنکہ حدیقہ بنی النجار میں جا پہنچے تو دیکھا کہ دونوں بھائی ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ ڈالے پڑے سو رہے ہیں اور ابر آ کے اوپر سے پھٹا ہوا مثل طبق کے آسمان صاف دکھائی دیتا ہے اور ہر چند بارش بڑے زور سے برس رہی ہے مگر ان پر اک قطرہ نہیں پڑتا۔ اور ایک سانپ ہر طرف سے ان پر احاطہ کئے ہے جس کے بدن پر مثل نیستان بال کھڑے ہیں اور اس کے دو بازو ہیں ایک کو حسنؑ پر دوسرے کو حسینؑ پر ڈھانپ رکھا ہے رسول اللہؐ اس کو دیکھکر تنخنخ کیا یعنی کھنکھارنے لگے۔ مار سمٹ کر علیحدہ ہو گیا اور کہتا تھا پروردگارا تو گواہ رہیو اور تیرے فرشتہائے آسمان کہ میں نے تیرے ان دو نبی زادوں کی نگاہبانی میں کوتاہی نہیں کی اب ان کو صحیح و سالم آنحضرتؐ کے سپرد کرتا کرتا ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے مار تو کون ہے عرض کی میں ایک جن ہوں اجنۂ نصیبین و قبیلہ ملیح سے مجھ کو انھوں نے ایک آیہ قرآنی کے دریافت کرنیکو بھیجا تھا جس کو وہ بھول گئے تھے اس مقام پر پہنچا تو ایک منادی کی آواز کان میں آئی ایتھا الحیّۃ یہ دونوں فرزند رسول خدا اور انکے مثل ہیں ان کی آفات و عاہات سے نگہبانی کرنا اور بلیات لیل و نہار سے حفاظت رکھنا لازم ہے میں اس کام میں مصروف ہوا تا انکہ صحیح و سالم آپ کو سونپتا ہوں پس آیۂ قرآنی کی صحت کر کے واپس ہوا۔ بروایت اوّل وہ سانپ ایک ملک تھا ملائکہ سمٰوات میں سے۔ بہرکیف حضرت رسالت پناہ نے حسنؑ کو داہنے شانے پر حسینؑ کو بائیں پر اٹھایا۔ حضرت امیر المومنینؑ اور چند دیگر اصحاب اس وقت یہاں پہنچ گئے تھے عرض کی یا رسول اللہؐ ہمارے ماں باپ حضرت پر فدا ہوں ہم آپ کا بوجھ بٹائیں ایک صاحبزادہ ہم کو دیجئے فرمایا حقتعالے تم کو بار معاصی سے سبکدوش کرے چلے چلو حقتعالے نے تمہارا کلام سنا اور رتبہ تمہارا حق سبحانہ کے نزدیک بلند ہوا۔ امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ ایک فرزند مجھے مرحمت ہو دونوں کا آپ پر بار زیادہ ہے آپ نے حسنؑ سے کہا اے حسنؑ پسند کرتے ہو کہ میرے شانے سے اتر کر اپنے باپ کے شانے پر چلے جاؤ۔ عرض کی مجھ کو آپ کا شانہ اپنے باپ کے شانے سے محبوب تر ہے علیٰ ہذا حسینؑ سے پوچھا انھوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پس حضرت دونوں کو شانہائے مبارک پر سوار کئے بیت الرسالت تک لائے۔ بروایت اوّل ابوبکر و ابو ایوب انصاری نے ان کے لیجانے کی درخواست کی تھی